حصہ ۹ نہم

بحار الانوار

ملّا محمد باقر مجلسی رحمۃ اللہ

ترجمہ

مولانا سید حسن امداد ممتاز الافاضل

در حالات

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام
حضرت امام علی نقی علیہ السلام
حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

محفوظ بک ایجنسی مارٹن روڈ کراچی

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882
E-mail: anisco@cyber.net.pk

اس کتاب "بحار الانوار" جلد نہم کے ترجمے کے
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔
نیز اس ترجمے کا کوئی جز یا کل کتاب کا بلا اجازت
شائع کرنا خلافِ قانون متصوّر ہو گا۔

مصنّف ______ مُلّا باقر مجلسی علیہ الرّحمہ

مترجم ______ سیّد حسن امداد صاحب (ممتاز الافاضل)

طابع ______ سندھ آفسٹ پریس۔ کراچی

کتابت ______ جعفر زیدی

ناشر ______ محفوظ بُک ایجنسی۔ مارٹن روڈ کراچی

باسمہٖ سبحانہٗ

عرضِ مترجم

"بحار الانوار" طبع جدید طہران جلد نمبر ۵۰ مشتمل بر حالاتِ

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام، حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ہے

اس میں بحار الانوار کی مضمون وار روایات کو پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ اگر کوئی اصل کو سامنے رکھ کر دیکھنا چاہے تو کوئی دقّت پیش نہ آئے۔ پھر ہر روایت پر ضمنی سرخیاں بھی قائم کردی گئی ہیں تاکہ ناظرین کے لیے نفسِ مضمون کی تلاش آسان ہو جائے۔

ترجمہ کیسا ہے، اس کا فیصلہ خود ناظرین کریں گے، اپنی طرف سے صرف یہ عرض ہے کہ ایک زبان کا ترجمہ، دوسری زبان میں بالکل ایسا ہی ہے جیسے ایک شیشی کا عطر دوسری شیشی میں انڈیلنے کی کتنی ہی کوشش کی جائے پھر بھی پہلی شیشی میں کچھ نہ کچھ لگا ہوا رہ جاتا ہے اور انڈیلنے والا معذور ہے

والسّلام

"مترجم"

سید حسن امداد (ممتاز الافاضل)

بحار الانوار جلد نہم

حصہ اوّل درحالات حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

صفحہ نمبر	
	باب اوّل
	ولادت، وفات، اسماء، والقاب
۱۵	ولادت و وفات
۱۷	سنِ ولادت و وفات کی تحقیق
۱۹	نقشِ خاتم، القاب، کُنیت
۱۹	وقتِ ولادت کلمۂ شہادتین
۲۱	اخبار العلوم
۲۲	وجہِ انتقال
۲۳	شبیہِ موسیٰ و عیسیٰ
۲۴	کم سِنی میں خطبۂ اوّل
	باب دوم
	آپؑ کی امامت کے متعلق نصوص
۲۸	نصوص امام رضا علیہ السّلام
۲۹	مولودِ مسعود
۳۱	نبوّت اور امامت کیلئے عمر کی قید نہیں
۳۲	نصِ امام موسیٰ بن امام جعفر صادقؑ
۳۳	ایک وقت میں دو امام
۳۴	تفویضِ امامت
۳۸	ثِقلِ زبان
۳۸	علی بن جعفر بن محمدؑ کی عقیدت

صفحہ نمبر	
	باب سوم
	معجزاتِ امام علیہ السّلام
۴۰	علمِ قیافہ سے ثبوتِ امامت
۴۲	عصا کی گواہی
۴۲	ازالۂ شکوک
۴۳	افترا پردازی کی سزا
۴۳	ناکردہ گناہ کی سزا
۴۴	صدقے کا صلہ
۴۴	علم الافکار
۴۵	شارع العلوم
۴۸	امامؑ کی رسوائی کے لیے...... !
۴۹	بدکردار باپ کی خدمت
۴۹	معجزۂ طی الارض
۵۰	بصارت پلٹ آئی
۵۱	گھٹنوں کا درد دور ہو گیا
۵۱	مسیحا
۵۱	ایک اعجاز
۵۳	علمِ مافی الضمیر
۵۵	مسیحائی
۵۷	یہ فطرس والے ہیں
۵۸	اکلوتے فرزند
۵۹	اخبار بالغیب

کنیز کی خریداری ۶۰
لہو و لعب سے نفرت ۶۱
علمِ منایا ۶۲
حُسن و رباب سے نفرت ۶۳
شُکر اَلحَمدُ لِلّٰہ ۶۴
اخبار العلوم ۶۵
سامان کس سے خریدا جائے ۶۶
علم الاخبار ۶۶
غسلِ امامؑ بدستِ امامؑ ۶۷
تدفینِ امامؑ کے لیے ۷۱
قتلِ امامؑ پر مامون کی ندامت ۷۲

باب چہارم

اُمّ الفضل بنتِ مامون سے عقد اور احتجاج و مناظرے

مامون اور خطبۂ نکاح ۷۶
اُمّ الفضل کا مہر ۷۶
اختلاف و احتجاج ۷۷
فقہی مسائل کا جواب ۸۱
بابرکت دن ۸۳
اُمّ الفضل کا شکایتی خط ۸۴
یحییٰ بن اکثم سے مناظرے ۸۴
رُعبِ امامت ۸۷

باب پنجم

فضائل و مکارم الاخلاق

کم سِنی میں بیس ہزار مسائل کا جواب ۹۰
چند سوالات ۹۳
اعجازِ امامؑ ۹۵
برادرِ ایمانی سے سلوک ۹۶
روافض کی پختہ اعتقادی ۹۷
اسنادِ حرزِ جواد ۹۸
علماء و فقہاءِ عصر اور آپ کے علم کی آزمائش ۱۰۱
دریائے دجلہ کے پانی کا علم ۱۰۳
کھجور کا شربت ۱۰۳
فضا میں دریا اور دریا میں مچھلیاں ۱۰۴
زلزلوں سے نجات کا عمل ۱۰۵
ائمۂ طاہرین کی طرف سے طوافِ کعبہ بجا لانا ۱۰۵
گھر سے نکلو تو بڑے دروازے سے ۱۰۶
ہدیہ کسی کا بھی واپس نہیں کرنا چاہیے ۱۰۷
منبرِ رسولؐ سے تعارف ۱۰۷

آپؑ کے اصحاب

زکریا بن آدم ۱۰۸
محمد بن عبد العزیز ۱۰۹
علی بن مہزیار ۱۰۹
صالح بن محمد بن سہیل ۱۱۰
خیران بن قراطیسی ۱۱۰
ابراہیم بن محمد ہمدانی ۱۱۱

حصّہ دوم امامِ دہم

حضرت ابوالحسن ثالث امام علی النقی ابنِ امام محمد تقی علیہما السّلام

باب اوّل

القاب، کُنیت، ولادت وشہادت

جائے سکونت ۱۱۶
اسمِ گرامی ۱۱۶
والدۂ محترمہ ۱۱۶
تاریخِ ولادت ۱۱۶
نقشِ خاتم ۱۱۹
تاریخِ وفات، جائے دفن، خلفاءِ وقت ۱۱۹

باب دوم

امامت کیلئے اقوال ونصوصِ امامؑ

قوم کا اجتماع ۱۲۲
حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام کی نص ۱۲۴
ابوالحسنؑ مجھ سے مشابہ ہے ۱۲۴

باب سوم

اخبار و معجزات

ملکیتِ امامؑ ۱۲۶
ایک معجزہ ۱۲۶
سنگریزوں کا سونے میں تبدیل ہونا۔ ۱۲۶
ہُوا نے امامؑ کا احترام کس طرح کیا۔ ۱۲۷
اللہ کی طرف سے میرے لیے یہ انتظام ہے ۱۲۸
ایک مبروص کی صحت ۱۲۹
ایک ہندی شعبدہ باز کی ہلاکت ۱۲۹
ایک اور معجزہ ۱۳۰
ترکی سردار کے بچپن کا نام ۱۳۱
اخبار العلوم ۱۳۱
ایک ظالم حاکم سے نجات ۱۳۲
منجانب اللہ گرم پانی کا انتظام ۱۳۳
تم اللہ کی کون کونسی نعمتوں کا شکر ادا کرو گے ۱۳۴
سُرّ مَن رائے اُجڑنے کی پیش گوئی ۱۳۵
حق بحقدار رسید ۱۳۵
علم الاخبار ۱۳۶
ایک اور اعجاز ۱۳۸
علمِ مافی الضمیر ۱۴۱
علم مافی الارحام ۱۴۲
علمِ منایا ۱۴۳
زیرِ مصلّٰے جوابِ مسئلہ ۱۴۸
دعاء قبولِ حاجات ۱۴۹
استجابتِ دعاء ۱۵۱
سخاوت ۱۵۳
احیائے موتٰی ۱۵۳
سال کے چار دن جن میں روزے رکھے جائیں ۱۵۴
مردِ مومن کے قرض کی ادائیگی ۱۵۵
تارک التقیہ تارک الصّلوٰۃ کے برابر ہے ۱۵۶

محمدؐ میرے جد ہیں یا آپ کے؟ ۱۵۷
فارسی زبان کا علم ۱۵۷
سقلانی زبان میں گفتگو ۱۵۹
عطائے محمدؐ عطائے علیؑ ۱۶۰
امامؑ اور اسپ کا مکالمہ ۱۶۱
پرندوں کی نظر میں امامؑ کا احترام ۱۶۳
امامؑ کی فوج کی شان ۱۶۴
متوکّل نے امامؑ کی زیارت پر پابندی لگادی ۱۶۵
رُعبِ امامؑ ۱۶۷
میں امامت کا کیوں قائل ہوا؟ ۱۶۸
زمین کے ہر خطّے میں قبریں ہیں ۱۶۹
طیّ الارض ۱۷۰
زینب بنتِ فاطمہؑ ہونے کی دعویدار ۱۷۲
مالِ کثیر کا مفہوم ۱۷۴
یحییٰ بن اکثم کے مسائل اور اُن کے جوابات ۱۷۵
سزا کے خوف سے اسلام لانے کی سزا ۱۸۰
معرفت پر ایک تفصیلی گفتگو ۱۸۱
یزداد طبیب ۱۸۵

باب چہارم
خلفائے وقت

متوکّل کا ارادۂ قتل ۱۸۸
ارادۂ گرفتاری ۱۹۰
اسیری اور پھر ارادۂ قتل ۱۹۱
مدینہ سے روانگی ۱۹۳
بنی ہاشم کا پاپیادہ جلوس ۱۹۸
متوکّل کے قتل کی پیش گوئی ۱۹۹
متوکّل کے لیے بددعا ۲۰۰
شرکا بِرقتل ۲۰۲
صلۂ رحمی ۲۰۲
محمدؐ بن حنفیہ کی اولاد کی جرأت و دلیری ۲۰۳
یومَ یعضّ الظالم ۲۰۵
گریبان چاک کرنے کا جواز ۲۰۵

باب پنجم
اولادِ امامؑ اور حالاتِ جعفر کذّاب

اولادِ امام علی النقی علیہ السّلام ۲۰۸
جعفر کا کردار برادرانِ یوسفؑ جیسا ۲۰۸
جعفر کا امامؑ کی تفتیش پر مقرر ہونا ۲۰۹
جعفر کذّاب کے متعلق توقیعِ امامِ عصرؑ ۲۰۹
یہ ننگِ خاندان ہے۔ ۲۱۳
جعفر کذّاب کا حضرت جعفر طیّارؑ کے خاندان کی لڑکی کا فروخت کرنا ۲۱۳

باب ششم
احوالِ اصحابِ امام علیہ السّلام

سہل بن یعقوب ابو نواس ۲۱۶
اختیاراتِ امامؑ ۲۱۶
دربان و وکیل ۲۱۷
ابوالغوث شاعرِ آلِ محمدؐ ۲۱۷
بغاء غلام ترکی کے بارے میں رسولؐ کی دعا ۲۱۸
اصحاب امامؑ ۲۲۰
فارس ایک قابلِ مذمّت شخص تھا ۲۲۱
ابوالہاشم جعفری ۲۲۲
ابو علی کو حسین بن عبدربہ کا قائم مقام بنانا ۲۲۲
ابو علی بن راشد کے متعلق امامؑ کا خط ۲۲۳
الیسع بن حمزہ قمی کو دعا کی تعلیم ۲۲۴
میرے لیے حائرِ حسینی میں دعا کی جائے ۲۲۵

حصّہ سوم امام یازدھم
حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السّلام

باب اوّل
سکونت، ولادت، القاب اور نقشِ خاتم

جائے سکونت	۲۳۰
تاریخہائے ولادت اور شہادتِ امامؑ	۲۳۰
القاب و کُنیت	۲۳۲
نقشِ خاتم	۲۳۲

باب دوم
نصوص در امامت

امام محمّد تقی علیہ السّلام کا ارشاد	۲۳۶
امام علی النّقی علیہ السّلام کی نص	۲۳۶
نصوصِ اواخر	۲۳۷

باب سوم
مکارم الاخلاق و دیگر اُمور

سرِ اقدس کا نور	۲۴۴
اطّلاع آمدِ امام مہدی علیہ السّلام عج	۲۴۴
ظہورِ امامؑ عصر علیہ السّلام اور انہدامِ منائر	۲۴۵
اسحاق کندی کی تناقض قرآن	۲۴۵
دشمن سے درس کا طریقہ	۲۴۷
شاعرِ متوکّل سے سلوک	۲۴۷
علمِ امامت اعمالِ بندگان	۲۴۷
رُعبِ امامت	۲۴۹
آلِ محمّدؐ اللہ کے مکرّم بندے ہیں	۲۵۱
قید خانے میں ؟	۲۵۲
زمین کے خزانوں کی کنجیاں	۲۵۳
تمام ائمّہ برابر ہیں	۲۵۳
حجّت اللہ اور دوسروں میں فرق	۲۵۴
ایک زائر کے ساتھ سلوک	۲۵۴
حضرت علیؑ کا نوف بکالی سے خطاب	۲۵۵
امامؑ مستجاب الدّعوات ہوتا ہے	۲۵۶
خواب اور بیداری میں کوئی فرق نہیں	۲۵۶
بدکار عورتوں سے متعہ کی ممانعت	۲۵۷
فرش پر انبیاءؑ کے قدموں کے نشان	۲۵۸
صاعد نصرانی کا ایمان لانا۔	۲۶۰

باب چہارم
معجزات و کرامات

سنگریزے پر ائمّہ طاہرین کی مہریں	۲۶۴
معجزنما سُرمہ سلائی	۲۶۵
فصد میں خون کے بدلے دودھ نکلا	۲۶۶
طیّ الارض	۲۷۰
کنوئیں کے پانی کا بلند ہونا	۲۷۱
عسکریّین کے روضہ کی کرامت	۲۷۲
درندے بھی معرفتِ امامؑ رکھتے ہیں	۲۷۲
زمین نے حسبِ ضرورت سونا چاندی اُگل دیا	۲۷۲
قلم کاغذ پر خود بخود چلنے لگا	۲۷۳

قید خانہ بھی آپؑ کو پابند نہ کر سکا	۲۷۵
سرکش گھوڑا آپؑ کا مطیع ہو گیا۔	۲۷۵

باب پنجم

اخبار النجوم بحار العلوم

نبیؐ کی ہڈی اور راہب	۲۷۸
جاسوس کی نشاندہی	۲۷۹
معتمد کی قید سے رہائی کا علم	۲۸۱
دشمن تو ہماری نسل قطع کرنا چاہتا ہے۔	۲۸۲
ٹڈیوں کا خطرہ	۲۸۲
علمِ اصلاب و ارحام	۲۸۳
علمِ ارحام	۲۸۳
بغیر روشنائی کی تحریر کی شناخت	۲۸۳
حج کو جاؤ، پیاس کا کوئی خطرہ نہیں	۲۸۴
مستقبل کا علم	۲۸۴
گھوڑے کی فروخت کا حکم	۲۸۵
علمِ بلایا	۲۸۶
کس نے کونسا مال چرایا	۲۸۷
تیری جائیداد واپس مل جائے گی	۲۸۸
بغیر طلبِ خاتم بخشی	۲۸۸
قرآن کا مخلوقِ خدا ہونا	۲۸۹
ٹوپی، دلیلِ امامت	۲۸۹
دعا، دلیلِ امامت	۲۹۰
علمِ ما فی الضمیر	۲۹۰
علم الانساب	۲۹۳
علمِ مستقبل	۲۹۵
معتز کی معزولی	۲۹۵
مستعین کی گرفتاری بعذاب	۲۹۶
مہتدی کی مدتِ عمر کا خاتمہ	۲۹۶
مہتدی کے قتل کی پیش گوئی	۲۹۶
تین دن کے بعد خوشخبری کی اطلاع	۲۹۷
گمشدہ غلام کی نشاندہی	۲۹۸
علم منایا	۲۹۸
اللہ فضل پر رحم کرے	۲۹۹
مستقبل کا علم	۳۰۳
مشکوٰۃ سے مراد	۳۰۳
کنیز کی موت کا علم	۳۰۴
عروہ بن یحییٰ کے لیے بد دعا	۳۰۴
زبیری کے لیے بد دعا	۳۰۵
ابنِ ہلال سے برأت کا اعلان	۳۰۵

باب ششم

تفاسیرِ آیاتِ قرآنی و اقوالِ زرّیں

اپنے کام سے کام رکھو	۳۰۸
واقفیوں سے ترکِ موالات کرو	۳۰۹
انگلی کے اشارے سے ہدایت	۳۰۹
ایک دوستدار کو دعا کی تعلیم	۳۱۰
حزب اللہ کا شمار	۳۱۰
فقر سے گناہ معاف ہوتے ہیں	۳۱۱
شرکِ خفی	۳۱۱
حکمِ تقیہ	۳۱۲
جائز نفع	۳۱۲
تعویذ برائے نوبتی بخار	۳۱۲
تم لوگ ہمت کرو دشمن کیلئے کافی ہو	۳۱۳
لوگوں کے تین طبقے	۳۱۳
مَن کُنتُ مولاہُ کا مطلب	۳۱۵

آیتِ قرآنی میں ولیجۃ سے مراد	۳۱۵
"ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ" کی تفسیر	۳۱۵
اللہ کی عفو و بخشش کا مطلب	۳۱۶
لِلّٰهِ الْاَمْرُ کی تفسیر	۳۱۷
یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ کی تفسیر	۳۱۸
قرآن مجید مخلوق ہے	۳۱۸

آپؑ کے خطوط

اہلِ قم و اہلِ آبہ کے نام	۳۱۹
علی بن حسین بن بابویہ قمی کے نام	۳۱۹
قاسم بن علاء کے نام	۳۲۰
اسحاق بن اسمٰعیل کے نام	۳۲۱
سادات کا احترام ضروری ہے۔	۳۲۶

باب ہفتم

آپؑ کی وفات اور حکومت کا ردِّعمل

تاریخِ وفات	۳۳۰
والدۂ گرامی کو موت کی اطّلاع	۳۳۱
جعفر کی عہدۂ امامت کیلئے بے سود سعی	۳۳۱
امامِ عصرؑ نے آپؑ کی نمازِ جنازہ پڑھائی	۳۳۳
آپؑ کی وفات پر حکومت کا ردِّعمل	۳۳۵
حکومتِ وقت کو آپؑ کے فرزند کی تلاش	۳۳۷
شیعوں میں افتراق	۳۳۹
ایک شُبے کا ازالہ	۳۴۳

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

حصہ ۹ نہم

بحار الانوار

مُلّا محمد باقر مجلسی رحمہ اللہ

ترجمہ

مولانا سیّد حسن اِمداد ممتاز الافاضل

در حالات

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

بحار الانوار

باب ۱

ولادت ، وفات

اسماء و القاب

ANSAR

(۱) ــــــ ولادت و وفات

اصول کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام کی ولادت باسعادت ماہ رمضان ۱۹۵ھ میں ہوئی اور وفات آخر ماہ ذی القعدہ ۲۲۰ھ میں اُس وقت آپ کی عمر پچیس سال دو ماہ اور اٹھارہ دن تھی۔ بغداد میں مقابر قریش کے اندر اپنے جد نامدار حضرت موسیٰ بن جعفر کے پہلو میں دفن ہوئے۔ جس سال آپ کی وفات ہوئی اسی سال کے اوائل میں معتصم نے آپ کو اسیر کرا کے بغداد بلا لیا تھا۔

آپ کی والدہ گرامی ام ولد تھیں۔ جن کا نام سبیکہ نوبیہ تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی والدہ کا نام خیزران تھا۔ روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ کی والدہ بھی ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماریہ قبطیہ کے خاندان سے تھیں۔

روضۃ الواعظین میں ہے کہ آپ ۲۰ رمضان بروز جمعہ مدینہ میں پیدا ہوئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے نیمہ ماہ رمضان ۱۹۵ھ میں آپ کی ولادت ہوئی اور ماہ ذی القعدہ کی آخری تاریخوں میں بغداد کے اندر زہر سے شہید ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات ۶ ذی الحجہ بروز شنبہ ۲۲۰ھ میں واقع ہوئی۔

کتاب الدروس میں ہے کہ حضرت امام تقی علیہ السلام مدینہ میں ماہ رمضان ۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۲۰ھ آخر ذی القعدہ میں وفات پائی۔

تاریخ بغدادی میں ہے کہ آپ کی ولادت شب جمعہ ۱۵ رمضان میں ہوئی۔

کتاب الارشاد میں ہے کہ حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام کی ولادت ماہ رمضان ۱۹۵ھ میں ہوئی اور بغداد کے اندر ماہ ذی القعدہ ۲۲۰ھ میں انتقال ہوا اس وقت آپ کی عمر صرف پچیس سال تھی اور اپنے والد کے انتقال کے بعد آپ کی مدت خلافت و امامت سترہ سال رہی آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کا اسم گرامی سبیکہ تھا یہ نوبیہ تھیں۔ آپ کا انتقال بغداد میں ہوا اور اس کا سبب یہ ہوا کہ معتصم نے آپ کو مدینہ سے گرفتار کر کے بغداد بلا لیا تھا آپ بغداد میں ماہ محرم کی اٹھائیسویں تاریخ کو پہنچے تھے اور اسی سال ماہ ذی القعدہ میں آپ نے زہر سے شہادت پائی۔ اور مقابر قریش کے اندر اپنے جد بزرگوار کی قبر کی پشت کی جانب دفن ہوئے۔ وقت وفات آپ کی عمر پچیس سال چند ماہ تھی آپ کا لقب منتخب اور مرتضیٰ تھا آپ نے اپنے بعد دو فرزند اور دو دختر چھوڑی۔ فرزندوں میں سے ایک امام علی النقی علیہ السلام جو آپ

کے بعد امام ہوئے اور دوسرے موسیٰ۔ دختران میں سے ایک کا نام فاطمہ اور دوسری کا نام امامہ تھا ان کے علاوہ آپ کے کوئی اور اولاد نہ تھی۔

مناقب ابن شہر آشوب میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمدؐ تقی جواد علیہ السلام کی ولادت مدینہ میں شب جمعہ ۱۹ ار رمضان المبارک کو ہوئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نیمہ ماہ رمضان میں ہوئی۔ ابن عیاش کا قول ہے کہ آپ کی ولادت ۱۰ ار رجب ۱۹۵ھ میں ہوئی اور بغداد میں آخر ذی القعدکی تاریخوں میں زہر سے شہید ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ یوم شنبہ ۶ ذی الحجہ ۲۲۰ھ میں شہید ہوئے اور مقابر قریش میں حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۵ رسال تھی۔ اور لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تین ماہ بائیس دن تھی۔

آپ کی والدہ گرامی ام ولد تھیں۔ جن کو دُرّہ کے نام سے پکارا جاتا تھا یہ مریسیہ تھیں پھر حضرت امام رضا علیہ السلام نے اُن کا نام خیزران رکھا۔ یہ حضرت ماریہ قبطیہ کے خاندان سے تھیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کا نام سبیکہ تھا اور نوبیہ قبیلہ سے تھیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کا اسم گرامی ریحانہ اور کنیت ام الحسن تھی۔

حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام کا عہد امامت و ولایت سترہ سال تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ سات سال چار ماہ اور دو دن رہے۔ پھر ان کے بعد بیس دن کم اٹھارہ سال رہے۔ اس طرح آپ کے عہد امامت میں مامون کا بقیہ عہد حکومت پھر خلیفہ معتصم اور واثق کی حکومت کا زمانہ اور واثق ہی کے زمانہ حکومت میں آپ شہید کر دیئے گئے۔

ابن بابویہ کہتے ہیں کہ معتصم نے حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام کو زہر سے شہید کیا۔ آپ کے فرزندوں میں ایک حضرت امام علی النقی علیہ السلام اور دوسرے موسیٰ تھے۔ دُختران میں حکیمہ و خدیجہ اور ام کلثوم تھیں۔

ابو عبداللہ حارثی کا بیان ہے کہ دختران میں آپ نے فقط فاطمہ اور امامہ کو چھوڑا مامون نے اپنی دختر سے آپ کا عقد کر دیا تھا۔ مگر اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور آپ کے بغداد تشریف لانے کا سبب یہ ہوا کہ معتصم نے آپ کو مدینہ سے شہر بدر کر دیا تھا اِس لئے آپ ۲۸ محرم ۲۲۰ھ کو بغداد پہنچے اور وہیں قیام فرمایا اور پھر اِسی سال آپ نے وفات پائی۔

دلائل حمیری میں محمد بن سنان سے روایت ہے اِس کا بیان ہے۔ کہ حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام کا سن وفات کے وقت پچیس سال تین ماہ بارہ دن

کا تھا۔ آپ کی وفات بروز سہ شنبہ ۶ ر ذی الحجہ ۲۲۰ھ میں ہوئی۔ اپنے والد کے بعد آپ صرف پچیس دن کم سترہ سال زندہ رہے۔

کشف الغمہ جلد ۲ صـ ۲۱۷

سعد اور حمیری دونوں نے محمد بن سنان سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

(۲) سنہ ولادت و وفات کی تحقیق

کشف الغمہ میں محمد بن طلحہ نے تحریر کیا ہے کہ حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام کی ولادت شب جمعہ ۱۹ ر رمضان ۱۹۵ھ میں ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۱۰ ر رجب سنہ مذکور میں ہوئی (لیکن جہاں تک آپ کے حسب نسب کا تعلق ہے) تو آپ کے پدر بزرگوار حضرت ابوالحسن علی الرضا علیہ السلام تھے۔ اور آپ کی والدہ گرامی ام ولد تھیں۔ جن کا اسم گرامی سکینہ مریسیہ تھا اور خیزران بھی کہا جاتا ہے۔

آپ کی وفات ماہ ذی الحجہ ۲۲۰ھ میں معتصم باللہ کے دور خلافت میں ہوئی اس حساب سے آپ کی عمر کل پچیس سال ہوتی ہے آپ کی قبر بغداد کے اندر مقابر قریش میں ہے۔

کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۱۸۶

حافظ عبد العزیز کا قول ہے کہ آپ کی والدہ کا نام ریحانہ تھا اور بعض لوگ خیزران بھی کہتے ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۹۵ھ میں ہوئی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی ولادت مدینہ میں ماہ رمضان ۱۹۵ھ میں ہوئی اور وفات بغداد کے اندر ماہ ذی الحجہ کی آخری تاریخوں میں ۲۲۰ھ میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر صرف پچیس سال تھی۔ آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کا اسم گرامی خیزران تھا اور یہ حضرت ماریہ قبطیہ کی نسل سے تھیں۔ آپ کی قبر بغداد کے اندر مقابر قریش میں آپ کے جد حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی قبر کی پشت پر ہے۔

محمد بن سعید کا قول ہے کہ ۲۲۰ھ میں حضرت امام محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد علیہ السلام نے بغداد میں وفات پائی آپ بغداد تشریف لائے تھے اور یہیں یوم سہ شنبہ ۵ ر ذی الحجہ کو وفات پائی۔

آپ کا سنہ ولادت چونکہ ۱۹۵ھ ہے اس طرح آپ نے پچیس سال کی عمر پائی اور واثق دور خلافت میں شہید ہوئے آپ کی قبر آپ کے جد امجد کی قبر کے پاس ہے ہارون بن اسحاق بھی اپنی سواری پر بغداد پہنچا اور جنازے میں شریک ہوا واثق نے آپ کے جنازے کی نماز پڑھائی پھر وہاں سے آپ کی میت مقابر قریش میں لاکر دفن کی گئی۔ آپ کا لقب جواد ہے۔

احمد بن علی بن ثابت کا بیان ہے کہ محمد بن علی بن موسیٰ ابو جعفر بن رضا مدینہ سے بغداد ابو اسحاق معتصم کے پاس بھیجے گئے آپ کے ساتھ آپ کی زوجہ ام الفضل بنت مامون بھی تھی۔ اور یہیں بغداد میں آپ نے وفات پائی اور مقابر قریش میں اپنے جد موسیٰ بن جعفر کے پاس دفن ہوئے اور آپ کی زوجہ ام الفضل آپ کی وفات کے بعد قصر معتصم میں داخل ہو گئی اور اُس کے حرم کے ساتھ رہنے لگی۔

ابن خشاب کا بیان ہے کہ محمد بن سنان کی روایت ہے کہ حضرت محمد تقیؑ ابو جعفر ثانی یعنی محمد بن علی تقی جواد کی وفات کے وقت آپ کی عمر پچیس سال تین ماہ بارہ دن تھی۔ آپ نے ۲۲۰ھ میں وفات پائی اور آپ کا سنہ ولادت ۱۹۵ھ ہے۔ آپ اپنے والد کے عہد امامت میں سات سال تین ماہ رہے اور روز سہ شنبہ ۶ رذی الحجہ ۲۲۰ھ میں وفات پائی۔

ایک دوسری روایت ہے کہ آپ اپنے والد کے عہد امامت میں نو سال چند ماہ رہے۔ آپ کی ولادت شب جمعہ ۱۹ ررمضان ۱۹۵ھ میں ہوئی اور روز سہ شنبہ ۵ رذی الحجہ ۲۲۰ھ میں وفات پائی آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کا اسم گرامی سکینہ مریسیہ تھا ان کو خیزران بھی کہتے تھے واللہ اعلم

مسعودی نے اپنی کتاب مروج الذہب میں تحریر کیا ہے کہ محمد بن علی بن موسیٰ علیہم السلام کی وفات ۵ رذی الحجہ کو ہوئی۔ واثق نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ وقت وفات آپ کی عمر پچیس سال کی تھی۔ جس وقت آپ کا سنہ سات سال آٹھ ماہ کا تھا آپ کے پدر بزرگوار نے رحلت فرمائی۔

کتاب اعلام الوریٰ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام کی ولادت ۱۷ ماہ رمضان ۱۹۵ھ کو ہوئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۱۵ ررمضان شب جمعہ میں ہوئی اور ابن عیاش کی روایت میں ہے کہ روز جمعہ ۱۰ ررجب کو پیدا ہوئے اور بغداد کے اندر ذی القعدہ کی آخری تاریخوں میں ۲۲۰ھ میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی۔ آپ نے اپنے پدر بزرگوار کے عہد امامت میں سات سال گذارے۔ اس کے بعد خود آپ کے عہد امامت مامون کا بقیہ زمانہ خلافت اور معتصم کا ابتدائی دور خلافت رہا۔ آپ کی والدہ گرامی ام ولد تھیں اسم گرامی سبیکہ تھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسم گرامی پہلے دُرّہ تھا پھر حضرت امام رضا علیہ السلام نے ان کا نام خیزران رکھا آپ کا تعلق قبیلہ نوبیہ سے تھا۔ آپ کا لقب تقی، منتخب، جواد اور مرتضیٰ ہے۔ آپ کو ابو جعفر ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ اور ۲۲۰ھ کی ابتداء میں معتصم نے آپ کو مدینہ سے بغداد بلایا آپ نے وہاں قیام فرمایا اور وہیں اسی سال ذی القعدہ کی آخری تاریخوں میں وفات پائی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ زہر سے شہید ہوئے آپ نے

اپنی اولاد میں دو فرزند حضرت امام علی النقی علیہ السّلام اور موسیٰ تھے ان کے علاوہ تین دختران حکیمہ وخدیجہ اور ام کلثوم چھوڑیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے دختران میں فاطمہ وامامہ دو لڑکیاں چھوڑیں ان کے سوا آپ کے اور کوئی اولاد نہ تھی۔

(۳) نقش خاتم

فصول المہمہ میں ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام کا رنگ معتدل گورا تھا۔ آپ کا نقش خاتم "نعم القادر اللہ" تھا۔

(۴) لقب تقی کی وجہ تسمیہ

امام محمد بن علی یعنی تقی جواد کا لقب تقی اس لئے ہوگیا کہ آپ اللہ سے بہت زیادہ ڈرتے تھے۔ علاوہ بریں ایک مرتبہ مامون رات کے وقت نشہ میں چور آپ کے پاس آیا اور اپنی تلوار سے آپ پر وار کیا اور سمجھ لیا کہ میں نے انکو قتل کر دیا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مامون کے شر سے بچا لیا۔

(۵) القاب

مناقب میں مذکور ہے کہ آپ کا اصلی نام محمد تھا کنیت ابو جعفر اور کنیت خاص ابو علی تھی۔ آپ کے القاب مختار مرتضیٰ، متوکل، متقی، زکی، تقی، منتخب، قانع جواد اور عالم ہے۔

(مناقب)

(۶) کنیت

محمد بن طلحہ نے کشف الغمہ میں تحریر کیا ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام کی کنیت ابو جعفر ہے اور آپ کے دو لقب ہیں قانع اور مرتضیٰ حافظ عبد العزیز کا بیان ہے کہ آپ کا لقب جواد بھی ہے۔ (کشف الغمہ جلد ۲ ص ۱۸۶)

(۷) وقت ولادت کلمہ شہادتین

حکیمہ بنت حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کا بیان ہے کہ جب خیزران یعنی حضرت امام ابو جعفر محمد تقی جواد علیہ السّلام کی والدہ کے وہاں ولادت قریب ہوئی تو امام رضا علیہ السّلام

نے مجھے بلایا اور فرمایا اے حکیمہ تم بچے کی ولادت کے وقت موجود رہو اور خیزران اور قابلہ کو لے کر اس حجرہ میں چلی جاؤ۔ آپؑ نے وہاں ایک چراغ روشن کر دیا اور ہم لوگوں کو اس حجرے میں داخل کر کے باہر سے دروازہ بند کر دیا۔ جب خیزران کو درد زہ عارض ہوا تو چراغ گل ہو گیا خیزران کے آگے ایک طشت رکھا ہوا تھا۔ مجھے چراغ کے بجھنے کی بڑی فکر ہوئی ابھی ہم لوگ اس فکر میں تھے کہ حضرت ابو جعفر امام تقی علیہ السلام اس طشت میں تولد ہو گئے آپ کے اوپر کپڑے کی طرح ایک چیز لپٹی ہوئی تھی اور اس سے ایسا نور ساطع ہو رہا تھا کہ سارا حجرہ روشن ہو گیا۔ جب ہم نے یہ دیکھا تو انہیں اٹھا کر اپنی آغوش میں لے لیا۔ اور اُن کے اُوپر چڑھا ہوا پردہ ہٹایا۔ اتنے میں حضرت امام رضا علیہ السلام تشریف لائے آپ نے دروازہ کھول دیا ادھر ہم لوگ امور ولادت سے فارغ ہو چکے تھے آپ نے بچے کو اپنی آغوش میں لے لیا اور اُسے گہوارے میں لٹا کر مجھ سے فرمایا اے حکیمہ تم اس گہوارے کے پاس ہی رہنا۔

حکیمہ کا بیان ہے کہ ولادت کے تیسرے دن حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام نے نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا پھر داہنے جانب پھر بائیں جانب پھر بولے اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمد رسول اللہ۔ یہ سُن کر میں بہت ڈری اور وہاں سے اُٹھ کر ابوالحسن علیہ السلام کے پاس آئی اور عرض کیا اس بچے سے تو آج عجیب بات دیکھنے میں آئی ہے! آپ نے فرمایا وہ کیا؟ میں نے سارا قصہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا اے حکیمہ لوگ اس بچے کے اس سے بھی زیادہ عجائبات دیکھیں گے۔

مناقب ص ۳۹۴

ابن ہمدانی فقیہ نے تاریخ ابی شجاع وزیر کے تتمہ میں تحریر کیا ہے کہ جب ان لوگوں نے مقابر قریش کو کھودنا شروع کیا اور حضرت ابو جعفر محمد بن علی تقی جواد علیہ السلام کی قبر کھودنے کی باری آئی تا کہ ان کی لاش قبر سے نکال کر مقابر احمد میں منتقل کر دیا جائے۔ تو کچھ ایسے معجزات ظاہر ہوئے کہ قبر کھودنے کی ہمت نہ ہو سکی

مناقب ص ۳۹۷

کتاب اقبال الاعمال میں ماہ رمضان کے ہر روز دُعا میں یہ ہے کہ پروردگار تو اپنی رحمت نازل فرما محمد بن علی امام المسلمین پر اور دُہرا عذاب نازل کر اُس شخص پر جو آپ کے قتل اور خون بہانے میں شریک ہوا یعنی معتصم۔

ابن عیاش کا بیان ہے کہ شیخ کبیر حضرت ابوالقاسم رضی اللہ عنہ کے ذریعہ

ایک توقیع برآمد ہوئی جس میں یہ تحریر تھا کہ پروردگار میں تجھ سے ماہ رجب کے دو مولود محمد بن علی ثانی اور اُن کے فرزند علی بن محمد المنتجب کے واسطہ سے دُعا کرتا ہوں۔

⑧ اخبار العلوم

ہارون بن فضل سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ جس روز حضرت ابوجعفر امام محمد تقی علیہ السلام نے وفات پائی میں نے حضرت امام علی النقی علیہ السلام کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون حضرت امام ابوجعفر علیہ السلام نے وفات پائی۔ دریافت کیا گیا کہ آپ کو کیونکر معلوم ہوا؟ آپ نے فرمایا میرے پاس اسوقت اللہ کی طرف سے ایک نیا فرشتہ آیا تھا اور اس سے پہلے وہ کبھی نہیں آیا تھا۔

اصول کافی جلد ا صـ۳۸۱

محمد بن عیسیٰ نے حضرت ابوجعفر علیہ السلام کے ایک دودھ شریک بھائی سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جب کہ حضرت ابوجعفر علیہ السلام بغداد میں تھے۔ حضرت امام ابوالحسن علی التقی علیہ السلام اپنے مودب ابوزکریا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور لوح پر کچھ لکھا ہوا پڑھ رہے تھے کہ یک بیک رونے لگے۔ ابوزکریا نے رونے کا سبب پوچھا تو آپ نے کوئی جواب نہیں دیا اور کہا میں گھر کے اندر جانا چاہتا ہوں ابوزکریا نے کہا بسم اللہ۔ آپ اندر تشریف لے گئے اور گھر کے اندر سے رونے اور چیخنے کی آواز بلند ہوئی۔

پھر جب آپ باہر تشریف لائے تو ہم لوگوں نے گریہ وزاری کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا ابھی میرے پدر بزرگوار نے وفات پائی۔ ہم نے پوچھا آپ کو کیسے معلوم ہوا وہ تو بغداد میں فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نیا فرشتہ میرے پاس آیا اس سے پہلے میں نے کبھی اس کو دیکھا نہ تھا اس سے معلوم ہوا کہ میرے پدر بزرگوار نے رحلت فرمائی۔ ہم نے وہ وقت وہ دن اور وہ مہینہ یاد رکھا بعد میں معلوم ہوا کہ واقعاً حضرت ابوجعفر علیہ السلام نے اسی وقت اسی دن اور اسی مہینہ میں رحلت فرمائی تھی۔

ابومسافر نے حضرت ابوجعفر ثانی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جس شب میں آپ کا انتقال ہونے والا تھا آپ نے فرمایا میں آج شب رحلت کر جاؤں گا۔ اس کے بعد فرمایا ہم گروہ اہلبیت میں سے کسی کے لئے جب اللہ کی مرضی نہیں ہوتی کہ اب وہ دنیا میں رہے تو اُسے وہ اپنی طرف منتقل کر لیتا ہے۔

حسن بن علی وشار کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام ابوالحسن علی نقی علیہ السلام تشریف لائے اور اپنے والد کی پھوپھی کی آغوش میں بیٹھ گئے مگر بہت محزون ومغموم تھے۔ انہوں نے پوچھا بات کیا ہے؟ فرمایا ابھی ابھی میرے والد کا انتقال ہو گیا اُن معظمہ نے کہا نہیں ایسا نہ کہو۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم ایسا ہی ہے جیسا میں نے کہا ہے یہ سُن کر وہ وقت اور تاریخ لکھ لی گئی اور بعد میں جب آپ کے انتقال کی خبر آئی تو آپ کے بتائے ہوئے وقت کے بالکل مطابق تھی۔ (عیون المعجزات)

⑨ وجہ انتقال

عیون المعجزات میں مرقوم ہے کہ جب حضرت ابوجعفر امام محمد تقی علیہ السلام اپنی زوجہ ام الفضل بنت مامون کے ساتھ حج کے ارادے سے چلے تو آپ کے فرزند امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام بھی ساتھ تھے وہ ابھی بہت کمسن تھے۔ پھر آپ نے ان کو مدینہ میں ہی چھوڑا بزرگوں کے تبرکات اسلحے وغیرہ ان کے حوالے کیئے۔ اور اپنے موثق اصحاب کے سامنے ان کی نیابت وامامت پر نص فرمائی اور پھر اپنی زوجہ اُم الفضل بنت مامون کو ساتھ لئے ہوئے عراق واپس آئے۔ ادھر مامون روم کی طرف گیا ہوا تھا وہاں مقام بدیردوں میں ماہ رجب ۲۱۸ھ میں انتقال کر گیا۔ یہ حضرت ابوجعفر امام محمد تقی علیہ السلام کی امامت کا سترہواں سال تھا۔ اور معتصم ابو اسحاق محمد بن ہارون کی شعبان ۲۱۸ھ میں بیعت کی گئی۔

پھر معتصم حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے قتل کے لئے مختلف تدبیریں کرنے لگا چنانچہ اُس نے آپ کی زوجہ ام الفضل بنت مامون کو اپنے اعتماد میں لے لیا اور کہا کہ انہیں زہر دے دو اسکی وجہ یہ تھی کہ معتصم جانتا تھا کہ ام الفضل امام محمد تقی علیہ السلام سے خوش نہیں ہے۔ کیونکہ آپ امام علی النقی علیہ السلام کی والدہ کو اس پر فضیلت دیتے تھے۔ اور دوسری وجہ یہ کہ ام الفضل کے کوئی اولاد نہ تھی یہ بھی اس کے حسد کا سبب تھا۔ بہرحال اُس نے معتصم کی بات مان لی اور رازقی انگوروں میں زہر پیوست کر کے آپ کے سامنے رکھا جب آپ نے انگور کھا لئے تو اب ام الفضل کو اپنے فعل پر ندامت ہوئی اور رونے لگی۔ آپ نے فرمایا کیوں روتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھے ایسے عذاب اور ایسی بلاؤں میں مبتلا کرے گا کہ جس سے تجھے نجات نہ ملے گی۔ آپ کی بددعا سے اس کی شرم گاہ کے مقام پر ناسور ہو گیا۔ اس کے علاج میں اسنے اپنی ساری دولت صرف کر دی یہاں تک کہ دوسروں سے مدد چاہنے لگی مگر اسی

مرض میں اِس کا انتقال ہو گیا۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام روز سہ شنبہ ۵ ذی الحجہ ۲۲۰ھ کو رحلت فرمائی۔ اِس وقت آپ کی عمر چوبیس سال چند ماہ تھی۔ اِس لئے کہ آپ کی ولادت ۱۹۵ھ میں ہے۔

روایت میں ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو آپ کی زوجہ ام الفضل بنت مامون نے زہر دے دیا تو آپ نے اُسے بددعا دی کہ تو ایسے مرض میں مبتلا ہو کہ جس کی کوئی دوا نہ ہو سکے۔ اس کے نتیجہ میں وہ ایسے مرض میں مبتلا ہوئی کہ مختلف اطباء سے علاج کرایا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا اور وہ اسی مرض میں مر گئی۔

(مناقب آل ابی طالب ص۳۹۱)

مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ جب معتصم نے عنان حکومت سنبھالا تو حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام کے حالات کی جستجو میں لگ گیا۔ چنانچہ اس نے عبدالملک کو حکم نامہ بھیجا کہ امام محمد تقی جواد علیہ السلام اور ام الفضل کو میرے پاس روانہ کر دو۔ اِس کام پر علی بن یقطین کو مامور کیا گیا۔ اِس نے آپ کا سامان سفر درست کیا اور آپ نے مدینہ سے بغداد کی طرف کوچ کیا۔ جب آپ بغداد پہنچے اس نے آپ کی بہت تعظیم و تکریم کی پھر اشناس کے ہاتھوں بہت سے تحفے آپ کے لئے اور ام الفضل کے لئے روانہ کئے اس کے بعد اُس نے اشناس کے ہاتھوں چکوترے کا تیار کیا ہوا شربت بھیجا۔ اور اشناس سے کہلایا کہ یہ شربت امیرالمومنین خود بھی نوش فرما چکے ہیں اور ان سے پہلے احمد بن ابی داؤد سعید بن خضیب بلکہ دیگر مشاہیر بھی اس کو استعمال کر کے دیکھ چکے ہیں۔ بہت عمدہ ہے اور آپکے لئے بھی حکم ہے کہ برف کے پانی کے ساتھ ابھی ابھی پی لیں۔ آپ نے فرمایا میں رات کو پیوں گا۔ اشناس نے کہا یہ ایسے ٹھنڈا ہی مفید رہے گا۔ آپ اسے شام تک رکھیں گے تو برف پگھل جائے گی اور نفع جاتا رہے گا۔ لہذا اسے ابھی ابھی پی لیں۔ جب اشناس نے بہت اصرار کیا تو آپ نے یہ جانتے ہوئے کہ اِن کا ارادہ کیا ہے۔ وہ شربت پی لیا۔ جو آپ کے انتقال کا سبب بنا۔

(۱۰) شبیہ موسیٰ و عیسیٰ

کلیم بن عمران سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں اللہ سے دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو فرزند عطا فرمائے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایک فرزند عطا کرے گا وہی میرا وارث ہو گا۔ پھر جب حضرت

ابو جعفر علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میرا ایک فرزند پیدا ہوا ہے جو حضرت موسیٰ سے مشابہہ ہے وہ بھی دریا کو شگافتہ کرنے والا ہے وہ حضرت عیسیٰ سے بھی مشابہہ ہے اس کی ماں بھی ویسی ہی پاک ومقدسہ ہے جیسی مادر عیسیٰ وہ بھی حضرت مریم کی طرح طاہرہ ومطہرہ ہے۔ پھر حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا مگر وہ ظلم سے شہید کیا جائے گا۔ اس پر اہل آسمان گریہ کریں گے۔ اس کے دشمن اور اس پر ظلم کرنے والے پر اللہ کا غضب نازل ہوگا۔ اور اس کے دشمن کو چند دنوں ہی میں اللہ تعالیٰ عذاب الیم میں مبتلا کرے گا اس پر سخت عتاب کرے گا۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام رات بھر اپنے گہوارہ میں تسبیح وتحلیل میں مشغول رہا کرتے تھے۔

(۱۱) کم سنی میں خطبہ اوّل

حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام کا رنگ بے حد گندمی تھا۔ جس وقت آپ کا سن صرف پچیس ماہ کا تھا۔ آپ مکہ میں تھے۔ لوگ پہچان نہ سکے کہ یہ کس خاندان کے ہیں تو قیافہ شناسوں کے پاس لے گئے۔ قیافہ شناس آپ کو دیکھتے ہی سجدہ میں گر پڑے اور بول اٹھے وائے ہو تم لوگوں پر اسے نہیں پہچانتے؟ اس چمکدار ستارے اور نور روشن کو ہم لوگوں کے پاس پہچاننے کے لئے لائے ہو؟ یہ تو خدا کی قسم ایک پاک وطاہر حسب ونسب والا بچہ ہے۔ یہ روشن ستاروں کے صلب اور پاک وطاہر رحم سے پیدا ہوا ہے۔ خدا کی قسم یہ بچہ ذریت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نسل علی علیہ السلام کے علاوہ کسی دوسری نسل کا ہو ہی نہیں سکتا۔ اگرچہ اس وقت آپ کا سن صرف پچیس ماہ کا تھا مگر آپ کی زبان تلوار سے بھی زیادہ تیز چلنے لگی۔ آپ یوں گویا ہوئے۔

"اس خدا کا شکر جس نے ہمیں اپنے نور سے پیدا کیا۔ اپنی ساری مخلوقات میں سے ہمیں منتخب فرمایا اور ساری مخلوق میں اپنی وحی کا امین بنایا۔ ایہا الناس سنو میں محمد بن علی الرضا ابن موسیٰ کاظم ابن جعفر صادق ابن محمد باقر بن علی سید العابدین ابن حسین شہید ابن امیر المومنین علی ابن ابی طالب ہوں میں نسل فاطمہ زہرا بنت محمد مصطفےٰ علیہم السلام سے ہوں میرے حسب ونسب کو تم نے نہیں پہچانا اور اللہ تعالیٰ اور میرے جد بزرگوار کے متعلق تم نے شک کیا اور مجھے پہچاننے کے لئے قیافہ شناس کے پاس لائے۔ خدا کی قسم مجھے ان قیافہ شناسوں سے زیادہ ان کے اسرار ورموز کو جانتا ہوں۔ خدا کی قسم میں تمام الناس نوں

میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں۔ میں حق کہتا اور سچ بولتا ہوں اللہ تعالیٰ نے یہ علم ہم لوگوں کو تمام مخلوقات کی خلقت سے پہلے اور آسمان اور زمینوں کے بنانے سے پہلے ہی عنایت کر دیا ہے۔"

"خدا کی قسم اگر اس بات کا خطرہ نہ ہوتا کہ اہل باطل اور گمراہ نسل کفر ہم پر حملہ آور ہو جائے گی اور اہل شرک و شک و نفاق ہم پر لوٹ پڑے گی تو میں ایسی ایسی باتیں بتاتا جسے لشکر اوّلین و آخرین حیرت میں پڑ جاتے۔" اس کے بعد خود آپ نے اپنا ہاتھ اپنے مُنہ پر رکھ دیا اور فرمایا اے محمد تم بھی خاموش رہو جس طرح تمہارے آبائے کرام خاموش رہے۔ تم بھی صبر کرو جس طرح رسولان اولی العزم نے صبر کیا۔ جلدی نہ کرو ان لوگوں سے جس چیز کا وعدہ کیا گیا ہے وہ عنقریب دیکھ لیں گے۔ اور اس میں ایک پہر دن سے زیادہ وقت نہیں لگے گا اور اس وقت سوائے فاسق قوم کے کوئی اور ہلاک نہ ہوگا۔"

اس کے بعد آپ کے پہلو میں ایک شخص تھا اس کی طرف بڑھے اس کا ہاتھ پکڑا مجمع آپ کو راستہ دینے کے لئے پھٹتا گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس مجمع میں بڑے بڑے جلیل القدر بزرگوں کو دیکھا کہ وہ آپ کو حیرت سے دیکھ رہے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ "واللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ" خدا خوب جانتا ہے کہ وہ اپنے پیغام کا امین کس کو بنائے راوی کا بیان ہے کہ میں نے ان بزرگوں کے متعلق پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ اولاد عبدالمطلب اور بنی ہاشم کے اکابر و بزرگ ہیں۔

جب اس واقعہ کی خبر خراسان میں حضرت امام رضا علیہ السلام کو پہنچی تو آپ نے فرمایا "الحمد للہ" پھر ماریہ قبطیہ کا تذکرہ کیا اور فرمایا اور اللہ کا شکر ہے کہ اسنے میرے فرزند محمد میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے فرزند ابراہیم کا اُسوہ پیدا کیا۔

(مناقب آل ابی طالب جلد ۴ صفحہ ۳۸۷)

بحار الانوار

باب ۲

آپ کی امامت کے متعلق
نصوص

ANSAR

(۱) نصوص امام رضا علیہ السلام

جعفر بن محمد نوفلی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت امام رضا علیہ السلام قنطرہ ابریق میں تشریف فرما تھے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں آپ پر قربان لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کے پدر بزرگوار زندہ ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ لوگ جھوٹے ہیں۔ اللہ ان پر لعنت کرے اگر وہ زندہ ہوتے تو نہ ان کی میراث تقسیم ہوتی اور نہ اُن کی عورتیں دوسرا نکاح کرتیں خدا کی قسم انہوں نے بھی موت کا ذائقہ اسی طرح چکھا جس طرح حضرت علی ابن ابی طالب نے ذائقہ موت چکھا ہے۔ میں نے عرض کیا اچھا پھر آئندہ کے متعلق میرے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا تم میرے بعد میرے فرزند محمد کے دامن سے متمسک رہنا۔ اب رہ گیا میں تو میں ایسی جگہ جا رہا ہوں جہاں سے واپس نہ آؤں گا۔

محمد بن ابی عباد جس کو فضل بن سہل نے حضرت امام رضا علیہ السلام کا کاتب مقرر کیا تھا اس کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام جب بھی اپنے فرزند محمد کا تذکرہ کرتے تو کہ یہ فرماتے اور کہتے کہ میرے فرزند ابو جعفر نے مجھے یہ خط لکھا اور میں نے اپنے فرزند ابو جعفر کو یہ خط لکھا جب کہ وہ بالکل کمسن تھے اور مدینہ میں تھے۔ آپ اپنے فرزند کو اپنے خط میں بھی تعظیم کے ساتھ خطاب کرتے اور ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام کا خط بھی آپ کے نام انتہائی فصیح و بلیغ ہوا کرتا تھا۔ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ ابو جعفر میرے بعد میرے وصی اور میرے اہل خاندان میں میرے نائب و خلیفہ ہیں۔

بزنطی سے روایت ہے کہ ابن نجاشی نے مجھ سے پوچھا بتاؤ تمہارے امام کے بعد پھر کون امام ہوگا؟ یہ سُن کر میں حضرت ابو الحسن رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ابن نجاشی کا یہ سوال آپ کے سامنے پیش کیا آپ نے فرمایا میرے بعد میرا فرزند امام ہوگا۔ پھر فرمایا کیا کسی میں اتنی جرأت ہے جو یہ کہے کہ میرا فرزند ہوگا جب کہ اُس کے کوئی فرزند نہ ہو۔

(غیبۃ الشیخ ص ۵۲)

مناقب میں بھی بزنطی سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(مناقب جلد ۴ ص ۳۳۶)

اعلام الوریٰ میں بھی بزنطی سے اسی کے مثل روایت ہے۔ (کافی جلد ۱ ص ۳۲۰)

زکریا بن یحییٰ بن نعمان بصری سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے علی بن جعفر بن محمد کو حسن بن حسین بن علی بن الحسن سے گفتگو کرتے ہوئے سُنا۔ اثنائے گفتگو میں

انہوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام ابوالحسن علی رضا علیہ السلام کی اس وقت مدد کی جب ان کے بھائیوں اور چچاؤں نے آپ کی مخالفت کی اور اس کے بعد ایک طویل حدیث بیان کی جس کے آخر میں یہ تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے ماں باپ قربان ہوں قبیلہ نوبیہ کی اس منتخب اور پاک کنیز کے فرزند پر جس کی نسل سے وہ فرزند پیدا ہوگا جو آوارہ وطن ہونے کے علاوہ دشمنان سے اپنے آباؤ اجداد کے خون کا انتقام لے گا صاحب غیب ہوگا۔ لوگ یہ سمجھیں گے کہ وہ مر چکا ہے یا اس وادی میں ہلاک ہوگیا ہوگا جہاں وہ وطن چھوڑ کر گیا تھا میں نے عرض کیا آپ نے سچ فرمایا اور یہ سن کر میں اٹھا اور حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ میرے امام ہیں۔ میرے اس جملے پر حضرت امام رضا علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

(الارشاد ص۲۹۷ کافی جلد ۱ ص۳۲۲)

معمر بن خلاد سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے سامنے کسی بات کا ذکر آیا تو میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سُنا آپ نے فرمایا کہ تمام لوگوں کو اس کی کیا ضرورت ہے۔ یہ ابوجعفر محمد تقی جواد ہیں جن کو میں نے اپنی جگہ بٹھا دیا ہے یا جانشین بنا دیا ہے پھر فرمایا ہم اہل بیت میں چھوٹے بڑوں کی میراث بالکل ہو بہو لیتے ہیں۔

(الارشاد ص۲۹۸)

یحییٰ بن حبیب زیات سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک شخص جو حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس تھا اس نے مجھ سے بیان کیا کہ جب لوگ جانے لگے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا تم لوگ جا کر (میرے فرزند) ابوجعفر سے ملاقات کرنا ان کو سلام کرنا اور ان سے تجدید عہد کرنا اور جب لوگ چلے گئے تو آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اللہ رحم کرے مفضل پر بغیر کچھ کہے ہوئے بھی اس کے لئے (اشارہ) کافی تھا۔

(ارشاد ص۲۹۹ کافی جلد ۱ ص۳۲۲)

محمد بن جریر نے بھی ہمارے بعض اصحاب سے اسی طرح کی روایت ہے۔

(رجال کشی ص۲۷۰ تحت رقم ص۱۵۴)

حمدویہ و ابراہیم نے محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے مسافر سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے مجھ سے خراسان میں فرمایا کہ جاؤ ابوجعفر محمد تقی جواد سے ملو وہ تمہارے امام ہیں۔

(رجال کشی تحت رقم ص۳۶)

(۲) مولود مسعود

بزنطی سے روایت ہے کہ ابن نجاشی نے مجھ سے دریافت کیا کہ تمہارے اس امام

کے بعد کون امام ہوگا۔ (اس لئے کہ اُن کے کوئی فرزند نہیں) میں یہ چاہتا ہوں کہ تم یہ بات اپنے امام سے پوچھ کر مجھے بتاؤ۔ چنانچہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں مطلع کیا۔ آپ نے فرمایا سنو میرے بعد امام میرا فرزند ہوگا اور کیا کسی میں یہ جرأت ہے جو یہ کہے کہ میرا فرزند امام ہوگا۔ جب کہ اسکا کوئی فرزند بھی نہ ہو۔ اور واقعاً ابھی حضرت ابو جعفر علیہ السلام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ مگر چند ہی دن گزرے تھے کہ پیدا ہوئے۔

(کافی جلد ۱ صفحہ ۳۲۰ ارشاد صفحہ ۲۹۸)

یحییٰ صنعانی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ مکہ میں ہم لوگ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ کیلا چھیل کر حضرت ابو جعفر علیہ السلام کو کھلا رہے ہیں میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان یہ ہیں آپ کے مولود مسعود، فرمایا ہاں اے یحییٰ یہ وہ مولود ہے کہ جس کا مثل اسلام میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔ یہ ہمارے شیعوں کے لئے بڑا بابرکت مولود ہے۔

محمد بن عمر بن رفات نے ابن قیاما سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت امام محمد تقی علیہ السلام پیدا ہوئے تو میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ فرزند عطا کیا ہے جو میرا بھی وارث ہوگا اور آل داؤد کا بھی وارث ہوگا۔

ابن اسباط و عباد بن اسماعیل دونوں کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ کے فرزند حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام تشریف لائے۔ ہم لوگوں نے عرض کیا ماشاءاللہ یہ بچہ بہت مبارک ہے آپ نے فرمایا ہاں یہ وہ مولود ہے کہ اسلام میں اس زیادہ بابرکت کوئی اور بچہ پیدا نہیں ہوا۔

حسین بن یسار کا بیان ہے کہ ابن قیاما واسطی نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو ایک خط لکھا اور اس میں یہ تحریر کیا کہ آپ کیسے امام ہو سکتے ہیں آپ کے تو کوئی فرزند ہی نہیں (جو آگے اس سلسلہ کو بڑھائے) حضرت امام رضا علیہ السلام نے اس کو جواب میں تحریر کیا۔ تجھے کیسے معلوم کہ میرے کوئی فرزند نہ ہوگا؟ خدا کی قسم چند ہی دنوں میں اللہ مجھے ایسا فرزند دینے والا ہے جو حق و باطل میں فرق پیدا کر دے گا۔

(ارشاد صفحہ ۲۹۸ کافی جلد صفحہ ۳۲۰)

ابو یحییٰ صنعانی کا بیان ہے کہ میں حضرت ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے اپنے فرزند ابو جعفر کو بلایا وہ اس وقت بچے تھے۔ آپ نے فرمایا دیکھو! یہ وہ بچہ ہے کہ اس سے زیادہ بابرکت کوئی اور بچہ ہمارے شیعوں کے لئے نہیں ہے۔ ارشاد صفحہ ۲۹۸ کافی جلد صفحہ ۳۲۰

(۳) ═══ نبوت و امامت کیلئے عمر کی قید نہیں

ابن اسباط سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو جعفر محمد تقی جواد علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے تو میں اُن کی طرف اور اُن کے سر اور پاؤں کی طرف دیکھنے لگا تاکہ میں اہل مصر سے آپ کا حلیہ بیان کر سکوں۔ پھر جب بیٹھ گئے تو فرمایا اے علی اللہ تعالیٰ نے جس طرح نبوت کی کچھ علامتیں رکھی ہیں اِس طرح امامت کی بھی کچھ علامتیں رکھی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ حضرت یحییٰ کے متعلق فرماتا ہے (سورہ مریم نمبر ۱۲) میں نے بچپن میں اُن کو نبوت عطا کی دیگر انبیا کے لیے ارشاد ہے۔

سورہ الاحقاف آیت ۱۵ جب وہ پختگی کو پہنچے اور سن چالیس سال کا ہو گیا۔ ان دونوں آیتوں کے پیش نظر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی کو اللہ بچپن میں ہی نبی یا امام بنا دے اور یہ بھی ممکن ہے کہ چالیس سال کے بعد بنائے۔

صفوان بن یحییٰ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا۔ حضرت تقی جواد کی ولادت سے پہلے میں آپ سے پوچھا کرتا تھا اور فرمایا کرتے کہ اللہ مجھے بھی ایک بیٹا دے گا۔ لیجئے اللہ نے آپ کو فرزند دیا جسے دیکھ کر ہم لوگوں کی آنکھوں کو ٹھنڈک ملی۔ اول تو اللہ آپ ہی کو باقی کوئی بُرا دن نہ دکھاتے لیکن اگر وہ ہونے والی بات ہو ہی جائے تو ہم لوگ کس کیطرف رجوع کریں؟ آپ نے حضرت ابو جعفر محمد تقی جواد کی طرف اشارہ کیا جو آپ کے سامنے کھڑے ہوئے تھے میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان ابھی تو یہ صرف تین سال کے ہیں؟ آپ نے فرمایا اِس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ حضرت عیسیٰ تو تین سال سے بھی کم عمر میں نبی بن گئے تھے۔

ارشاد ص ۲۹۷ کافی جلد ا ص ۳۲۱

خیرانی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں خراسان میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس کھڑا تھا کہ ایک شخص نے آپ نے پوچھا۔ مولا! اگر خدانخواستہ آپ کو کچھ ہو گیا تو پھر ہم کس کی طرف رجوع کریں؟ آپ نے فرمایا میرے فرزند ابو جعفر کی طرف، اور پوچھنے والا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے حضرت ابو جعفر علیہ السلام کو کمسنی کی وجہ سے قابل امامت نہیں سمجھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو رسول اور صاحب شریعت اِس وقت بنایا جب وہ میرے فرزند ابو جعفر سے بھی زیادہ کمسن تھے۔

(الکافی جلد ا ص ۳۲۲) (الارشاد ص ۲۹۹)

ابراہیم بن ابی محمود سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ طوس میں حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کے پس پشت کھڑا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آکر آپ سے پوچھا کہ اگر آپ کو خدا نخواستہ کوئی حادثہ ہو جائے تو پھر کس کی طرف رجوع کیا جائے؟ آپ نے فرمایا میرے فرزند محمد کی طرف سوال کرنے والا حضرت امام محمد تقی جواد کو بہت کم سن سمجھ کر نا قابل امامت سمجھ رہا تھا۔ حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو نبی اور صاحب شریعت بنایا اس وقت ان کا بھی سن نہ تھا جتنا سن میرے فرزند ابوجعفر محمد تقی جواد کا ہے جو اس وقت حافظ شریعت بن رہا ہے۔

(کفایۃ الاثر ص ۲۲۴)

عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ ایک بار ہم اور صفوان بن یحییٰ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ کے سامنے آپ کے فرزند ابوجعفر محمد تقی علیہ السلام کھڑے تھے جن کا سن ابھی تین سال کا تھا۔ ہم لوگوں نے عرض کیا اگر خدا نخواستہ آپ کو کوئی حادثہ ہو جائے تو پھر آپ کے بعد امام کون ہو گا؟ آپ نے فرمایا یہ میرا فرزند اور یہ کہہ کر آپ نے حضرت ابوجعفر علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا ہم لوگوں نے عرض کیا۔ اس کمسنی میں امام؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں اسی کمسنی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو اس وقت مبعوث کیا جب وہ فقط دو سال کے تھے۔ (پھر یہ تو تین سال کے ہیں۔)

(کفایۃ الاثر ص ۲۲۴)

(۴) نص امام موسیٰ بن جعفر

ابن سنان سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے عراق جانے سے پہلے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہاں آپ کے فرزند حضرت امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام بھی تشریف فرما تھے۔ آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا اے محمد امسال ایک حادثہ رونما ہوگا مگر تم اس سے پریشان نہ ہونا۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان وہ کیا ہوگا یہ کہہ کر تو آپ نے مجھے قلق میں مبتلا کر دیا۔ فرمایا مجھے اس ظالم کے پاس جانا پڑے گا مگر نہ وہ مجھے گزند پہنچا سکے گا نہ اس کے بعد آنے والا۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان پھر کیا ہوگا؟ فرمایا اللہ ظالم کو گمراہی پر چھوڑ دے گا۔ اور اللہ جو چاہے گا کرے گا۔

میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان وہ کیا کرے گا؟ فرمایا کہ جو شخص میرے اس

فرزند کے حق پر ظالمانہ قبضہ کرے گا اور میرے بعد اس کی امامت سے انکار کرے گا وہ اس شخص کے مانند ہوگا جس نے حضرت علی ابن ابی طالب کے حق پر ظالمانہ قبضہ کیا اور اُن کے حق سے انکار کیا بعد وفات رسول۔ میں نے عرض کیا خدا کی قسم اگر میں زندہ رہا تو اس کے حق کو تسلیم کروں گا اور اس کی امامت کا اقرار کروں گا۔ فرمایا اے محمد تم نے سچ کہا اللہ تعالیٰ تمہاری عمر بڑھائے گا اور تم اس کے حق کو تسلیم کروگے۔ میں نے عرض کیا وہ کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا اس کا فرزند محمد ہوگا میں نے عرض کیا میں خوشی خوشی اسے تسلیم کروں گا۔

رجال کشی میں بھی محمد بن سنان سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(۵) ایک وقت میں دو امام

ابن قیاما واسطی جو واقفی الاعتقاد شخص تھا اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ کیا ایک وقت میں دو امام ہو سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں مگر ایک زمانہ میں اگر دو رہے تو ایک صامت و خاموش ہوگا دوسرا ناطق میں نے کہا مگر آپ ناطق امام ہیں آپ کے ساتھ کوئی صامت امام نہیں؟ فرمایا ہاں مجھے اللہ فرزند دے گا۔ جو حق و اہل حق کی حقانیت کو ثابت کرے گا اور باطل و اہل باطل کے خیالات کو مٹا دے گا یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ کے کوئی فرزند نہ تھا اور اس کے ایک سال بعد حضرت ابو جعفر محمد تقی جواد علیہ السلام پیدا ہوئے۔

ارشاد ص۲۹۸ کافی جلد ا ص۳۲۱

حمدویہ بن نصیر نے حسن بن موسیٰ سے انہوں نے ابن ابی نجران سے انہوں نے حسین بن یسار سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم اور ابن قیامہ نے مقام صریا پر حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے ملاقات کی اجازت چاہی آپ نے اجازت دی اور کہا تم لوگ بھی اپنی حاجتوں سے فارغ ہو لو۔ تو حسین بن قیاما نے سوال کیا یہ بتائیں کہ زمین کبھی امام سے خالی رہے گی؟ آپ نے فرمایا نہیں ابن قیاما نے پوچھا اچھا یہ بتائیں کہ یک وقت دو امام ہو سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ لیکن اگر دو ہوں گے بھی تو ایک صامت اور خاموش رہے۔ اس نے کہا مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ امام نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا تجھے یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں امام نہیں ہوں؟ اس نے کہا اس لئے کہ آپ کے کوئی فرزند نہیں امامت اولاد میں چلتی ہے آپ نے فرمایا خدا کی قسم چند ہی دن بعد میرے صلب سے ایک فرزند پیدا ہوگا۔ وہ میرا قائم مقام ہوگا۔ وہ حق کو حق ثابت کرے گا اور باطل کو مٹا دے گا۔

رجال کشی ص۴۲۷

(۶) پشت پر مہر امامت

حسن بن جہم کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا آپ نے اپنے فرزند کو بلایا جو ابھی بچے تھے انہیں اپنی آغوش میں بٹھایا اور مجھ سے فرمایا ذرا اس کی قمیض اتارو میں نے قمیض اتاری تو فرمایا ذرا اس کے دونوں شانوں کے درمیان پشت پر دیکھنا۔ میں نے دیکھا تو ایک شانے پر مہر کے مانند گوشت کے اندر ایک نشان سا تھا۔ آپ نے فرمایا کیا تم یہ دیکھ رہے ہو ایسا ہی نشان اسی مقام میرے پدر بزرگوار کے شانے پر بھی تھا۔

(کافی جلد ۱ ص ۳۲۱ ارشاد ص ۲۹۸)

(۷) تفویض امامت

یزید بن سلیط سے روایت ہے کہ ہم لوگ عمرہ کی نیت سے چلے تو راستہ میں حضرت ابوابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان کیا اس مقام کے بارے میں جہاں ہم لوگ اس وقت ہیں کچھ آپ کو یاد ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ کیا تمہیں بھی یہ مقام یاد ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں میں اور میرے والد کی ملاقات آپ سے اسی مقام پر ہوئی تھی آپ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ اور آپکے دیگر برادران بھی آپ کے ساتھ تھے میرے والد نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے عرض کیا تھا میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ سب کے سب آئمہ ہیں اور پاک ہیں۔ لہذا آپ کچھ ارشاد فرمادیں تاکہ میں اپنے ورثاء سے کہہ جاؤں تاکہ وہ گمراہ نہ ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔ اے ابوعمارہ سنو۔ یہ سب میری اولاد ہیں مگر یہ ان سب کا سردار ہے اور یہ کہہ کر انہوں نے آپ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا اس کے پاس حکم و فہم ہے جسکی آپ لوگوں کو ضرورت ہے اس کے پاس سخاوت و معرفت ہے اور ہر وہ شے ہے جس میں ہم لوگ اپنے دینی اور دنیاوی امور میں اختلاف کرتے ہیں اس میں حسن خلق ہے پڑوس کے ساتھ اچھا سلوک ہے یہ اللہ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ اس میں ہر آخری خیر اور خوبی موجود ہے۔

میرے والد نے عرض کیا وہ کیا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ اسی کے صلب سے اور اس امت کا غوث، اس کا غیاث، اس کا علم، اس کا نور پیدا کرے گا۔ یہ بہترین مولود ہے اس کی وجہ سے آپس کی خونریزی ختم ہوگی۔ باہم صلح ہوجائے گی افتراق اتحاد سے بدل جائے گا

لوگوں کو تن ڈھکنے کے لئے کپڑا اور پیٹ بھرنے کیلئے روٹی ملے گی۔ خوف و ہراس دور ہوگا۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بادل کو برسائے گا۔ اپنے بندوں پر رحم کرے گا۔ یہ ہر پیر و جوان سے بہتر ہوگا۔ اس کی گفتگو پر از حکمت اس کی خاموشی پر از علم ہوگی لوگوں کے درمیان جس مسئلہ میں اختلاف ہوگا یہ اس کو واضح کرے گا۔ وہ سن بلوغ تک پہنچنے سے پہلے ہی اپنے قبیلہ و خاندان کا سردار شمار کیا جائے گا۔

میرے والد نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ بتائیں کہ کیا اس کے کوئی فرزند ہوگا کہ جس سے اس کے بعد یہ سلسلہ چلے؟ آپ نے فرمایا ہاں مگر پھر اس کے بعد سلسلہ کلام منقطع ہوگیا تھا

یزید کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان جس طرح آپ کے پدر بزرگوار نے بتایا تھا آپ بھی بتائیں۔ آپ نے فرمایا دراصل بات یہ ہے کہ میرے پدر گوار کا زمانہ اور تھا اور یہ زمانہ اور ہے۔ میں نے عرض کیا جو شخص آپ کی اس بات پر راضی و خوش نہ ہو اس پر اللہ کی لعنت۔ یہ سن کر حضرت ابوابراہیم علیہ السلام مسکرائے پھر فرمایا اے ابو عمار اچھا اب میں تمہیں بتاتا ہوں۔ لوسنو جب میں اپنے گھر سے نکلا تو میں نے اپنے فلاں فرزند کو اپنا واقعی وصی بنایا مگر بظاہر اس میں اپنی اور اولادوں کو بھی شریک کر دیا۔ مگر باطن میں نے صرف اسی کو وصی بنایا۔ سنو اگر یہ وصی بنانا میرے اختیار میں ہوتا تو میں قاسم کو اپنا وصی بناتا اس لئے کہ مجھے اس سے زیادہ انس و محبت ہے مگر یہ سب حکم خدا سے ہوتا ہے وہ جسے چاہے یہ عہدہ سپرد کرے اور اس حکم خدا کی خبر دینے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (خواب میں) میرے پاس آئے تھے مجھے انہوں نے میرے وصی و جانشین کی نشاندہی کر دی اور یہ بھی بتلا دیا کہ اس کے بعد کون ہوگا۔ ورہم لوگوں کا یہ اصول ہے کہ جب تک خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام تشریف لا کر بتلا نہیں جاتے ہم لوگ کسی کو اپنا وصی یا نائب نہیں بناتے۔

چنانچہ میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں آپ کے پاس ایک انگوٹھی۔ ایک تلوار، ایک عصا، ایک کتاب اور ایک عمامہ ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ سب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا عمامہ الٰہی سلطنت کی نشانی ہے۔ تلوار اللہ کی طاقت کی پہچان اور کتاب اللہ کے نور کی علامت ہے۔ عصا اللہ کی قوت کا نشان ہے اور انگوٹھی ان سب چیزوں کی جامع ہے۔ پھر فرمایا کہ اب (تمہاری امامت کی مدت ختم ہو رہی ہے) یہ عہدہ تم سے لے کر دوسروں کو دیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بھی دکھلائیں کہ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ عہدہ اگر محبت کی بنا پر تقسیم ہوتا تو تمہارے پدر کو تم سے زیادہ

تمہارے بھائی اسماعیل سے محبت تھی مگر یہ حکم تو اللہ کی طرف سے آتا ہے۔

پھر حضرت ابوابراہیم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے اسی خواب میں اپنی زندہ اور مردہ سبھی اولاد کو دیکھا اور مجھ سے حضرت امیرالمومنین نے میرے فرزند علی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ ہے ان سب کا سردار یہ مجھ سے ہے میں اس سے ہوں اور اللہ تمام محسنین کے ساتھ ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضرت ابوابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے یزید یہ جو کچھ میں تم سے کہہ رہا ہوں یہ ایک امانت ہے یہ کسی کو نہ بتانا ہاں اگر کوئی عقلمند مل جائے۔ یا ایسا کوئی بندہ مل جائے جس کی سچائی و صداقت کو تم خود جانتے ہو تو اسے بیان کر دینا۔ اور اگر میرے اس قول پر تم سے کوئی گواہی چاہے تو تم گواہی دینا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا سورہ النساء آیت نمبر ۵۸

پھر فرماتا ہے۔ ومن اظلم ممن کتم شھادۃ عندہ من اللہ البقرہ آیت نمبر ۱۴۰

راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابوابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے ان تمام میں سے دکھا دیجئے کہ وہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا یہ ہے جو اللہ کے عطا کردہ نور سے دیکھتا ہے اللہ کی دی ہوئی فہم و فراست سے سنتا ہے۔ اللہ کی دی ہوئی حکمت سے بولتا ہے۔ اس کی رائے ہمیشہ صائب ہوگی کبھی غلط نہ ہوگی۔ وہ صاحب علم ہے جہالت سے دور ہے اور لو دیکھو یہ وہ ہے یہ کہہ کر آپ نے میرے فرزند علی کا ہاتھ پکڑا۔ اس کے بعد فرمایا۔ اب بہت کم دن اس کے ساتھ رہو گے۔ لہٰذا جب تم اپنے سفر سے واپس آؤ تو وصیت کر لو اپنے معاملات کو درست کر لو جو امور تمہیں انجام دینے ہیں ان سب سے فارغ ہو جاؤ۔ اس لئے کہ اب تم یہاں نکل کر دوسروں کے پڑوس میں جاؤ گے۔ اور جب تم کو دوسرے پر دیس میں جانا ہو تو علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کو کہہ دینا وہ تمہیں غسل دے گا، کفن پہنائے گا۔ اور یہ امر اس کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا یہ ہمیشہ سے دستور چلا آ رہا ہے کہ (معصوم کو معصوم ہی غسل دیتا ہے۔)

پھر حضرت ابو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا سنو مجھے اس سال واپس لے لیا جائیگا اور اب یہ امامت میرے فرزند علی کو ملے گی۔ اور اس کا نام علی ہے لو امیں علی کی خصوصیات بھی ہیں۔ اس لئے کہ علی اول حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور علی ثانی حضرت

علی ابن الحسین علیہ السلام ہیں۔ اور میرے اس علی کو علی اوّل کا فہم ان کی حکمت، ان کی نگاہ۔ ان کی دینی محبت ملی ہے اور علی ثانی سے اس کو مصائب پر صبر ملا ہے۔ ہارون کے انتقال کے بعد کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ ان سے چار سال تک کلام کرے (چار سال ہیں انکو صبر آتا ہے)۔

پھر فرمایا اے یزید اب پھر جب تم یہاں سے گذرو اور اس سے تمہاری ملاقات ہو اور تم سے اس کی یقیناً ملاقات ہوگی تو اسے خوشخبری سُنا دینا اللہ تعالیٰ اس کو ایک فرزند بابرکت وامانت دار اور گناہوں سے محفوظ عطا کرے گا۔ اور وہ تم کو خود بتائے گا کہ تم یہاں مجھ سے مل چکے ہو اور جب ایسا ہو تو پھر انہیں بتا دینا کہ وہ کنیز جس کے بطن سے تمہارا یہ فرزند پیدا ہوگا۔ وہ ماریہ قبطیہ کے خاندان سے ہوگی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیز تھیں۔ اور جب وہ تمہیں ملیں تو انہیں میری طرف سے سلام کہہ دینا۔

یزید کا بیان ہے کہ حضرت ابوابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی وفات کے بعد میں حضرت علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام سے ملا۔ آپ نے بغیر میرے کچھ کہے ہوئے خود فرمایا اے یزید عمرہ کے متعلق تمہارا کیا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کیا آپ پر میرے ماں باپ قربان جیسی آپ کی مرضی۔ مگر میرے پاس اخراجات سفر نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ جب میں تم سے چلنے کو کہہ رہا ہوں تو کیا تمہارے اخراجات نہ دُوں گا۔ یزید کا بیان ہے کہ پھر ہم لوگ عمرہ کی نیت سے نکلے اور اس مقام پر پہنچے تو آپ نے فرمایا اے یزید اس مقام سے تو تم عمرہ کے سفر میں کئی مرتبہ گزرے ہو۔ میں نے عرض کیا جی ہاں اور پھر آپ سے میں نے پورا قصہ بیان کیا۔

آپ نے فرمایا مگر ابھی تک تو وہ کنیز آئی نہیں۔ جب ملے گی تو اسے سلام پہنچا دوں گا۔ اس کے بعد ہم دونوں مکہ پہنچے اور آپ نے وہ کنیز وہاں اسی سال خریدی اور کچھ ہی دن بعد حاملہ ہوئیں اور ان کے بطن سے ایک فرزند پیدا ہوا۔ یزید کا بیان ہے کہ حضرت علی ابن موسیٰ رضا کے دوسرے بھائی یہ چاہتے تھے کہ اپنے باپ کے وارث صرف یہی لوگ رہیں۔ اس لئے وہ لوگ بلا سبب اُس کے دشمن بن گئے اسحاق بن جعفر نے ان لوگوں سے کہا خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مجلس میں اسی جگہ بیٹھتے ہیں کہ جہاں ہم لوگوں کے بیٹھنے کی مجال نہیں۔

(کافی جلد ۱ صفحہ ۲۱۶-۲۱۵)

کتاب الامامۃ والتبصرہ تالیف علی ابن بابویہ میں عبداللہ بن محمد شامی سے بھی اسی کے مثل روایت ہے۔

(عیون اخبار الرضا صفحہ ۲۶-۲۳)

(۸) ثقل زبان

معمر بن خلاد سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے اسماعیل بن ابراہیم کو حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کرتے ہوئے سنا وہ کہہ رہا تھا کہ میرے لڑکے کی زبان میں کچھ گرانی آگئی ہے کل میں اسے آپ کی خدمت میں بھیجوں گا۔ آپ ذرا اس کے سر پہ ہاتھ پھیر دیں گے۔ اور اس کے لئے دعا کر دیں گے وہ بھی آپ ہی کا غلام ہے آپ نے فرمایا وہ میرے فرزند ابو جعفر کا غلام ہے کل اسے میرے پاس بھیجنے کے بدلے ابو جعفر کے پاس بھیجو۔

(الکافی جلد ۱ ص ۳۲۲)

(۹) علی بن جعفر بن محمد کی عقیدت

محمد بن حسن بن عمار سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ مدینہ میں علی بن جعفر بن محمد کے پاس بیٹھا ہوا تھا میں ان کے پاس دو سال سے مقیم تھا اور وہ روایات میں ان سے سن کر لکھ رہا تھا جو انہوں نے اپنے بھائی حضرت ابو الحسن علیہ السلام سے سنی تھیں کہ ناگاہ مسجد میں حضرت ابو جعفر محمد تقی جواد بن امام علی الرضا علیہ السلام تشریف لائے یہ دیکھتے ہی وہ پا برہنہ بغیر دوش پر ردا ڈالے ہوئے دوڑے اور آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا ان کی بہت تعظیم و تکریم کی۔ حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا چچا جان اللہ آپ پر رحم فرمائے بیٹھ جائیں انہوں نے کہا مولا و آقا آپ کھڑے ہیں میں کیسے بیٹھوں۔

پھر جب علی بن جعفر بن محمد وہاں سے واپس آکر اپنی جگہ بیٹھے تو اُن کو زجر و توبیخ کرنے لگے اور کہنے لگے آپ ان کے باپ کے چچا ہیں۔ بزرگ ہیں۔ اور اُن کی اتنی تعظیم و تکریم؟ آپ نے فرمایا خاموش۔ پھر اپنی ریش مبارک پکڑ کر کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے میری بوڑھی داڑھی کو اہل نہ سمجھا اور اس نوجوان کو امامت کا اہل سمجھا اور اپنا عہدہ جس کو دینا تھا دیا تو کیا میں اس کے فضل و شرف سے انکار کر دوں۔ میں ان باتوں سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں بلکہ میں تو اس نوجوان کا ایک خادم و عبد ہوں۔

(الکافی جلد ۱ ص ۳۲۲)

بحار الانوار

باب ۳

معجزات امام علیہ السلام

ANSAR

(۱) علم قیافہ سے ثبوت امامت

علی بن اسباط سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو جعفر محمد تقی جواد علیہ السلام میری طرف سے ہو کر گزرے تو میں نے ان کے سر اقدس سے لیکر اُن کے پائے مبارک تک بغور دیکھا تاکہ مصر میں پہنچ کر اپنے اصحاب سے آپ کا پورا حلیہ بیان کروں گا۔ مگر انہیں دیکھتے ہی میں گر پڑا۔ اور دل میں کہا۔ واقعاً اللہ تعالیٰ نے جس طرح نبوت کی علامات مقرر کی ہیں۔ اسی طرح امامت کے لئے بھی کچھ علامات ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت یحییٰ کے لئے ارشاد فرماتا ہے۔ واتیناہ الحکم صبیا سورہ مریم آیت ۱۳ اور عام انبیا کے لئے ارشاد فرماتا فلما بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنۃ (سورہ یوسف ۲۴) ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ بچپن میں بھی نبوت و امامت عطا ہوتی ہے اور چالیس برس کے بعد بھی نبوت و امامت ملا کرتی ہے۔

(البصائر الدرجات)

معلی بن محمد نے بھی ابن اسباط سے یہی روایت کی ہے۔

(مناقب جلد ۴ صفحہ ۳۸۹)

خرائج و جرائح میں بھی ابن اسباط کی یہ روایت موجود ہے۔

معلی بن محمد نے بھی ابن اسباط سے یہ روایت کی ہے۔

(ارشاد صفحہ ۳۴۰) (الکافی جلد ۱ صفحہ ۴۹۴)

اور کتاب "معرفت ترکیب جسد" میں حسین بن احمد تیمی سے روایت کہ حضرت ابو جعفر ثانی امام محمد تقی علیہ السلام نے دور مامون میں ایک فصد کھولنے والے کو بلایا اور اس سے کہا کہ رگ زاہر میں فصد کھول دے اس نے کہا مولا یہ رگ تو مجھے معلوم نہیں کہ وہ کہاں کون سی ہے اور نہ اس رگ کا کبھی میں نے نام سنا ہے۔ آپ نے اس رگ کی نشاندہی فرمائی اور اس نے فصد کھولی۔ تو اس میں سے زرد رنگ کا پانی نکلا اور اتنا نکلا کہ پورا طشت بھر گیا۔ پھر آپ نے فرمایا اب اس کو بند کر دو اور اس طشت کو خالی کر دو پھر دوسری رگ سے خون نکلوایا پھر فرمایا اب اس کو بھی باندھ دو جب اس نے اس رگ کو بھی باندھ دیا تو آپ نے اس کو ایک دینار دینے کا حکم دیا۔ اس فصاد نے ایک دینار لے لیا اور یوحنا بختشوع کے پاس آیا اور سارا قصہ بیان کیا اس نے کہا خدا کی قسم جب سے میں نے علم طب حاصل کیا اس رگ کا تو کبھی نام ہی نہیں سنا تھا لیکن یہاں فلاں نام کا اسقف ہے وہ بہت بوڑھا اور رسیدہ ہے چلو اس کے پاس چلتے ہیں۔ شاید اُس کو معلوم ہو۔ یہ دونوں اسقف کے پاس گئے اور سارا قصہ بیان کیا وہ تھوڑی دیر گردن جھکا کر سوچتا رہا اس کے بعد بولا

ہو سکتا ہے کہ وہ شخص جس کی فصد تو نے کھولی ہے وہ نبی ہو یا ذریت نبی ہو۔

قاسم بن عبدالرحمٰن جو زیدی مذہب کا تھا اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ بغداد گیا اور ابھی وہیں قیام تھا ایک دن دیکھا کہ لوگ کسی کے استقبال کے لئے راستوں پر کھڑے ہوئے ہیں میں نے پوچھا کون آرہا ہے؟ لوگوں نے کہا ابن رضا ابن رضا تشریف لارہے ہیں۔ میں نے کہا اگر وہ آرہے ہیں تو خدا کی قسم میں بھی انہیں دیکھوں گا۔ (تھوڑی دیر میں) وہ ایک گھوڑے یا گھوڑی پر سوار نمودار ہوئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ گروہ امامیہ پر اللہ کی لعنت جو یہ کہتا ہے کہ اللہ کی طرف سے ان کی اطاعت فرض ہے۔ ابھی میرے دل میں یہ بات آئی ہی تھی کہ حضرت ابوجعفر علیہ السلام میری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا اے قاسم بن عبدالرحمٰن ابشراً منا واحداً نتبعہ انا اذاً لفی ضلال وسعر (سورۃ القمر آیت ۲۴) میں نے کہا بخدا یہ جادوگر معلوم ہوتے ہیں۔ جونہی میرے دل میں یہ خیال آیا آپ پھر متوجہ ہوئے اور فرمایا ءالقی الذکر علیہ من بیننا بل ھو کذاب اشر (سورہ القمر آیت ۲۵)

راوی کا بیان ہے پھر میں بغداد سے نکلا تو اس حالت میں کہ ان کی امامت کا قائل تھا گواہی دیتا تھا کہ واقعاً یہ اللہ کی مخلوق پر اللہ کی طرف سے حجت ہیں اور میں آپ کا معتقد ہو گیا۔

یحیی بن عمران سے روایت ہے کہ اہل رے کی ایک جماعت جو ہمارے اصحاب میں سے تھی۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس میں ایک شخص زیدیہ فرقہ کا شامل ہو گیا تھا۔ ان لوگوں نے اپنے اپنے مسائل دریافت فرمائے اسی اثنا میں آپ نے اپنے غلام سے فرمایا اس شخص کا ہاتھ پکڑ اور باہر نکال دو اس زیدی نے کہا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ وانک حجۃ اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ کے سوا اس ایک اللہ کے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور آپ حجت خدا ہیں۔ (الخرائج والجرائح)

نبان بن نافع کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام سے عرض کیا میں آپ پر قربان آپ کے بعد امام اور صاحب امر کون ہوگا؟ فرمایا اے ابن نافع وہ ابھی اس دروازے سے تمہارے پاس آئے گا۔ اور جس طرح میں اپنے بزرگوں کا وارث ہوا تھا اسی طرح وہ بھی ان سب چیزوں کا وارث ہوگا۔ وہی میرے بعد حجت خدا ہوگا۔ ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ حضرت محمد بن علی (حضرت تقی جواد علیہ السلام آئے جب آپ نے مجھ کو دیکھا تو فرمایا اے ابن نافع میں تم سے ایک حدیث کیوں نہ بیان کردوں سنو۔ ہم گروہ ائمہ جب بطن مادر میں رہتے

ہیں۔ تو چالیس دن تک بطن مادر سے ہماری آواز سنائی دیتی ہے اور جب بطن مادر میں چار مہینے ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمارے سامنے سے روئے زمین کے سارے پردے اٹھا دیتا ہے اور پھر بارش کا ایک قطرہ خواہ مفید ہو خواہ مضر اس کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوتا۔ اب تمہارا یہ کہنا کہ اے ابوالحسن آپ کے بعد حجت زمان و حجت عصر کون ہوگا؟ تو سنو جس کے متعلق تمہیں ابوالحسن نے بتایا وہی تم پر امام اور حجت ہوگا۔ میں نے کہا پھر میں سب سے اس کو تسلیم کروں گا۔

اس کے بعد حضرت ابوالحسن علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا اے ابن نافع اُن کو سلام کرو۔ ان کا واجب الاطاعت ہونے کا یقین کرو۔ ان کی روح میری روح ہے اور میری روح رسول اللہ صلی اللہ و آلہ وسلّم کی روح ہے۔

(۲) ـــــ عصا کی گواہی

محمد بن ابی العلا سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ جب میں یحییٰ بن اکثم قاضی سامرہ سے علوم آل محمد کے متعلق خوب بحث و مناظرہ اور گفتگو کر چکا تو اسکو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک دن میں قبر نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طواف کے لئے پہنچا تو دیکھا کہ محمد بن علی الرضا بھی قبر نبی کا طواف فرما رہے ہیں میرے ذہن میں چند مسائل تھے میں نے آپ سے اس کے متعلق بحث کی اس کے بعد کہا میں آپ سے صرف ایک بات اور پوچھنا چاہتا ہوں اور اس کے پوچھنے میں مجھے کوئی شرم نہیں ہے آپ نے فرمایا میں تمہارے پوچھنے سے پہلے ہی بتا دوں کہ تم کیا پوچھنا چاہتے ہو۔ تم یہ پوچھنا چاہتے ہو کہ امام زمانہ کون ہے؟ میں نے کہا قسم بخدا میں یہی پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا وہ امام زمانہ میں ہوں۔ میں نے کہا علامت کیا ہے؟ آپ کے ہاتھ اس وقت ایک عصا تھا۔ وہ عصا بول اٹھا کہ میرا یہ آقا ہی امام زمانہ ہے اور یہی حجۃ اللہ ہے۔

(الکافی جلد ۱ ص ۲۵۳)

محمد بن ابی العلا سے اسی کے مثل روایت ہے۔ (مناقب جلد ۴ ص ۳۹۳)

(۳) ـــــ ازالۂ شکوک

حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام کے غلام عسکر کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اپنے دل میں کہا سبحان اللہ میرے مولا کا رنگ

کس قدر زیادہ گندمی ہے ان کے جسم سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں۔ عسکر کا بیان ہے کہ ابھی یہ خیال میرے دل میں آہی رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ آپ کا جسم طول و عرض میں بڑھنے لگا یہاں تک کہ پورا ایوان چھت تک بھر گیا اور چاروں طرف کی دیواروں تک پہنچ گیا۔ پھر دیکھا کہ آپ کے جسم کا رنگ کالی رات کی مانند سیاہ ہوا۔ پھر برف کی طرح سفید ہو گیا پھر سرخ ہو گیا۔ پھر درخت کے پتوں کی طرح سبز ہو گیا۔ اِس کے بعد آپ کا جسم گھٹنے لگا اور گھٹتے گھٹتے اپنی اصلی حالت پر آگیا اور آپ کے جسم کا رنگ بھی جیسا پہلے تھا۔ ویسا ہی ہو گیا۔ پھر آپ نے مجھ سے پکار کر کہا اے عسکر تم لوگ شک کرتے ہو میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں۔ تم لوگوں کے اعتقاد میں ضعف آرہا ہے میں اِسے قوی کر رہا ہوں۔ قسم بخدا ہم لوگوں کی حقیقی معرفت اسی کی ہو گی جس پر اللہ نے کرم فرمایا ہے۔ اور اِس کو ہماری ولایت کے لئے منتخب کر لیا ہے۔

۴ افترا پردازی کی سزا

ابن اردویہ سے روایت ہے اِس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ معتصم نے اپنے وزرا کی ایک جماعت بلائی اور ان سے کہا کہ تم لوگ محمد بن علی کے خلاف جھوٹی گواہی دو اور لکھ کر دو کہ وہ خروج کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اِس کے بعد اس نے آپ کو طلب کیا اور کہا تمہارا ارادہ ہم پر خروج کا ہے آپ نے فرمایا واللہ ایسا نہیں ہے معتصم نے کہا مگر فلاں فلاں گواہ ہیں ان لوگوں نے گواہی دی ہے اور کہا ہے کہ یہ تحریریں میں نے آپ کے بعض غلاموں سے حاصل کی ہیں وہ سب لوگ ایک بڑے کمرے میں جمع تھے۔ آپ نے یہ جھوٹی گواہیاں سن کر دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا پروردگار یہ سب مجھ پر جھوٹ اور افترا پردازی کر رہے ہیں تو ان سے مواخذہ فرما۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم نے دیکھا کہ وہ کمرہ زلزلہ میں ہے۔ جھٹکے کھا رہا ہے اور وہاں سے جو اٹھنا چاہتا ہے وہ گر پڑتا ہے۔ معتصم یہ دیکھ کر بہت گھبرایا اور بولا فرزند رسول میں نے جو کچھ کہا ہے اس کی توبہ کرتا ہوں۔ دُعا کیجئے کہ زلزلہ ٹھہر جائے۔ آپ نے فرمایا پروردگار اس کمرہ کو ساکن کر دے تو خوب جانتا ہے کہ یہ سب میرے اور تیرے دشمن ہیں۔ اور زلزلہ موقوف ہو گیا۔

۵ ناکردہ گناہ کی سزا

علی بن جریر سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوجعفر ابن حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کی کسی کنیز کی بکری گم ہو گئی لوگ اس کے پڑوسی کو پکڑ لائے اور کہنے لگے تم لوگوں نے بکری چرائی تھی۔ ابوجعفر علیہ السلام

نے فرمایا تم پرورائے ہو میرے اس پڑوسی بیچارے کو چھوڑ دو اس نے بکری نہیں چرائی ہے بلکہ بکری فلاں کے گھر میں ہے۔ لوگ اس کے گھر پہنچے اس کے گھر میں بکری مل گئی۔ آپ لوگوں نے اس غریب کو پکڑلیا اسے مارا پیٹا اور کپڑے پھاڑ دیئے وہ بیچارہ قسمیں کھا رہا تھا کہ میں نے بکری نہیں چرائی ہے۔ مگر وہ لوگ اس کو پکڑ کر حضرت ابو جعفر کے پاس لائے آپ نے فرمایا تم پردائے ہو تم نے اس بیچارے پر ظلم کیا یہ بکری خود اس کے گھر میں گھس گئی تھی اس کو معلوم نہ تھا۔ اس کے بعد آپ نے اس کو اپنے پاس بلایا۔ لوگوں نے اس کو پیٹا تھا اس کے کپڑے پھاڑ دیئے تھے اس کے بدلے میں آپ نے اسے کچھ رقم دیکر راضی کرلیا۔ (الخرائج والجرائح)

⑥ ــــ صدقے کا صلہ

قاسم بن محسن کا بیان ہے کہ میں مکہ اور مدینہ کے درمیان سفر میں تھا کہ ایک اعرابی ضعیف الحال میری طرف سے ہو کر گزرا اور مجھ سے سوال کیا۔ مجھے اس پر ترس آیا میں نے ایک روٹی نکال کر اس کو دی۔ وہ چلا گیا تو ایک بگولہ آیا اور میرے سر سے میرا عمامہ اڑا لے گیا۔ مجھے معلوم نہ ہوا کہ وہ کیسے اڑا اور کہاں گیا۔ اب جب میں مدینہ پہنچا تو حضرت ابو جعفر ابن امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا اے ابوالقاسم راستہ میں تمہارا عمامہ اڑ گیا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں آپ نے غلام کو آواز دی اے غلام وہ عمامہ نکال لاؤ وہ غلام گیا اور میرا وہ عمامہ نکال لایا۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول یہ عمامہ آپ تک کیسے پہنچ گیا؟ آپ نے فرمایا تم نے اس اعرابی پر تصدق کیا تھا۔ اس کے شکریہ میں اللہ نے تمہارا عمامہ واپس کر دیا اور اللہ کبھی کسی نیکی کرنے والے کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ الخرائج والجرائح

⑦ ــــ علم الافکار

محمد بن ارومہ نے حسین مسکاری سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک بار بغداد میں حضرت ابو جعفر علیہ السلام کی حالت کو دیکھ کر میں نے دل میں کہا اب یہ اپنے وطن کبھی واپس نہ جائیں گے۔ آپ نے تھوڑی دیر اپنی گردن جھکائی پھر آپ کا رنگ زرد ہو گیا اور فرمایا اے حسین سنو حرم رسول میں جو کی روٹی اور تھوڑا سا نمک بدرجہا بہتر ہے اس حال سے جو تم دیکھ رہے ہو۔ مختار الخرائج والجرائح ص ۲۰۸

محمد بن علی ہاشمی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ جس شب میں حضرت ابو جعفر محمد تقی جواد علیہ السلام کا عقد بنت مامون سے ہوا اسی کی صبح کو میں آپ کی خدمت

میں حاضر ہوا میں نے اس شب کے ابتدائی حصّہ میں ایک دوا کھائی تھی۔ اور صبح کے وقت سب سے پہلے میں آپ کی خدمت میں پہنچا مجھے پیاس لگی ہوئی تھی اور پانی مانگنا مجھے اچھا نہ معلوم ہوا۔ آپ نے ایک نظر میری طرف دیکھا اور فرمایا میرا خیال ہے کہ تم پیاسے ہو؟ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں فرمایا لے غلام پانی لاؤ۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ اس وقت پانی میں زہر ڈال کر آپ کو پلائیں۔ اس سے مجھ کو بڑی تشویش لاحق ہوئی اُدھر غلام پانی لے کر آیا آپ مسکرائے آپ نے پانی پیا پھر مجھے دیا اور میں نے بھی پیا۔ میں دیر تک آپ کے پاس رہا پھر پیاس محسوس ہوئی آپ نے پھر پانی طلب کیا۔ غلام پھر پانی لایا آپ نے پانی نوش فرمایا پھر مجھے پلایا اور مسکرائے۔

محمد بن حمزہ کا بیان ہے کہ مجھ سے محمد بن علی ہاشمی نے کہا کہ واللہ اس وقت مجھے خیال ہوا کہ رافضیوں کے قول کے مطابق یقیناً حضرت ابو جعفر علیہ السلام لوگوں کے دل کی بات جانتے تھے۔ (ارشاد مفید ص۳۰۶، ۳۰۵)

اہل مدینہ میں سے ایک شخص نے مطرفی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کا انتقال ہو گیا۔ اور میرے ان پر چار ہزار درہم قرض تھے اور یہ بات میرے اور ان کے علاوہ کسی اور کو معلوم نہ تھی۔ حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے میرے پاس آدمی بھیجا کہ کل تم مجھ سے آکر ملو۔ میں حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام نے وفات پائی اور تمہارے ان پر چار ہزار درہم قرض ہیں میں نے کہا جی ہاں آپ نے اپنے مصلے کا گوشہ اٹھایا تو اس کے نیچے بہت سے دینار رکھے ہوئے تھے آپ نے وہ سب مجھے دے دیئے ان سب دیناروں کی قیمت اس وقت چار ہزار درہم تھی۔ (ارشاد مفید ص۳۱۶)

کتاب الخرائج والجرائح میں بھی مطرفی سے اس طرح کی روایت ہے۔

(۸) ـــــ شارع العلوم

زرقان جو ابن ابی داؤد کا مصاحب اور اس کا بڑا گہرا دوست تھا اس کا بیان ہے کہ ایک دن ابن ابی داؤد معتصم کے پاس آیا وہ بہت مغموم و محزون تھا میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے جواب دیا آج تو میرے دل میں یہ بات آئی کہ کاش میں آج سے ۲۰ سال پہلے ہی مر گیا ہوتا۔ میں نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا آج امیر المومنین کے سامنے اس کالے ابو جعفر محمد بن علی بن موسیٰ نے مجھے بہت ذلیل کیا۔ میں نے کہا بات کیا ہوئی؟ اس نے کہا ایک چور نے

اپنی چوری کا اقرار کر لیا اور امیر المومنین سے درخواست کی کہ اس پر حد جاری کر کے اس کی تطہیر کر دی جائے تو اس کے لئے دربار میں تمام فقہا جمع کئے گئے۔ جس میں ابو جعفر محمد بن علی تقی جواد بھی آئے۔ امیر المومنین نے ہم لوگوں سے پوچھا کہ اس چور کا ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے؟ میں نے کہا کلائی سے، امیر المومنین نے پوچھا اس کی دلیل کیا ہے؟ میں نے کہا اس لئے کہ ید (ہاتھ) کا اطلاق انگلیوں اور ہتھیلی پر کلائی تک ہوتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تیمم کے متعلق فرماتا ہے کہ

فامسحوا بوجوھکم وایدیکم

اور ساری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں اس سے مراد کلائی ہے۔

دوسرے فقہا نے کہا نہیں بلکہ اس کا ہاتھ کہنی سے کاٹنا واجب ہے۔ امیر المومنین نے پوچھا اس کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟ لوگوں نے کہا دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وضو کے متعلق ارشاد فرماتا ہے کہ

وایدیکم الی المرافق

یعنی وضو میں ہاتھ کہنی تک دھوؤ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ ید (ہاتھ) کی حد کہنی تک ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد معتصم حضرت محمد بن علی تقی علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور بولا اے ابو جعفر تم اس مسئلہ میں کیا کہتے ہو؟ آپ نے فرمایا اے امیر المومنین فقہاء امت اپنی اپنی رائے تو پیش کر ہی چکے مجھے چھوڑیں ان لوگوں کی گفتگو کے بعد میری کیا ضرورت ہے؟ معتصم نے کہا نہیں یہ بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا یا امیر المومنین مجھے معاف رکھیں تو بہتر ہے۔ معتصم نے کہا نہیں تم کو خدا کی قسم یہ بتاؤ کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا خیر جب آپ نے اللہ کی قسم دے دی تو اب سنئیں کہ ان سب نے غلطی کی اور سنت کے خلاف فتویٰ دیا اس لئے کہ صرف انگلیوں کی جڑ سے قطع کرنا واجب ہے۔ ہتھیلی چھوڑ دی جائے گی۔ معتصم نے کہا اس پر دلیل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول دلیل ہے۔ آپ نے فرمایا سجدہ سات اعضا سے ہوتا ہے پیشانی دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کے سرے۔ اب اگر ہاتھ کو کلائی سے کاٹ دیا گیا یا کہنی سے قطع کر دیا گیا تو وہ ہاتھ ہی باقی نہ رہے گا جس سے سجدہ ہو سکے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان المساجد للہ سجدے کی جگہیں اللہ کے لئے ہیں اور اس سے مراد یہی سات اعضا ہیں جس سے سجدہ کیا جاتا ہے فلا تدعوا مع اللہ احداً ان ساتوں اعضا

کے ساتھ اللہ کے سجدے میں کسی اور کو شریک نہ کرو۔ لہٰذا جو چیز اللہ کے لئے ہے وہ نہیں قطع کی جائے گی۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر معتصم ششدر و حیران رہ گیا اور اُس نے ہاتھ کو کلائی سے نہیں بلکہ انگلیوں کی جڑ سے کاٹنے کا حکم دیا ہے۔

ابن ابی داؤد کا بیان ہے کہ یہ دیکھ کر تو مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ اور دل میں کہا کاش میں اس سے پہلے ہی مر چکا ہوتا (اور یہ ذلت نہ دیکھنی پڑتی) زرقان کا بیان ہے کہ پھر مجھے ابن ابی داؤد نے بتایا کہ اس کے بعد میں تیسرے دن معتصم کے پاس گیا اور عرض کیا یا امیر المومنین آپ کو ایک نصیحت کرنی مجھ پر واجب ہے۔ اور میں جانتا ہوں جو کچھ میں کہوں گا اس کے نتیجہ میں میں جہنم میں جاؤں گا۔

معتصم نے پوچھا وہ کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا جب امیر المومنین کسی دینی مسئلہ کے متعلق اپنے دربار میں علماء و فقہائے امت کو جمع فرماتے اور فتویٰ دریافت کرتے ہیں اور وہ لوگ اپنا فتویٰ دے دیتے ہیں اور دربار میں امیر المومنین کا خاندان، امیر المومنین کے سرداران فوج امیر المومنین کے وزراء امیر المومنین کے کاتبین سب موجود رہتے ہیں اور پس در سے وہ لوگ یہ تمام باتیں سن لیتے ہیں۔ پھر امیر المومنین ان تمام علماء و فقہا کے قول کو ترک کر کے ایک ایسے شخص کے قول کو اختیار کرتے ہیں کہ اس امت کے بہت سے لوگ اس کی امامت کے قائل ہیں اور اس امر کے دعویدار ہیں کہ امیر المومنین سے زیادہ اس خلافت کا مستحق یہ شخص ہے پھر اس کے باوجود امیر المومنین تمام فقہا کے فتوؤں کو چھوڑ کر اس شخص کے فتویٰ پر عمل کرتے ہیں؟

راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر معتصم کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور جس چیز کی طرف میں نے اسے متنبہ کیا تھا وہ متنبہ ہو گیا اور بولا تم نے بڑی اچھی نصیحت کی اللہ تمہیں جزائے خیر دے گا۔

اس کے بعد معتصم نے چوتھے دن اپنے کاتبوں اور وزیروں میں سے فلاں کو حکم دیا کہ تم ابو جعفر محمد علی نقی جواد کی اپنے گھر دعوت دے دو اُس نے دعوت دی تو آپ نے اس کے قبول کرنے سے انکار فرمایا اور کہا تمہیں معلوم ہے کہ میں تم لوگوں کی مجلسوں میں شریک نہیں ہوتا اس نے کہا ہمارے یہاں کوئی نشست یا مجلس وغیرہ نہیں ہے ہم نے تو آپ کو کھانے کی دعوت دی ہے۔ اگر آپ زحمت فرما کر ہمارے گھر قدم رنجہ فرمائیں گے تو آپ کا آنا ہمارے لئے باعث برکت ہوگا۔ خلیفہ کے فلاں فلاں وزیر بھی آپ سے ملنا چاہتے

ہیں۔ الغرض آپ تشریف لے گئے جب آپ نے کھانا نوش فرمایا تو فوراً محسوس کر لیا کہ اسمیں زہر ملا ہوا ہے آپ نے حکم دیا کہ میری سواری لائی جائے۔ صاحب خانہ نے کہا جلدی کیا ہے، تھوڑی دیر اور قیام کریں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے گھر سے میرا چلا جانا ہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اس کے بعد ایک دن اور ایک رات، آپ کو اس کی شدید تکلیف رہی اور اسی تکلیف میں آپ نے انتقال فرمایا۔

⑨ امام کی رسوائی کیلئے.....!

یعقوب بن یاسر سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ متوکل اکثر کہا کرتا تھا ہم لوگوں پر وائے ہو ہیں ابن رضا (ابوجعفر محمد تقی جواد علیہ السلام) کے معاملہ سے بے حد پریشان ہوں میں نے بہت کوشش کی وہ ہمارے ندیم و مصاحب بن جائیں اور ہمارے ساتھ ناؤ نوش میں شریک رہیں مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ میں نے کوشش کی کہ کم از کم ایک ہی مرتبہ ہمیں اس کا موقع ملے مگر ایک مرتبہ بھی اس کا موقع نہیں ملا۔ یہ سن کر حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے کہا اگر ابن رضا (حضرت امام محمد تقی علیہ السلام) ایک مرتبہ بھی اس کا موقع نہیں دیتے تو فکر کی کیا بات ہے۔ ان کے بھائی موسیٰ کو بلالو

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد متوکل نے حکم دیا کہ لکھ بھیجو کہ موسیٰ کو بہت عزت و احترام کے ساتھ یہاں بھیجا جائے۔ غرض جب وہ آئے تو متوکل نے حکم دیا کہ تمام بنی ہاشم اور سرداران لشکر اور تمام مسلمان اس کا استقبال کریں اور اگر انہوں نے ایسا کر دکھایا تو انہیں ایک جاگیر دے دی جائے گی اور اس جاگیر میں ان کے لئے ایک مکان تعمیر کر دیا جائے گا اور ان کے گرد شرابی وغیرہ جمع کر دیئے جائیں گے۔ انہیں بہت زیادہ انعام واکرام دیئے جائیں گے نیز ان کے لئے ایک ایسا گھر بھی بنا دیا جائے گا جو اس لائق ہو کہ اس میں جا کر ان سے ملاقات کی جا سکے۔

غرض جب موسیٰ مدینہ سے بغداد پہنچے تو حضرت ابوالحسن (امام محمد تقی علیہ السلام) نے قنطرۂ وصیف کے مقام پر پہنچ کر ان سے ملاقات کی انہیں سلام کیا اور کہا دیکھئے اس شخص نے آپ کو اس لئے بلایا ہے تاکہ آپ کو رسوا اور بدنام کرے۔

موسیٰ نے جواب دیا اب میں کیا کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا دیکھو اپنے رب کی نافرمانی کر کے اپنی قدر و منزلت کو نہ گھٹاؤ اور ایسا کام نہ کرو جو تمہیں رسوا اور بدنام کر دے اس لئے کہ اس نے تم کو بلایا ہی اس وجہ سے ہے کہ تمہاری عزت خاک میں ملا دے۔ مگر موسیٰ آپ کی

ماننے سے انکار ہی کرتے رہے آپ نے ہر چند نصیحت کی ہر طرح سمجھایا مگر وہ اپنی بات پر اڑے رہے۔ جب آپ نے دیکھا کہ موسیٰ کوئی بات ماننے کے لئے تیار نہیں تو فرمایا اچھا تو پھر سُن لو جس مجلس میں وہ تم سے ملنا چاہتا ہے وہ مجلس تمہیں اور اسے تا ابد نصیب نہ ہوگی۔

راوی کا بیان ہے کہ موسیٰ بغداد میں تین سال مقیم رہے اور ہر روز صبح سویرے وہ متوکل کے دروازے پر پہنچتے تو کبھی کہا جاتا امیر المومنین آج بہت مشغول ہیں۔ کبھی کہا جاتا کہ اس وقت نشہ میں ہیں۔ کبھی کہہ دیا جاتا کہ دوا پی ہے آرام کر رہے ہیں غرض کہ اس طرح تین سال گزر گئے۔ یہاں تک متوکل کو قتل کر دیا گیا اسطرح موسیٰ اور مجلسِ شراب ایک جا جمع نہ ہو سکے۔

(۱۰) بد کردار باپ کی خدمت

بکر بن صالح سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میرے ایک داماد نے حضرت ابو جعفر ثانی (امام محمد تقی جواد علیہ السلام) کو خط لکھا کہ میرا باپ بہت خبیث اور ناصبی ہے میں اس کی طرف سے بہت سختیاں برداشت کر رہا ہوں میں آپ پر قربان اگر مناسب ہو تو میرے لئے دُعا فرمائیں۔ علاوہ ازیں آپ کی کیا رائے ہے میں اس کے سامنے کھُل جاؤں یا اس کی دلجوئی میں لگا رہوں؟ آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ جو کچھ تم نے اپنے خط میں اپنے باپ کے متعلق لکھا اس سے مطلع ہوا۔ میں انشاءاللہ تمہارے حق میں دُعا کرنا نہ چھوڑوں گا اور اس کے سامنے کھُل جانے سے بہتر یہ ہے کہ تم اس کی دلجوئی سے کام لو۔ اس لئے کہ سختی کے بعد آسانی ہوتی ہے۔ صبر کرو پرہیزگاروں کا انجام اچھا ہوتا ہے۔ جس سے تم تولا رکھتے ہو اللہ تمہیں اس پر ثابت قدم رکھے۔ ہم لوگ اور تم لوگ سب کے سب اللہ کی امانت ہیں وہ اس کو ضائع نہیں ہونے گا۔ بکر کا کہنا ہے کہ پھر اللہ نے اس کے باپ کے دل کو نرم کر دیا اب وہ کسی معاملہ میں مخالفت نہیں کرتا۔

(۱۱) معجزہ طی الارض

علی بن خالد سے روایت ہے جو زیدیہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ میں مقام عسکر (سامرہ) میں تھا مجھے اطلاع ملی کہ یہاں ایک قیدی ہے۔ جس کو ملک شام سے گرفتار کر کے یہاں لایا گیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس کو دعویٰ نبوت تھا علی بن خالد کا بیان ہے کہ میں وہاں کے پہرہ داروں اور سرداروں کے ذریعہ اس شخص تک پہنچا تو دیکھا کہ وہ شخص کوئی دیوانہ نہیں بلکہ صاحب فہم و عقل ہے۔ میں نے اس سے پوچھا تمہارا قصّہ اور معاملہ کیا ہے؟ اس نے بتایا

کہ میں شام کا رہنے والا ہوں اور مقام راس الحسین علیہ السلام پر عبادت کیا کرتا تھا۔ ایک دن میں مشغول عبادت تھا کہ ایک شخص آیا۔ اُس نے کہا اٹھو اور میرے ساتھ چلو۔ چند ہی قدم چلنے کے بعد ہم مسجد کوفہ میں پہنچ گئے۔ اس شخص نے مجھ سے پوچھا کیا تم اِس جگہ کو پہچانتے ہو۔ میں نے کہا ہاں یہ مسجد کوفہ ہے اِس کے بعد ہم دونوں نے وہاں پر نماز ادا کی اور آگے روانہ ہوئے ابھی چند ہی قدم چلے تھے کہ مدینہ میں مسجد نبوی کے اندر پہنچ گئے۔ اِس مقام پر بھی ہم دونوں نے نماز پڑھی اور چند قدم آگے بڑھے تو مکہ پہنچ گئے۔

یہاں پر ہم نے مناسک حج ادا کئے اِس کے بعد دوبارہ روانہ ہوئے تو واپس اپنے مقام پر شام میں راس الحسین علیہ السلام پر تھے۔ مجھے وہاں پہنچا کر وہ شخص غائب ہو گیا۔

دوسرے سال جب حج کا موسم آیا تو وہ شخص پھر آیا اور مجھے حسب سابق اپنے ہمراہ لے گیا اور تمام زیارات و مناسک حج وغیرہ کرا کے مجھے واپس شام پہنچا گیا جب واپس جانے لگا تو میں نے کہا آپ کو اِس ذات کا واسطہ کہ جس نے آپ کو یہ قدرت و کرامت عطا کی ہے یہ بتایئے کہ آپ کون ہیں؟ یہ سُن کر آپ دیر تک گردن جھکائے کھڑے رہے پھر میری طرف دیکھا اور کہا کہ میں محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر ہوں۔

(۱۲) بصارت پلٹ آئی

محمد بن میمون کا بیان ہے کہ وہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ مکہ میں آپ کے خراسان تشریف لے جانے سے پہلے موجود تھا۔ میں نے آپ سے عرض کیا کہ میرا ارادہ مدینہ جانے کا ہے اگر آپ کوئی خط اپنے فرزند حضرت ابو جعفر کو دینا ہو تو مجھے دیں میں پہنچا دوں گا۔ یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا اور خط لکھا میں اسے لیکر مدینہ پہنچا اور دروازے پر پہنچ کر دستک دی حضرت ابو جعفر علیہ السلام کا خادم باہر نکلا اور آپ کے گہوارے کے پاس لے گیا میں نے وہ خط آپ کو پیش کیا۔ آپ نے موفق خادم سے کہا لفافہ چاک کرو اور خط نکالو۔ اس نے لفافہ چاک کر کے خط نکالا۔ آپ نے ایک نظر اِس پر ڈالی پھر مجھ سے فرمایا اے محمد تمہاری آنکھ کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا فرزند رسول میری آنکھ جاتی رہی ہے جیسا کہ آپ بھی دیکھ رہے ہیں راوی کا بیان ہے۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا اور میری آنکھوں پر مسح کر دیا اور میری بصارت پلٹ آئی میں نے آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا اور واپس ہوا۔

(مختار الخرائج والجرائح ص۲۰۷)

(۱۳) گھٹنوں کا درد دور ہوگیا

ابوبکر بن اسماعیل کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابوجعفر ابن امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میری ایک کنیز ہے جو ریاحی مرض میں مبتلا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو میرے پاس لاؤ۔ میں اس کو لے کر آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے فرمایا اے کنیز تجھے کیا شکایت ہے اس نے عرض کیا میرے گھٹنوں میں ریاحی درد ہے آپ نے اپنے ہاتھوں سے اس کے گھٹنوں کو کپڑے کے اوپر سے مس کیا وہ کنیز فوراً اچھی ہوگئی۔ پھر اس کے بعد اس کے گھٹنوں میں کبھی درد نہ ہوا۔

(۱۴) مسیحا

محمد بن عمیر بن واقد رازی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوجعفر علیہ السلام کی خدمت میں اپنے بھائی کو لے کر گیا اس کو سانس کی شکایت تھی اس نے آپ سے اپنی شکایت بیان کی آپ نے فرمایا جا ؤ اللہ تمہاری شکایت دور کر دے گا۔ اب جب ہم لوگ آپ کے پاس سے واپس ہوئے تو وہ صحت یاب ہو چکا تھا پھر اس کے بعد اس کو یہ شکایت مرتے دم تک نہیں ہوئی۔

محمد بن عمر کا بیان ہے کہ میری کمر میں ہر ہفتہ درد ہو جایا کرتا تھا اور یہ درد کچھ دنوں سے شدت اختیار کر چکا تھا میں نے حضرت ابوجعفر علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ دعا کریں یہ تکلیف دور ہو جائے آپ نے فرمایا جاؤ اللہ نے تمہاری یہ تکلیف دور کر دی۔ اس کے بعد پھر وہ تکلیف مجھے اب تک نہیں ہوئی۔

(۱۵) ایک اعجاز

اسماعیل بن عباس ہاشمی سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ عید کے دن حضرت ابوجعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے تنگی معاش کی شکایت کی تو آپ نے اپنے مصلیٰ کا ایک گوشہ اٹھایا اور مٹی کے اندر سے سونے کی ایک ڈلی نکالی اور مجھے دی میں اُسے بازار لے کر گیا تو وہ وزن میں سولہ مثقال تھی۔

(مختار الخرائج والجرائح ص ۲۰۹)

بکر بن صالح نے محمد بن فضیل صیرفی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے

کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک خط لکھا اور اس کے آخر میں یہ بھی تحریر کیا کہ بتایئے کیا آپ کے پاس سلاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں؟ خط تو لکھ لیا مگر اس کو بھیجنا بھول گیا (وہ میرے پاس ہی پڑا رہ گیا) تو آپ نے مجھے خط تحریر فرمایا۔ اس میں ضروری امور تحریر فرمائے پھر آخر میں آپ نے تحریر کیا کہ ہاں میرے پاس رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسلحے ہیں اور وہ تبرکات ہم لوگوں میں ایسے ہی ہیں جیسے بنی اسرائیل میں تابوت سکینہ ہم لوگ جدھر جاتے ہیں وہ بھی ہمارے ساتھ جاتا ہے اور یہ تبرکات ہر امام کے پاس رہتے ہیں۔

نیز میں مکہ میں تھا مگر اپنے دل میں ایک ایسی بات چھپائے ہوئے تھا جسے اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ جب میں مدینہ پہنچا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے ایک نظر میری طرف دیکھا اور فرمایا۔ جو کچھ تمہارے دل میں ہے اس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ بکر بن صالح نے محمد بن فضیل سے پوچھا وہ کیا بات ہے۔ اس نے کہا میں وہ بات کسی کو نہ بتاؤں گا۔

نیز راوی کا بیان ہے کہ میرے ایک پاؤں میں (عرق مدنی) ایک مرض پیدا ہو گیا اس سے پہلے آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ تمہیں یہ مرض ہوگا اسے برداشت کرنا۔ اگر میرے شیعوں میں سے جس کو یہ مرض پیدا ہوا اور وہ برداشت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے نام ایک ہزار شہیدوں کا ثواب لکھ دے گا۔ جب میں بطن مرہ (ایک مقام) میں پہنچا تو میرے پاؤں میں یہ مرض پیدا ہو گیا اور کئی ماہ اس کی تکلیف رہی دوسرے سال میں نے حج کیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا مولا میں آپ پر قربان میرے پاؤں پر کچھ پڑھ کر دم کر دیجئے اس میں بہت درد ہے آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں مجھے وہ پاؤں دکھاؤ جو صحیح ہے میں نے وہ پاؤں دکھایا آپ نے اس پر دعا دم کر دی جب آپ کے پاس سے اٹھا تو اس صحیح پاؤں میں بھی درد ہو گیا میں نے دل میں کہا آپ نے تو درد سے پہلے اس پر دعا دم فرمائی تھی۔ مگر بعد میں وہ بھی صحیح ہو گیا۔

ابو مسلمہ کا بیان ہے کہ میں حضرت ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا وہ بہت گراں گوش اور بہرہ تھا۔ میں نے آپ سے اپنا حال بیان کیا آپ نے مجھے قریب بلایا اور اپنا دست مبارک میرے کانوں پر مس کر کے فرمایا اب سنو اور اچھی طرح سنو۔ راوی کا بیان ہے کہ جب سے آپ نے دعا فرمائی میں لوگوں کی خفیف سے خفیف تر آواز بھی سننے لگا۔

روایت کی گئی ہے کہ جب ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام کوفہ کی گلیوں سے گزرے تو دار مسیب کے قریب اترے اس کے صحن میں جنگلی بیر کا ایک درخت تھا جس میں کبھی پھل نہ آتے تھے آپ نے ایک برتن میں وضو کے لئے پانی منگوایا اور اس بیر کی پیڑ کے پاس بیٹھ کر وضو فرمایا اور لوگوں کے ساتھ نماز مغرب و عشاء پڑھی اور دو عدد شکر کا سجدہ بجا لائے۔ پھر وہاں سے اٹھے اور اس بیر کے درخت کے پاس آئے تو لوگوں نے دیکھا کہ اس میں بہترین پھل آگئے۔ یہ دیکھ کر لوگوں کو بڑا تعجب ہوا اور اسے چکھا تو وہ بہت شیریں تھے اور اس میں بیج نہ تھے۔ بہر حال لوگوں نے آپ کو رخصت کیا اور آپ مدینہ تشریف لائے۔

شیخ مفید علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ میں نے بھی اس درخت کے پھل کھائے واقعًا اس میں گٹھلی (بیج) نہ تھی۔

عمارہ بن زید سے روایت ہے کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضرت محمد بن علی جواد کے سامنے ایک چینی کا پیالہ رکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اے عمارہ میں تمہیں اس سے ایک چیز دکھاؤں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے اس پیالہ پر اپنا ہاتھ رکھا وہ پگھل کر پانی ہوگیا۔ آپ نے اس کو پھر ایک پیالے میں جمع کیا اور پھر اسے اپنے ہاتھ سے مس کیا پھر وہ پیالہ جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہوگیا۔ آپ نے فرمایا دیکھو قدرتِ امام ایسی ہونی چاہیئے۔

زکریا بن آدم سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام تشریف لائے۔ اس وقت آپ کا سن مبارک چار سال سے بھی کم تھا۔ آپ نے آکر اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور چہرہ آسمان کی طرف بلند فرمایا اور دیر تک کچھ سوچتے رہے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا اے فرزند کیا سوچ رہے ہو؟ فرمایا میں یہ سوچ رہا ہوں کہ میری جدہ ماجدہ پر کیسے کیسے مظالم ہوئے خدا کی قسم جی چاہتا ہے کہ میں ان ظالم لوگوں کو نکالوں۔ انہیں جلاؤں اور ان کی راکھ سمندر میں بہا دوں۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ان کو اپنے قریب بلایا ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا میرے ماں باپ تم پر قربان واقعًا تم ہی امامت کے اہل ہو۔

(۱۶) علم ما فی الضمیر

ہمارے اصحاب میں سے ایک بزرگ جن کا نام عبداللہ بن زرین تھا ان کا بیان ہے

کہ میں قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر مجاور تھا۔ حضرت ابو جعفر علیہ السّلام کا دستور تھا کہ وہ روزانہ زوال کے وقت مسجد رسول میں تشریف لاتے اور مسجد کے باہر چٹان کے پاس سواری سے اُترتے وہاں سے سیدھے قبر رسول تک آتے اور وہاں سے پھر بیت فاطمہ تک جاتے۔ وہاں نعلین مبارک اتارتے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھتے۔ ایک دن میرے جی میں آیا کہ جب آپ اپنی سواری سے اتریں گے میں بڑھ کر آپ کے پاؤں کی خاک اٹھالوں گا۔ اِس ارادہ سے میں وہاں جاکر بیٹھ گیا اور آپ کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔

جب زوال کا وقت آیا تو آپ اپنی سواری پر تشریف لائے اور وہاں نہیں اترے جہاں ہر روز اترا کرتے تھے اور آگے بڑھ گئے اِس چٹان پر اُترے جو دروازہ مسجد پر تھی۔ پھر وہاں سے سیدھے مسجد میں داخل ہوئے۔ اور پھر قبر مطہر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو سلام کیا اور وہاں سے آگے بڑھے۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے جب اِس مقام پر پہنچے جہاں روزانہ نماز پڑھتے تھے۔ آپ نے اپنا یہ روزانہ کا معمول بنالیا میں نے دل میں سوچا اچھا جب آپ اپنا نعلین مبارک اتار کر چلیں گے تو وہاں آپ کے پاؤں کے نیچے کے سنگریزے اٹھالوں گا۔

مگر دوسرے دن جب زوال کے وقت تشریف لائے تو اس چٹان پر سواری سے اُترے قبر رسول پر پہنچے وہاں سلام کیا پھر اِس مقام پر پہنچے جہاں نماز پڑھا کرتے تھے۔ آپ نے نعلین مبارک نہیں اُتاری اور اس کے بعد چند دنوں تک آپکا یہی معمول رہا۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہاں مجھے اِس کا موقع نہیں ملے گا۔ اب حمام جاؤں گا جب آپ حمام میں تشریف لے جائیں گے تو آپ کے پاؤں کی خاک اٹھالوں گا۔ مگر جب آپ حمام تشریف لائے تو مع سواری کے سیدھے کپڑے اتارنے کی جگہ پہنچے اور چٹائی پر سواری سے اُترے۔ میں نے حمام والے سے پوچھا تو اس نے کہا۔ بخدا وہ ایسا تو کبھی نہیں کرتے تھے آج یہ نئی بات ہے۔ میں انتظار میں بیٹھا رہا کہ حمام سے نکلیں گے تو سواری تک جائیں گے میں پاؤں کی خاک اٹھالوں گا۔ مگر آپ نے سواری اندر منگوالی لباس تبدیل کرنے کی جگہ چٹائی پر کھڑے رہے اور وہاں سے سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ میں نے دل میں کہا قسم بخدا میں نے مولا کو بہت اذیت پہنچائی۔ اب میں کبھی بھی آپ کے پاؤں کی خاک اٹھانے کا ارادہ نہ کروں گا۔ اِس کے بعد آپ جب وقت زوال تشریف لائے تو پھر اسی مقام پر سواری سے اترے جس مقام پر ہمیشہ اترا کرتے تھے۔

(۱۷) ــــ مسیحائی

محمد بن سنان سے روایت ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے آنکھ کی تکلیف کی شکایت کی آپ نے ایک کاغذ لیا اور حضرت امام محمد تقی ابو جعفر علیہ السلام کے نام ایک چھوٹا سا پرچہ لکھا۔ خادم کو دیا اور مجھ سے کہا کہ اس کے ساتھ چلے جاؤ مگر یہ بات کسی سے نہ کہنا۔ میں خادم کے ساتھ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس آیا خادم نے وہ خط آپ کے سامنے کھول کر پیش کیا۔ آپ نے ایک نظر اس خط پر ڈالی اور آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور کئی مرتبہ فرمایا تم اچھے ہو گئے تم اچھے ہو گئے اور آپ کے فرماتے ہی ساری تکلیف جاتی رہی اور اب مجھے اتنا نظر آنے لگا جتنا کسی کو نظر نہ آتا تھا۔

محمد بن سنان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے عرض کیا اے صاحب فطرس کے شبیہ آپ کو واقعتاً اللہ تعالیٰ نے اس امت میں ایسا ہی بزرگ بنایا ہے جیسا بزرگ اللہ نے حضرت عیسیٰ کو بنی اسرائیل میں بنایا تھا۔ میں وہاں سے واپس ہوا۔ اور میری نگاہ ایک عرصہ تک بالکل درست رہی مگر جب میں نے لوگوں سے اس راز کو افشا کر دیا کہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے میری آنکھ کے لئے دُعا کر دی تھی۔ تو میری آنکھ میں وہی تکلیف پھر شروع ہو گئی۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن سنان سے پوچھا تم جو شبیہ صاحب فطرس کہا اس کا کیا مطلب تھا؟ اس نے کہا ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے ایک فرشتے پر جس کا نام فطرس تھا ناراض ہوا اور اسکے پر و بال توڑ دیئے اور اسے ایک جزیرے میں ڈال دیا۔ جب امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبریل کو مبارک بادی کا پیغام دے کر بھیجا جبریل فطرس کے دوست تھے۔ اس جزیرے کی طرف سے گزرے اور اسے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چھوٹا نواسہ حسین پیدا ہوا ہے۔ اللہ نے مجھے مبارکباد دے کر بھیجا ہے اگر کہو تو میں تمہیں اپنے بازوں پر اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے چلوں وہ تمہاری سفارش کر دیں گے؟ فطرس نے کہا بہت بہتر۔ جبریل نے اسے اپنے بازوں پر اٹھایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبارک باد کا پیغام پہنچایا۔ پھر فطرس کا واقعہ بیان کیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فطرس سے کہا جاؤ میرے نواسے حسین کے گہوارے سے اپنے بازوں کو مسح کر لو۔ فطرس

نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بازوں کو پھر جوڑ دیا اور اسے دوبارہ ملائکہ کے ساتھ اس کی منزل پر پہنچا دیا۔ رجال کشی ص ۴۸۷

شاذویہ بن حسن بن داؤد قمی راوی ہے اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوجعفر محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت میری عورت حاملہ تھی میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے فرزند نرینہ عطا فرمائے یہ سُن کر آپ تھوڑی دیر گردن جھکائے رہے۔ پھر فرمایا جاؤ اللہ تم کو فرزند نرینہ عطا فرمائے گا یہ آپ نے تین بار فرمایا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں مکہ آیا اور خانہ کعبہ کی طرف گیا تو محمد بن حسن بن صباح میرے پاس چند آدمیوں کی طرف سے ایک بلاوے کا خط لے کر آیا۔ جن میں صفوان بن یحییٰ و محمد بن سنان اور ابن عمیر وغیرہ تھے۔ میں ان لوگوں کے پاس پہنچا تو ان لوگوں نے مجھ سے واقعہ دریافت کیا میں نے ان لوگوں نے بتایا کہ حضرت محمد تقی علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے۔ ان لوگوں نے کہا تم کو خوب یاد ہے آنجناب نے فرزند ذکر فرمایا تھا۔ یا فرزند ذکی؟ میں نے کہا مجھے تو ذکر یاد آتا ہے۔ ابن سنان نے کہا خیر تمہارے ہاں لڑکا ضرور پیدا ہوگا مگر یا مرا ہوا پیدا ہوگا یا فوراً پیدا ہوتے ہی مر جائے گا لوگوں نے محمد بن سنان سے کہا ہم لوگ بھی وہی سمجھے جو تم سمجھے ہو ہم نے دل میں سوچا کہ ہم نے اس بیچارے کو ناحق دکھ پہنچایا۔ ابھی میں خانہ کعبہ کے پاس ہی تھا کہ ایک شخص دوڑا ہوا آیا اور بولا جلدی چلیں آپ کی زوجہ قریب بہ مرگ ہے میں فوراً بھاگا اور دیکھا کہ وہ واقعاً مرنے کے قریب ہے مگر تھوڑی ہی دیر میں اس کے ایک مردہ لڑکا پیدا ہوا۔

رجال کشی ص ۴۸۶

ابوہاشم سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ مقام سنان پر حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں آپ پر قربان مجھے مٹی کھانے کی عادت پڑ گئی ہے آپ دُعا فرمائیں یہ سُن کر آپ خاموش رہے پھر کچھ دنوں کے بعد آپ نے فرمایا اے ابوہاشم اللہ نے تمہاری مٹی کھانے کی عادت چھڑا دی میں نے عرض کیا جی ہاں اب تو سب سے زیادہ مجھے اس سے نفرت ہے۔

مختار خرائج والجرائح

کتاب ارشاد میں بھی ابوہاشم کی یہ روایت مرقوم ہے۔ کافی جلد ۱ ص ۴۹۵

اعلام الوریٰ میں بھی ابوہاشم کی یہ روایت مذکور ہے۔ ارشاد ص ۳۷

ابو ہاشم سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک شخص حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا فرزند رسول میرے باپ کا انتقال ہو گیا ہے اس کے پاس بہت رقم تھی مگر مجھے معلوم نہیں کہ وہ یہ رقم کہاں رکھ کر مرا ہے اور میں کثیر العیال ہوں اور آپ لوگوں کا دوست دار ہوں میری مدد فرمائیں۔ حضرت ابو جعفر محمد تقی جواد علیہ السلام نے فرمایا جب تم نماز عشاء سے فارغ ہو تو محمد و آل محمد پر درود بھیجو تمہارا باپ خواب میں آکر تمہیں بتا جائے گا کہ رقم کہاں رکھی ہے۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور اپنے باپ کو خواب میں دیکھا۔ باپ نے کہا بیٹے وہ رقم فلاں جگہ رکھی ہوئی ہے اسے لے لو اور فرزند رسول سے جا کر بتا دو کہ میں نے خواب میں اس رقم کی نشاندہی کر دی ہے۔ باپ کی نشاندہی پر اس شخص نے وہ رقم لی اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں آکر اس نے بتایا کہ میرے باپ نے خواب میں مجھے اس رقم کی نشاندہی کر دی اور کہا ہے کہ اس خدا کا شکر جس نے آپ کو اتنا مکرم بنایا اور آپ کو امامت کے لئے منتخب فرمایا۔

مختار الخرائج والجرائح ص ۲۳۷

(۱۸) ـــ یہ فطرس والے ہیں

احمد بن محمد بن ابی نصر اور محمد بن سنان ان دونوں کا بیان ہے کہ ہم لوگ مکہ میں تھے اور حضرت ابو الحسن امام رضا علیہ السلام بھی وہیں تھے۔ ہم لوگوں نے آپ سے عرض کیا ہم آپ پر قربان اب ہم لوگ یہاں سے نکلنے والے ہیں اور آپ کا قیام ابھی یہاں رہے گا لہذا اگر مناسب ہو تو حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام کو ایک خط تحریر فرما دیں تاکہ ان کے پاس قیام کریں آپ نے خط لکھ دیا ہم لوگ وہ خط لے کر مدینہ پہنچے اور موفق (خادم) سے کہا ذرا حضرت ابو جعفر کو باہر لاؤ وہ انہیں باہر لایا۔ آپ موفق کی آغوش میں سینے سے لگے ہوئے تھے۔ آپ اس خط کو پڑھتے کبھی اس کو تہہ کرتے اور کبھی مسکراتے یہاں تک کہ آپ نے اس خط کو آخر تک اس طرح پڑھا کہ اوپری حصہ کو تہہ کرتے اور نچلے حصے کو کھولتے جاتے۔

محمد بن سنان کا بیان ہے کہ جب پورا خط پڑھ چکے تو آپ نے فرمایا "نجات یافتہ نجات یافتہ" احمد کا بیان ہے کہ ابن سنان نے کہا واقعاً یہ فطرس والے ہیں۔ یہ فطرس والے ہیں۔

(رجال کشی ص ۴۷۸)

(۱۹) === اکلوتے فرزند

احمد بن محمد بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے میرے پاس اپنے ایک غلام کو خط دے کر بھیجا جس میں حکم تھا کہ مجھ سے آ کر ملو۔ میں حاضر ہوا۔ وہ اسوقت مدینہ میں خانہ بزیع کے اندر مقیم تھے میں اندر داخل ہوا سلام کیا آپ نے صفوان اور محمد ابن سنان وغیرہ کا تذکرہ کیا جن کے متعلق وہ اکثر لوگوں سے سُن چکے تھے۔ میں نے اپنے دل میں کہا میں آپ کو زکریا ابن آدم کی طرف بھی متوجہ کروں۔ پھر دل میں کہا کہ میں کون ہوتا ہوں کہ اپنے مولا جیسے کو توجہ دلاؤں وہ جو کچھ کر رہے ہیں اِس سے خوب واقف ہیں۔ آپ نے فرمایا اے ابو علی سنو ابو یحییٰ جیسے کے معاملہ میں عجلت مناسب نہیں وہ میرے پدر بزرگوار کی خدمت میں رہ چکے ہیں ان کی نظر میں ان کا ایک مقام تھا۔ اور ان کے بعد میرے نزدیک بھی ان کا ایک مقام ہے۔ اگرچہ مجھے مال خمس کی ضرورت ہے مگر انہوں نے ابھی تک نہیں بھیجا۔

میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان وہ آپ کے پاس مال خمس بھیجنے والے ہیں انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ اگر تم مولا سے ملاقات کرو تو کہہ دینا کہ مال خمس کے بھیجنے میں میرے لئے رکاوٹ صرف میمون و مسافر کا اختلاف ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا میرا ایک خط اِس کے پاس لے جاؤ اور کہہ دینا کہ وہ مال خمس بھیج دے۔ میں آپ کا خط لے کر زکریا کے پاس آیا تو زکریا خود مال خمس لے کر آپ کی خدمت میں پہنچے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ نے مجھ سے خود بغیر پوچھے ہوئے فرمایا کہ اپنا شُبہ دور کر لو۔ میرے سوا میرے والد کا کوئی اور فرزند نہیں میں نے عرض کیا آپ نے صحیح فرمایا میں آپ پر قربان۔ رجال کشی ص۴۹۷

احمد بن محمد نے اپنے باپ سے یہی روایت کی ہے۔ بصائر الدرجات ص۲۳۷

حسن بن علی دشار سے روایت ہے اِس کا بیان ہے کہ میں مدینہ کے اندر مشربہ صریا میں حضرت ابو جعفر علیہ السلام کے ساتھ تھا آپ نے فرمایا ابھی نہ جانا یہیں ٹھہرو۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میرا ارادہ تھا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی قمیضوں میں سے کوئی قمیض آپ سے مانگوں گا مگر نہ مانگ سکا۔ اچھا اب جب وہ پلٹ کر آئیں گے تو مانگ لوں گا۔ مگر آپ نے اپنی واپسی سے پہلے ہی بغیر مانگے ہوئے مقام مشربہ میں میرے پاس ایک قمیض بھیج دی اور فرستادہ نے آ کر کہا کہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ لو یہ حضرت امام

رضا علیہ السلام کی قمیض ہے جس میں آپ نماز پڑھا کرتے ہیں۔ الخرائج والجرائح

اخبار بالغیب ⑳

ابن ارومہ سے روایت ہے کہ اس کا بیان ہے کہ امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچانے کے لئے ایک عورت نے میرے ساتھ کچھ زیورات کچھ نقدیات کر دیئے اور میں یہی سمجھ رہا تھا کہ یہ سب کچھ اسی عورت کا ہے اس لئے میں نے اس سے اس کی تفصیل بھی نہیں پوچھی۔ میں سب مال لیکر مدینہ پہنچا اور دیگر اصحاب کے اموال کے ساتھ میں اس کا مال بھی لے کر مدینہ پہنچا اور سب حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دیا اور ایک خط میں لکھ دیا کہ فلاں عورت کی طرف سے یہ یہ مال اور فلاں فلاں لوگوں کی طرف سے یہ یہ مال روانہ خدمت ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا فلاں فلاں شخصوں کی طرف سے جو تم نے مال بھیجا وہ موصول ہوا نیز دو عورتوں کی طرف سے یہ یہ موصول ہوا۔ اللہ تمہارا یہ عمل قبول کرے تم سے خوش رہے اور تمہیں دنیا اور آخرت دونوں میں ہم لوگوں کے ساتھ قرار دے۔

جب میں نے سُنا کہ دو عورتوں کا مال پہنچا ہے تو مجھے شک ہوا کہ کہیں خط تبدیل تو نہیں ہو گیا ہے کیونکہ مجھے یقین تھا کہ اس میں صرف ایک عورت کا مال ہے۔ یہ دو عورتوں کا مال کیسا معلوم ہوتا ہے میرے خط پہنچانے والے کی غلطی ہے۔ اب جب میں اپنے وطن واپس آیا تو وہ عورت آئی اور اس نے پوچھا کیا ہماری بضاعت مولا تک پہنچا دی؟ میں نے کہا ہاں اس نے کہا اور فلاں عورت کی؟ میں نے کہا کیا اس میں کسی اور عورت کی بھی بضاعت شامل تھی؟ اس نے کہا ہاں اس میں میری رقم اتنی تھی اور میری فلاں بہن کی اتنی تھی۔ میں نے کہا ہاں ہاں پہنچا دی۔ مختار الخرائج والجرائح

ابراہیم بن سعید سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام محمد بن الجواد علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک گھوڑی سامنے سے ہو کر گزری آپ نے فرمایا آج شب اس گھوڑی کے نر بچہ پیدا ہوگا۔ جس کی پیشانی سفید ہو گی۔ یہ سُن کر میں نے اجازت چاہی اور اس گھوڑی کے مالک کے ساتھ ساتھ چلا اور مسلسل رات بھر اسے دیکھتا رہا یہاں تک کہ اسی شب میں اس کے ویسا ہی بچھڑا پیدا ہوا جیسا آپ نے فرمایا تھا۔ اس کے بعد میں آپ کی خدمت میں آیا آپ نے فرمایا اے ابن سعید جو کچھ میں نے کہا تھا اس میں تمہیں شک تھا اچھا اب سنو تمہارے گھر میں جو تمہاری زوجہ حاملہ

ہے اِس کے لڑکا پیدا ہوگا مگر وہ کانا (یک چشم) ہوگا۔ بخدا اس کے بعد میرا لڑکا محمد پیدا ہوا جو کانا اور یک چشم تھا۔

(۲۱) کنیز کی خریداری

حمیری نے کتاب الدلائل میں صالح بن عقبہ سے روایت کی ہے اِس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حج کا فریضہ ادا کیا اور حضرت ابوجعفر جواد علیہ السلام سے اپنی مجرد زندگی کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا جب تم حرم سے نکلو گے تو ایک کنیز خرید لینا اِس سے اللہ تم کو ایک لڑکا عطا فرمائے گا۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان کیا آپ اِس کی خریداری میں مجھے مشورہ دیں گے۔ فرمایا ہاں جب تمہیں کوئی کنیز پسند آئے تو مجھے اطلاع دینا غرض میں ایک کنیز پسند کر کے آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا میں آپ پر قربان میں نے ایک کنیز پسند کرلی ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا تم چلو اور اِس کنیز کے قریب کھڑے ہو جاؤ میں آتا ہوں۔ میں بردہ فروش کی دوکان پر پہنچا۔ آپ ادھر سے گزرے اس کنیز پر ایک نظر ڈالی اور آگے بڑھ گئے۔ میں آپ کی خدمت میں آیا آپ نے فرمایا میں نے دیکھ لیا اگر تمہیں پسند ہے تو ضرور خرید لو مگر اس کی عمر بہت کم رہ گئی ہے میں نے عرض کیا پھر میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر پسند ہے تو خرید لو۔ دوسرے دن میں پھر اِس بردہ فروش کی دوکان پر پہنچا۔ اس نے کہا اِس کنیز کو بخار ہے۔ میں تیسرے دن پھر گیا اور پوچھا اس نے کہا آج وہ مرگئی اور میں نے اِس کو دفن بھی کر دیا۔ میں نے آکر آپ سے اِس کے مرنے کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا اب کوئی اور دیکھو میں نے ایک کنیز کو پھر دیکھ کر آپ کو اطلاع دی آپ اپنی سواری پر میرے ساتھ چلے میں اِس کنیز کے قریب پہنچا۔ آپ ادھر سے ہو کر گزرے۔ میں وہاں سے پھر آپ کے پاس آیا آپ نے فرمایا ہاں اِسے خرید لو میں نے دیکھ لیا ہے۔ آپ کے مشورہ پر میں نے اسے خرید لیا پھر اِسی کنیز سے میرا فرزند محمد پیدا ہوا۔

صالح بن عقبہ اصحب سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ حج کے لئے گیا اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے اپنی تنہا اور مجرد زندگی کی شکایت کی آپ نے فرمایا جب تم حرم سے نکلو تو ایک کنیز خرید و اللہ تم کو اس سے ایک فرزند عطا کرے گا۔ میں نے عرض کیا میرے ساتھ آپ بھی چلیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ آپ سواری پر سوار ہو کر نخاس (بازار) گئے اور ایک کنیز کو منتخب کر کے فرمایا اسے خرید

لو۔ میں نے اسے خرید لیا اور بحمد للہ اس کے بطن سے میرا یہ بیٹا محمد پیدا ہوا۔ (الخرائج والجرائح)

دلائل طبری میں محمد بن علی شلمقانی سے روایت مرقوم ہے کہ اسحاق بن اسمٰعیل نے اس سال حج کیا جسمیں سے ایک گروہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں گیا تھا اسحٰق کا بیان ہے کہ میں نے ایک پرچہ پر اپنے دس سوالات لکھ لئے تھے کہ میں ان کے سلئے آپ سے پوچھوں گا اور میری زوجہ حاملہ تھی میں نے سوچا جب آپ میرے ان سوالات کا صحیح جواب دے دیں گے تو میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اللہ سے دعا فرمائیں کہ میری زوجہ کے ہاں فرزند نرینہ پیدا ہو۔ الغرض جب سب لوگ اپنے سوالات کر چکے تو میں اٹھا میرے ہاتھ میں وہ پرچہ تھا جس میں میرے مسائل تحریر تھے۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا اے ابو یعقوب تم اپنے لڑکے کا نام احمد رکھنا۔ پھر میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا میں نے اس کا نام احمد رکھا وہ ایک مدت تک زندہ رہا۔

(۲۲) لہو ولعب سے نفرت

علی بن حسان واسطی المعروف بہ العمش سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں آپ کی خدمت میں بچوں کے کچھ کھلونے لے گیا۔ جس میں کچھ چاندی کے بھی تھے اور نیت یہ تھی کہ میں یہ سب اپنے آقا حضرت ابو جعفر علیہ السلام کو بطور تحفہ پیش کروں گا۔ جب سب لوگ اپنے اپنے سوالات کے جوابات پا کر چلے گئے تو آپ اٹھے اور مقام صریا کی طرف چلے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہولیا اور آپ کے غلام موفق سے ملا اور اس سے کہا مولا سے اذن باریابی دلا دو۔ آپ نے اجازت دی میں اندر گیا سلام کیا آپ نے جواب سلام دیا۔ مگر آپ کے چہرے سے ناپسندیدگی کا اظہار ہو رہا تھا آپ نے مجھے بیٹھنے کے لئے بھی نہیں کہا۔ میں قریب گیا اور جو کچھ اپنی آستین میں لے گیا تھا وہ سب آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے غصہ کی نظر سے میری طرف دیکھا اور وہ سب کھلونے ادھر ادھر پھینک دیئے فرمایا مجھے اللہ نے اس کے لئے نہیں پیدا کیا ہے۔ مجھے لہو ولعب سے کیا مطلب؟ میں نے فوراً معافی چاہی آپ نے معاف کر دیا اور میں باہر نکل آیا۔

صالح بن داؤد یعقوبی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت ابو جعفر محمد تقی جواد علیہ السلام کو مامون کے استقبال کے لئے شام جانا پڑا تو آپ نے حکم دیا کہ میری سواری کی دم باندھ دی جائے۔ حالانکہ وہ زمانہ شدت کی گرمی کا تھا

پانی وبارش کا کہیں سوال نہ تھا۔ آپ کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا ان کو سواری پر سوار ہونا نہیں آتا۔ سواری کی دُم باندھنے کا موقع کوئی اور ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ ابھی ہم لوگ تھوڑی ہی دُور گئے تھے کہ راستہ بھول کر کسی اور طرف پہنچے اور وہاں کیچڑ میں پھنس گئے۔ جس سے ہم لوگوں کا سارا لباس اور سارا سامان خراب ہو گیا۔ اور آپ کے لباس پر کوئی دھبہ نہ آیا۔

مختار الخرائج والجرائح ص ۲۳۷

اُمیہ ابن علی قیسی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ہم اور حماد بن عیسیٰ مدینہ میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں آپ سے رخصت ہونے کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا آج نہ جاؤ کل جانا۔ جب ہم لوگ آپ کی خدمت سے نکلے تو حماد نے کہا میں تو آج ہی جاؤں گا اس لئے کہ میرا سامان روانہ ہو چکا ہے۔ میں نے کہا کہ مگر میں ٹھہروں گا۔ حماد نہیں مانا روانہ ہو گیا اور اسی شب کو وادی میں زبردست طوفان آیا جس میں وہ ڈوب کر مر گیا اور اس کی قبر اسی وادی میں ہے۔

کشف الغمہ میں اور دلائل حمیری میں امیہ سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۱۸)

(۲۳) علم منایا

عمران بن محمد اشعری سے روایت ہے اسکا بیان ہے کہ میں حضرت امام محمد تقی جواد کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو مسائل دریافت کرنے تھے کر لئے اس کے بعد عرض کیا کہ میری زوجہ (ام الحسن) نے آپ کو سلام کہا ہے اور عرض کیا ہے کہ اگر آپ اپنے لباس میں سے کوئی لباس مجھے عنایت فرما دیتے تو میں اسے اپنے کفن کے لئے رکھ لیتی۔ آپ نے فرمایا مگر اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ غرض میں آپ کی خدمت سے نکلا مگر سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ کے اس طرح فرمانے کا مطلب کیا ہے مگر کچھ ہی دنوں میں اس کی موت کی خبر ملی کہ وہ آج سے تیرہ یا چودہ دن پہلے ہی انتقال کر چکی تھی۔

مختار الخرائج والجرائح ص ۲۳۷

دلائل حمیری میں بھی عمران سے ایسی ہی روایت مرقوم ہے۔

اس کا بیان ہے کہ ایک بار میری والدہ نے مجھ سے کہا تھا کہ میرے مولا سے ان کے جسم کی اتاری ہوئی کوئی قمیض مانگ لانا۔ میں نے آپ سے قمیض مانگی آپ نے فرمایا نہیں اب اس کی ضرورت نہیں ہے اس کے بعد یہ اطلاع آئی کہ میری والدہ کا اس دن سے بیس دن پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا۔

(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۱۷)

محمد بن سہیل بن لیسع سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں مکہ کے اطراف میں تھا۔ مدینہ گیا اور حضرت امام ابوجعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا میرا ارادہ تھا کہ آپ کے لباس میں سے کوئی لباس مانگوں گا مگر مانگنا بھول گیا اور رخصت ہو کر واپسی کے ارادے سے نکلا اور دل میں کہا اب خط لکھ کر مانگ لوں گا۔ میں نے آپ کو خط لکھا اور مسجد رسول میں آیا کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں اور استخارہ دیکھ لوں اگر استخارہ آئے تو خط بھیجوں ورنہ اسے چاک کر دوں۔ میں نے استخارہ دیکھا اور استخارہ منع آیا میں نے خط چاک کر دیا اور مدینہ سے نکلا ابھی چلا ہی تھا کہ دیکھا کہ آپ کا ایک فرستادہ آرہا ہے اس کے ایک رومال کچھ کپڑے ہیں وہ مجمع کو چیرتا ہوا اور پوچھتا ہوا آگے بڑھا کہ اس میں محمد بن سہیل قمی کون ہے یہاں تک کہ وہ مجھ تک پہنچا اس نے کہا کہ تمہارے آقا نے تمہارے لئے یہ لباس بھیجا ہے احمد بن محمد بن سہیل کا بیان ہے کہ اللہ کا کرنا یہ کہ میں نے اپنے والد کی موت پر ان کو غسل دیا اور انہیں دونوں چادروں میں کفن دیا جسے آپ نے بھیجا تھا۔ (مختار الخرائج والجرائح ص ۲۴۳)

سہیل بن زیاد نے ابن حدید سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں ایک قافلے کے ساتھ حج کے لئے نکلا راستہ میں ڈاکہ پڑ گیا جب مدینہ پہنچا تو راستہ میں حضرت ابوجعفر علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی۔ میں آپ کے گھر پہنچا اور سارا قصہ سنایا کہ ہم لوگ بری طرح لٹ گئے۔ آپ نے میرے لئے ایک لباس کا حکم دیا اور کچھ دینار عطا فرمائے اور کہا تم اس کو اپنے ساتھیوں میں جن کا مال گیا ہے تقسیم کر دینا۔ میں نے وہ دینار تقسیم کئے تو جس کا جس قدر مال لٹا تھا وہ اسے مل گیا نہ اس سے کم ہوا نہ اس سے زائد۔ (الخرائج والجرائح)

(۲۴) حسن و رباب سے نفرت

محمد بن ریان کا بیان ہے کہ مامون نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے خلاف ہر چال چل کر دیکھ لی جب کوئی چال کارگر نہ ہوئی تو بالآخر اس نے ایک سو حسین و جمیل خادمائیں طلب کیں جن کے ہاتھوں میں ساغر اور ساغروں میں جواہرات جڑے ہوئے تھے تاکہ یہ کنیزیں حضرت ابوجعفر امام تقی علیہ السلام جہاں بیٹھیں یہ ان کے سامنے کھڑی رہیں مگر آپ ان میں سے کسی کی طرف ملتفت نہیں ہوئے۔

ایک شخص جس کا نام مخارق تھا بہت اچھا گاتا بجاتا تھا۔ اس کی لمبی سی داڑھی تھی مامون نے اسے بلایا اس نے کہا یا امیرالمومنین اگر کوئی دنیاوی کام ہو تو بتائیں میں اسے انجام دینے کے لئے کافی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ حضرت ابوجعفر محمد تقی علیہ السلام

کے سامنے بیٹھ گیا اور ایک ایسی زور دار تان لگائی کہ سب گھر والے جمع ہو گئے اور اسی کے ساتھ وہ عود بجانے اور گانے لگا۔ جب اسے گاتے ہوئے ایک ساعت گزر گئی حضرت امام تقی علیہ السلام گردن جھکائے بیٹھے رہے اس کی طرف ملتفت نہیں ہوئے نہ داہنے دیکھا نہ بائیں۔ یکایک آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا اے لمبی داڑھی والے اللہ سے ڈر یہ سنتے ہی مضراب اور عود اس کے ہاتھوں سے گر پڑا پھر مرتے دم تک اس کے ہاتھ عود و مضراب اٹھانے کے قابل نہ ہوئے۔ مامون نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا جس وقت سے حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے مجھے ڈانٹا ہے میں ایسا ڈرا ہوں کہ وہ خوف تا قیامت میرے دل سے نہ نکلے گا۔

اصول کافی میں محمد بن زیان سے اسی کے مثل روایت ہے

(۲۵) شکر الحمد للہ

ابن سنان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابو الحسن امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے پوچھا اے محمد آل فرج میں کوئی حادثہ رونما ہوا؟ میں نے کہا جی ہاں عمر نے رحلت کی آپ نے فرمایا الحمد للہ علی ذلک (خدا کا شکر ہے) میں نے شمار کیا آپ نے چوبیس مرتبہ خدا کا شکر ہے فرمایا۔ پھر کہا تمہیں معلوم ہے اس نے میرے پدر بزرگوار کے متعلق کیا کہا تھا؟ میں نے عرض کیا نہیں فرمایا کہ میرے پدر عالیمقدار اور اس کے درمیان کسی مسئلہ پر گفتگو ہو رہی تھی اسی اثنا میں اس نے میرے والد سے کہا میرا خیال ہے کہ اس وقت آپ نشہ میں ہیں۔ میرے والد نے کہا پروردگارا اگر تجھ کو علم ہے کہ میں روزے سے ہوں تو اس کم بخت کو جنگ اور قید کا مزا چکھا دے۔ خدا کی قسم چند ہی دن بعد اس کا مال و اسباب سب چھین کر اسے قید میں ڈال دیا گیا اور اب وہاں ہی مر گیا۔

(۲۶) علم منایا

کتاب نوادر الحکمت میں موسیٰ بن جعفر نے اُمیہ بن علی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں مدینہ میں تھا اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس جایا کرتا تھا اور اس وقت حضرت ابو الحسن موسیٰ رضا علیہ السلام خراسان میں تھے۔ آپ کے اہل خاندان، آپ کے والد کے چچا وغیرہ آپ کے پاس سلام کے لئے آیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے اپنی کنیز کو بلایا اور کہا جا کر کہہ دو کہ ماتم و عزا کے لئے تیار

ہو جائیں۔ سب لوگ آپ کے پاس آئے اور واپس ہوئے تو آپس میں کہنے لگے کہ ہم لوگوں نے آپ سے یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ کس کا ماتم اور کس کی صف عزا، غرض دوسرے دن آپ نے پھر ان کو کہہ دیا کہ صف ماتم و عزا کے لئے تیار ہو جائیں۔ وہ لوگ حاضر خدمت ہوئے اور پوچھا کس کا ماتم اور کس کی صف عزا؟ آپ نے فرمایا اس کی صف ماتم جو روئے زمین پر سب سے بہتر ہے۔ پھر چند دنوں کے بعد حضرت ابوالحسن امام علی الرضا علیہ السلام کی خبر وفات آئی کہ اسی تاریخ کو آپ نے رحلت فرمائی تھی۔

محمد بن عبداللہ بن مہران کا بیان ہے کہ محمد بن الفرج نے مجھے بتایا کہ حضرت ابوجعفر علیہ السلام نے مجھے خط لکھا کہ میرے پاس خمس بھیج دو، اب میں سوائے اس سال کے تم لوگوں سے خمس لینے کے لئے موجود نہیں رہوں گا۔ چنانچہ اسی سال آپ نے وفات پائی۔

(٢٧) ـــــ اخبار العلوم

احمد بن علی بن مکتوم سرخسی سے روایت ہے اسکا بیان ہے کہ میں نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو دیکھا جو ابی زینبیہ کے نام سے مشہور ہے اس نے مجھ سے احکم بن یشار مروزی کے اور اس کے قصہ کے متعلق دریافت کیا اور یہ بھی پوچھا کہ اسکے گلے پر نشان کیسا ہے؟ اور میں نے احکم بن یشاد مروزی کی گردن پر ایک نشان دیکھا تھا۔ جیسے معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے اس کو ذبح کر دیا ہو۔ میں نے ابی زینبیہ کو جواب دیا کہ میں نے احکم بن یشاد سے اس نشان کے متعلق پوچھا تھا مگر اس نے کچھ نہیں بتایا۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم سات آدمی بغداد کے اندر ایک ہی حجرہ میں رہا کرتے تھے یہ حضرت ابوجعفر ثانی علیہ السلام کا زمانہ تھا۔ ایک دن عصر کے وقت احکم غائب ہو گیا اور رات گئے تک واپس نہیں آیا نصف شب کو حضرت ابوجعفر علیہ السلام کی ایک تحریر ہم لوگوں کے پاس آئی کہ تمہارا ساتھی ذبح کیا ہوا اور ایک چٹائی میں لپٹا ہوا فلاں کوڑے خانہ پر پڑا ہوا ہے جاؤ اسے اٹھا کر لاؤ فلاں فلاں دوا لگاؤ۔ ہم لوگ گئے اور دیکھا کہ واقعاً جیسا آپ نے تحریر فرمایا تھا وہ ذبح کیا ہوا پڑا تھا اسے اٹھا لائے اور آپ کے ارشاد کے مطابق دوا کی وہ اچھا ہو گیا۔

احمد بن علی کا بیان ہے کہ احکم بن یشار اغیار کے ہاتھ لگ گیا تھا انہوں نے اس کو ذبح کر کے ایک مزبلہ پر ڈال دیا تھا۔ (رجال کشی صـ ۴۶)

ابوزینبیہ سے بھی یہی روایت مرقوم ہے۔ (مناقب جلد۴ ص۳۹۷)

(۲۸) سامان کس سے خرید اجائے

ابوہاشم سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت ابوجعفر علیہ السلام نے مجھے تین سو دینار اور ایک تھیلی مجھے دی اور حکم دیا کہ یہ میرے فلاں چچازاد بھائی کے پاس لے جاؤ اور اسے دیدو وہ تم سے یہ کہے گا کہ تم ہی بتاؤ میں سامان کس سے خریدوں تم اسے بتا دینا۔ ابوہاشم کا بیان ہے کہ میں وہ دینار کی تھیلی پہنچانے گیا تو انہوں نے کہا اے ابوہاشم یہ بتاؤ میں سامان کس سے خریدوں؟ میں نے اسی طرح بتا دیا جیسا کہ امام نے فرمایا تھا۔
(کافی جلد ۱ ص۲۹۵)

کتاب ارشاد میں بھی ابوہاشم سے یہی روایت ہے۔ ارشاد ص۳۰۶
یہی روایت ابن عیاش نے کتاب اخبار ابی ہاشم میں تحریر کی ہے۔ (مناقب جلد۴ ص۳۹۰)

ابوہاشم سے روایت ہے کہ میرے جمال نے اصرار کیا کہ میں حضرت ابوجعفر علیہ السلام سے سفارش کر دوں کہ وہ اسے بھی اپنے کاموں پر لگا دیں۔ جب میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا کہ آپ کے ساتھ بہت لوگ بیٹھے ہوتے ہیں بات کرنا ممکن نہیں آپ کے سامنے دسترخوان لگا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اے ابوہاشم کھانا کھاؤ۔ پھر آپ نے میرے بغیر کچھ کہے ہوئے اپنے غلام سے کہا۔ اے غلام ابوہاشم کو جو جمال لایا ہے اسے اپنے یہاں کسی کام میں لگا دو۔ کافی جلد ۱ ص۴۹۵

اعلام الوریٰ میں بھی ابوہاشم کی یہ روایت مرقوم ہے۔
کتاب ارشاد میں بھی ابوہاشم کی یہی روایت مرقوم ہے۔ (ارشاد ص۳۰۶)

(۲۹) علم الاخبار

ابراہیم محمد سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ابوجعفر محمد بن علی نے ایک خط لکھا اور ہدایت کی جب تک یحییٰ بن عمران کی وفات نہ ہو جائے یہ خط نہ کھولنا راوی کا بیان ہے وہ خط میرے پاس کئی برس تک پڑا رہا میں نے اسے نہیں کھولا۔ جس روز یحییٰ بن عمران کا انتقال ہوا میں نے وہ خط کھولا اس میں تحریر تھا کہ اٹھو اور جو یحییٰ بن ابی عمران دیتا تھا وہ تم انجام دو۔

راوی کا بیان ہے کہ مجھے یحییٰ و اسحاق فرزندان سلیمان بن داؤد نے بتایا

کہ جس روز یحیی بن ابی عمران کا انتقال ہوا اسی روز ابراہیم نے وہ خط قبرستان میں پڑھا اور ابراہیم کہا کرتا تھا کہ جب تک یحیی بن عمران زندہ تھے۔ میں موت سے نہیں ڈرتا تھا۔ یہ بات مجھے حسن بن عبداللہ بن سلیمان نے بتائی۔ (البصائر الدرجات صہ ۲۶۳ جزء اب ا ج ۲-۳)

کتاب مناقب میں بھی ابراہیم سے اسی کے مثل روایت ہے۔ مناقب آل ابی طالب جلد ۴ صہ ۲۹۶

(۳۰) غسل امام بدست امام

ابوصلت ہروی خادم امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک دن صبح کے وقت حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا جاؤ اس قبہ سے جس میں ہارون دفن ہے ایک مٹھی خاک دروازے کے قریب سے، ایک مٹھی دائیں جانب سے، ایک مٹھی بائیں جانب سے ایک مٹھی صدر سے یعنی ہر جگہ کی مٹی الگ الگ رکھ لو۔

ابوصلت کا بیان ہے کہ میں نے آپکے حکم کے مطابق کیا اور ہر جگہ کی مٹی لا کر آپ کے سامنے ایک رومال پر الگ الگ رکھ دی آپ نے اس میں سے دروازے کے قریب والی مٹی اٹھائی اور فرمایا یہ دروازے کے قریب والی مٹی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں فرمایا کل میرے لئے یہاں ایک قبر کھودی جائے گی۔ مگر وہاں ایک پتھر کی چٹان نکلے گی اور کھودنا ناممکن ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر آپ نے وہ مٹی پھینک دی۔ دوسری مٹی اٹھائی فرمایا یہ دائیں جانب کی مٹی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا وہاں کے بعد پھر یہاں میری قبر کھودی جائے گی۔ مگر وہاں ایک نوکدار چٹان نکلے گی اور وہاں بھی نہ کھد سکے گی۔ آپ نے اس مٹی کو پھینک دیا۔ تیسری مٹی اٹھائی فرمایا پھر یہاں میری قبر کھودنے کی کوشش ہوگی یہاں بھی نوکدار چٹان نکلے گی اور وہاں بھی ممکن نہ ہوگا۔ وہ مٹی بھی پھینک دی اور صدر کی جانب والی مٹی اٹھائی اور فرمایا یہ صدر کے طرف کی مٹی ہے ... آخر میں یہاں میری قبر کھودی جائے گی اور مسلسل کھدتی چلی جائے گی۔ یہاں تک کہ پوری کھد جائے گی۔ اور جب پوری قبر تیار ہو جائے تو تم قبر کی تہہ میں اپنا ہاتھ رکھ کر یہ کلمات کہنا اس میں سے فوراً ایک پانی کا چشمہ ابلے گا اور پوری قبر پانی سے لبریز ہو جائے گی اور اس میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں ظاہر ہوں گی تم روٹی چور کر کے اس میں ڈال دینا وہ مچھلیاں اسے کھائیں گی اس کے بعد ایک بڑی مچھلی نمودار ہوگی جو ان تمام چھوٹی مچھلیوں کو نگل جائے گی پھر وہ بھی غائب ہو جائے گی جب وہ غائب ہو جائے تو تم پانی پر ہاتھ رکھ کر یہ کلمات دہرانا سارا پانی اندر جذب ہو جائے گا اور میری جانب سے مامون سے درخواست کرنا کہ وہ بھی قبر کھودتے وقت موجود

رہے تاکہ اس کا مشاہدہ کر سکے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ ابھی ابھی مامون کا فرستادہ مجھے بلانے کے لئے آئے گا تم میرے ساتھ چلنا۔ اور دیکھنا کہ اگر اسکے پاس سے اپنا سر کھولے ہوئے اٹھا ہوں تو مجھ سے بات کرنا اور اگر دیکھنا کہ سر ڈھکا ہوا ہے تو بات نہ کرنا۔ ابو صلت کا بیان ہے کہ ابھی یہ گفتگو تمام ہوئی تھی کہ مامون کا آدمی آیا آپ نے اپنا لباس پہنا اور روانہ ہوئے میں بھی پیچھے پیچھے ہولیا۔ جب آپ مامون کے پاس پہنچے تو اس نے جھپٹ کر آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اپنے ساتھ اپنے تخت پر بٹھایا۔ اس کے سامنے ایک طبق رکھا ہوا تھا۔ جس میں انگور تھے۔ مامون نے اس طبق سے انگور کا ایک گچھا اٹھایا اس کے چند دانے کھائے اور وہ چند دانے چھوڑ دیئے جو زہر آلود تھے پھر امام رضا علیہ السلام سے کہا یہ انگور کے گچھے میرے پاس تحفہ میں آئے تھے مجھے اچھا نہ معلوم ہوا کہ اِس میں سے آپ کو نہ کھلاؤں لہذا اِس میں سے آپ بھی کھائیں۔ آپ نے فرمایا مجھے معاف کرو۔ اس نے کہا نہیں نہیں خدا کی قسم آپ کھائیں گے تو مجھے خوشی ہوگی۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ نے تین مرتبہ اس سے کہا کہ مجھ کو اس کے کھانے سے معاف رکھو اور وہ محمد و علی کا واسطہ دے کر یہ کہتا رہا کہ آپ اس میں سے کچھ تو کھائیں آپ نے اس میں سے انگور کے تین دانے اٹھا کر کھائے اپنا سر ڈھانپ لیا اور باہر نکلے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلا آپ نے اپنے گھر میں داخل ہو کر مجھے اشارہ کیا کہ دروازہ بند کردو۔ میں نے دروازہ بند کر دیا آپ اپنے بستر پر گئے اور سو گئے میں آکر مکان کے صحن کے بیچ میں بیٹھ گیا ناگاہ دیکھا کہ ایک صاحبزادے گیسوؤں والے مکان کے اندر آئے اور اگرچہ میں نے ان کو کبھی دیکھا نہ تھا مگر خیال ہوا کہ یہی امام رضا علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت محمد تقی جواد ہیں میں نے عرض کیا مولا و آقا دروازہ تو بند ہے آپ کدھر سے تشریف لائے؟ فرمایا بلا ضرورت سوال نہ کرو یہ کہہ کر وہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے حجرے کی طرف بڑھے جب امام رضا علیہ السلام نے اُن کو دیکھا تو فوراً اُن کی طرف بڑھے انہیں سینے سے لگایا وہ دونوں بستر پر بیٹھ گئے۔ امام رضا علیہ السلام نے اپنی چادر دونوں پر ڈال لی اور آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگے جس کو میں سمجھ نہ سکا اس کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے بستر پر لیٹ گئے اور امام محمد تقی علیہ السلام نے انہیں چادر اڑھا دی پھر باہر صحن میں نکل آئے اور فرمایا اے ابو صلت میں نے عرض کیا لبیک فرزند رسول فرمایا تمہارے مولا امام رضا علیہ السلام نے رحلت کی اللہ تمہیں صبر دے۔ یہ سن کر میں رونے لگا فرمایا مت رو۔ آب غسل کے لئے تخت اور

پانی لاؤ تاکہ انہیں غسل دے دیا جائے۔
میں نے عرض کیا مولا پانی تو حاضر ہے مگر گھر میں کوئی غسل کا تخت نہیں ہے میں باہر جاکر لاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں توشہ خانہ میں موجود ہے نکال لاؤ میں اندر گیا تو دیکھا کہ واقعاً غسل کا تخت رکھا ہوا ہے اور اس سے پہلے میں نے اس گھر میں کوئی تخت نہیں دیکھا تھا میں اسے اٹھا لایا اور پانی بھی لایا۔ فرمایا اب اِدھر آؤ ہم لوگ امام رضا علیہ السلام کو اٹھا کر تخت پر لٹائیں۔ ہم دونوں نے مل کر آپ کو اٹھایا اور تخت پر لٹا دیا پھر مجھ سے فرمایا اچھا اب تم باہر چلے جاؤ۔ میں باہر نکل آیا اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے ان کو تنہا غسل دیا پھر فرمایا کفن اور حنوط لاؤ میں نے عرض کیا کفن تو کوئی رکھا ہوا نہیں ہے فرمایا توشہ خانہ میں جاؤ وہاں موجود ہے میں اندر گیا تو دیکھا کہ اس میں کفن اور حنوط دونوں رکھے ہوئے میں اسے اٹھا لایا آپ نے اپنے ہاتھ میں سے کفن پہنایا اور حنوط کیا پھر فرمایا توشہ خانہ میں تابوت رکھا ہوا ہے لاؤ مجھے یہ کہتے ہوئے شرم آئی کہ اس میں تابوت نہیں ہے بہر حال میں اندر گیا دیکھا تو تابوت بھی موجود تھا حالانکہ اِس سے پہلے میں نے اس میں کوئی تابوت نہیں دیکھا تھا۔ میں اٹھا لایا تو آپ نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو تابوت میں لٹایا اور فرمایا اب آؤ نماز جنازہ پڑھ لی جائے۔ آپ نے نماز جنازہ پڑھی اسوقت آفتاب غروب ہو چکا تھا اور نماز مغرب کا وقت آگیا تھا۔ آپ نے نماز مغرب و عشاء ادا فرمائی۔ اِس کے بعد ہم دونوں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے کہ دیکھا کہ حجرے کی چھت شگافتہ ہوئی۔ اور تابوت بلند ہوا اور باہر چلا گیا۔ میں نے عرض کیا مولا آقا مامون مجھ سے اِس کا مطالبہ کرے گا تو میں کیا جواب دوں گا۔ آپ نے فرمایا پریشان نہ ہو وہ ابھی واپس آئے گا جب کوئی نبی مغرب میں انتقال کرتا ہے اور اس کا وصی مشرق میں ہوتا ہے تو اللہ ان دونوں کو دفن سے پہلے یکجا کر دیتا ہے۔ الغرض جب رات آدھی سے کچھ زیادہ گزر گئی تو تابوت واپس آیا چھت شگافتہ ہوئی اور تابوت اپنے مقام پر آکر ٹھہر گیا۔
اس کے بعد جب ہم لوگ نماز صبح پڑھ چکے تو آپ نے فرمایا اب دروازہ کھول دو وہ ظالم ابھی ابھی تمہارے پاس آئے گا اس سے کہہ دینا کہ امام رضاؑ کا غسل و کفن سب ہو چکا۔ میں دروازہ کھولنے کے لئے گیا اب دیکھا تو آپ غائب تھے معلوم نہیں کہ کس دروازے سے آئے تھے اور کس دروازے تشریف لے گئے اتنے میں مامون پہنچا اور پوچھا کہ امام رضا علیہ السلام کا کیا حال ہے میں نے کہا اللہ آپ کو

صیرد ے وہ انتقال کر گئے۔ یہ سُن کر وہ سواری سے اُترا اپنا گریبان پھاڑا سر پر خاک ڈالی اور دیر تک روتا رہا اِس کے بعد کہا اچھا اب تجہیز وتکفین کا سامان کرو میں نے کہا اِن سب سے فراغت ہو چکی ہے پوچھا یہ سب کس نے کیا ؟ میں نے کہا ایک صاحبزادے آئے تھے میں اِن کو پہچانتا تو نہیں مگر خیال ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے ہی صاحبزادے تھے۔

مامون نے کہا اچھا تو پھر اب اِس قبہ کے اندر قبر کھودی جائے۔ میں نے کہا مگر انہوں نے آپ سے درخواست کی ہے کہ قبر کھودتے وقت آپ بھی موجود رہیں اُس نے کہا ہاں ہاں میں موجود رہوں گا۔ اِس کے لئے ایک کرسی لائی گئی وہ اِس پر بیٹھ گیا اور حکم دیا کہ دروازے کے پاس قبر کھودو۔ قبر کھودنے لگی تو ایک بڑی چٹان برآمد ہوئی حکم دیا اچھا ہارون کی قبر کے دائیں جانب قبر کھودو۔ وہاں کھودی گئی تو وہاں سے بھی ایک نکیلی چٹان برآمد ہوئی۔ حکم دیا اچھا صدر کی جانب کھودو وہاں کھودی گئی تو آسانی کیساتھ قبر کھدنے لگی۔

جب میں قبر کھود کر فارغ ہوا تو میں نے قبر کی تہہ میں ہاتھ رکھ کر آپ کے بتائے ہوئے کلمات پڑھے۔ فوراً پانی کا ایک چشمہ پھوٹ نکلا اِس میں بہت سی مچھلیاں ظاہر ہوئیں۔ میں نے اِس میں روٹی چور کر کے ڈالی وہ مچھلیاں اِسے کھانے لگیں۔ پھر ایک بڑی مچھلی نمودار ہوئی جوان تمام چھوٹی مچھلیوں کو نگل گئی۔ میں نے پانی پر ہاتھ رکھ کر آپ کے بتائے کلمات پڑھے۔ پانی اندر جذب ہو گیا اور اسی وقت وہ کلمات میرے حافظہ سے نکل گئے۔ ایک حرف بھی یاد نہ رہا۔ مامون نے کہا اے ابوصلت کیا امام رضاؑ نے تم کو اِس کا حکم دیا تھا؟ میں نے کہا جی ہاں وہ بولا امام رضا علیہ السلام اپنی زندگی میں تو معجزات دکھایا ہی کرتے تھے۔ مرنے کے بعد بھی انہوں نے یہ معجزہ دکھا دیا۔

مامون نے اپنے وزیر سے پوچھا اِس کا کیا مطلب کیا ہے؟ اِس نے کہا میرے ذہن میں تو یہ بات آئی ہے کہ انہوں نے مثال پیش کر کے تم کو یہ بتایا ہے کہ اب تم لوگ دنیا میں چند دنوں کے مہمان ہو۔ جس طرح یہ چھوٹی مچھلیاں، پھر ایک اور شخص نکلے گا جو تم سب لوگوں کو برباد کر دے گا۔

جب امام رضا علیہ السلام دفن کئے جا چکے تو مامون نے مجھ سے کہا بتاؤ وہ کلمات کیا ہیں؟ میں نے کہا خدا کی قسم میں بھول گیا۔ میرے حافظہ میں ایک لفظ بھی نہیں ہے خدا کی قسم میں سچ کہہ رہا ہوں مگر اِس نے میری بات کو سچ نہ جانا اور قتل کرنے کی دھمکی دی کہ

اگر تم نہ بتاؤ گے تو قتل کر دوں گا۔ اور مجھے قید کرنے کا حکم دے دیا وہ روزانہ مجھے قتل کی دھمکی دیتا کہ بتاؤ ورنہ قتل کر دوں گا۔ اور میں بار بار حلف سے کہتا رہا کہ میں بھول گیا مجھے یاد نہیں اس طرح اِس کو ایک سال کا عرصہ گزر گیا۔ اور میں بہت دل تنگ تھا۔ چنانچہ میں نے ایک شب جمعہ کو غسل کیا اور رات بھر عبادت اور رکوع و سجود میں مشغول رہا۔ جب صبح کی نماز پڑھی تو دیکھا کہ حضرت ابو جعفر محمد تقی جواد علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا اے ابو صلت تم بہت دل تنگ ہو رہے ہو۔ میں نے کہا جی ہاں اے مولا و آقا آپ نے فرمایا جس طرح تم نے آج اللہ سے دُعا مانگی ہے اگر اِس سے پہلے دُعا مانگی ہوتی تو اللہ اِس سے پہلے ہی تم کو رہائی دلا دیتا۔

پھر فرمایا اچھا اب اٹھو چلو میں نے کہا کہاں چلوں قید خانے کے دروازے پر پہرے دار کھڑے ہوئے ہیں ان کے ہاتھوں میں مشعلیں بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا اٹھو وہ سب تم کو نہ دیکھ سکیں گے اور آج کے بعد وہ لوگ تم کو گرفتار بھی نہ کر سکیں گے۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ان سب کے سامنے سے نکال لائے اور وہ سب بیٹھے بات چیت کرتے ہی رہ گئے اور ہمیں نکلتے نہیں دیکھا۔ قید خانے سے باہر نکل کر آپ نے پوچھا بتاؤ کس جگہ میں جانا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا میں اپنے گھر ہرات جاؤں گا۔ فرمایا اپنی ردا اپنے چہرے پر ڈال لو اور میرا ہاتھ پکڑو۔ میرا خیال ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے مجھے داہنے جانب گھمایا پھر فرمایا اچھا اب چہرے سے چادر ہٹا دو میں نے چادر ہٹائی تو وہ غائب تھے اور میں اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا تھا اور آج تک میں نہ پھر مامون کے ہاتھ لگ سکا نہ اس کے ساتھیوں کے ہاتھ لگ سکا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۴۲)

(۳۱) تدفین امام کے لئے

معمر بن خلاد نے حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے روایت کی یا ایک دوسرے شخص نے حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے روایت ہے یہ (شک ابو علی راوی کا ہے۔) بہر حال روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے معمر سے کہا اے معمر! اپنی سواری لو۔ میں نے پوچھا کہاں کے لئے؟ آپ نے فرمایا اپنی سواری پر سوار تو ہو جاؤ جو کہا جاتا ہے وہ کرو۔ پس میں اپنی سواری پر سوار ہو گیا ہم ایک وادی یا نشیب میں پہنچے (یہ شک بھی ابو علی کی طرف سے ہے) وہاں پہنچ کر آپ نے فرمایا یہیں ٹھہرنا میں ٹھہر گیا اور آپ چلے گئے تھوڑی دیر بعد تشریف لائے میں نے پوچھا آپ کہاں تشریف

لے گئے تھے۔ فرمایا میں ابھی ابھی اپنے پدر بزرگوار کو دفن کر کے آرہا ہوں۔ حالانکہ آپ کے والد اس وقت خراسان میں تھے۔

(۳۲) قتل امام پر مامون کی ندامت

محمد بن ابراہیم جعفری نے حضرت حکیمہ بنت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ جب میرے بھائی امام محمد تقی علیہ السلام دفات پا چکے تو ایک روز میں ان کی زوجہ اُم الفضل کے پاس ایک ضرورت سے گئی اس سے امام محمد تقی علیہ السلام کے فضل و شرف و علم و حکمت کا ذکر آیا تو اس نے کہا اے حکیمہ میں تمہیں حضرت امام محمد تقی بن امام رضا علیہ السلام کے متعلق ایک حیرت انگیز بات بتاؤں۔ کہ ایسی حیرت انگیز بات جو کبھی کسی نے نہ سنی ہو گی۔ میں نے کہا وہ کیا؟ ام الفضل نے کہا۔ وہ مجھے اکثر ستایا کرتے تھے۔ کبھی کسی کنیز کا تذکرہ کر کے اور کبھی یہ کہہ کر میں دوسرا عقد کرنے والا ہوں۔ اور میں اس کی شکایت مامون سے کیا کرتی اور کہہ دیا کرتے کہ بیٹی برداشت کرو وہ فرزند رسول ہیں۔

ایک شب میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک عورت گھر میں داخل ہوئی میں نے پوچھا تم کون ہو؟ وہ ایک بہت نازک اندام عورت تھی اس نے کہا میں ابوجعفر علیہ السلام کی زوجہ ہوں میں نے پوچھا کون ابوجعفر؟ اس نے کہا محمد تقی ابن رضا علیہ السلام میں نسل عمار بن یاسر میں سے ایک عورت ہوں۔ یہ سُن کر میں مارے غیرت کے جل اٹھی اور اپنے آپے میں نہ رہی فوراً اٹھی اور مامون کے پاس پہنچی دیکھا کہ وہ شراب کے نشہ میں چور ہیں۔ رات کافی جا چکی تھی۔ میں نے اس سے اپنا حال بیان کیا اور کہا کہ انہوں نے مجھے بھی بُرا بھلا کہا ہے اور آپ کو بھی بلکہ بنی عباس کو بھی بُرا بھلا کہا ہے۔ اور اس نے بہت سی غلط باتیں کہیں یہ سُن کر اُس کو غیظ آ گیا اور شراب کے نشہ کی وجہ سے آپے سے باہر ہو گیا۔ فوراً اٹھا اور اپنی تلوار کھینچی اور قسم کھا کر کہا کہ میں ابھی اسی تلوار سے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔

میں نے یہ دیکھا تو اپنے کہے پر بہت نادم ہوئی اور اپنے دل میں کہا کہ میں نے خود کو بھی تباہ کیا اور اُن کو بھی تباہ کیا یہ کہہ کر میں مامون کے پیچھے پیچھے دوڑی کہ دیکھوں وہ کیا کرتا ہے۔ مامون اپنی تلوار لئے ہوئے آپ کے پاس پہنچا وہ سو رہے تھے اس نے آپ پر تلوار کے پے درپے وار کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اس کے بعد اپنی تلوار اُن

کے حلق پر رکھی اور انہیں ذبح کر دیا۔ ادھر میں اور یاسر خادم یہ سارا ماجرا دیکھ رہے تھے۔ وہ یہ سب کچھ کر کے واپس ہوا وہ اونٹ کی طرح بلبلا رہا تھا اس کے منہ سے کف جاری تھا۔ جب میں نے یہ دیکھا تو وہاں سے بھاگی اور اپنے والد کے گھر آ گئی۔ رات بھر مجھے نیند نہ آئی اور صبح ہو گئی۔

ام الفضل کا بیان ہے کہ صبح کے وقت میں مامون کے پاس آئی اب نشہ کافور ہو چکا تھا۔ اور وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ میں نے کہا یا امیر المومنین آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے آج رات کیا کیا؟ اس نے کہا نہیں بخدا مجھے تو پتہ نہیں کہ میں نے کیا کیا۔ میں نے کہا آپ ابن رضاؑ کے پاس گئے وہ سو رہے تھے آپ نے اپنی تلوار سے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور انہیں ذبح بھی کر دیا اور یہ سب کچھ کر کے واپس آ گئے۔ مامون نے کہا تجھ پر وائے ہو یہ تو کیا کہتی ہے؟ میں نے کہا میں وہی کہتی ہوں جو آپ نے کیا ہے۔ یہ سن کر مامون نے فوراً یاسر کو آواز دی اے یاسر دیکھ یہ ملعونہ کیا کہتی ہے۔ یاسر نے کہا یا امیر المومنین یہ جو کہتی ہے سچ کہتی ہے آپ نے ایسا ہی کیا ہے۔ مامون نے کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون لو ہم تباہ ہو گئے ہم رسوا ہو گئے۔ اے یاسر تجھ پر وائے! جلد جا اور جا کر خبر لا کہ ان کا کیا حال ہے۔

یاسر دوڑا ہوا گیا اور فوراً واپس آیا اور کہا یا امیر المومنین مبارک ہو۔ مامون نے پوچھا کیا بات ہے؟ یاسر نے کہا جب میں ان کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے مسواک کر رہے ہیں۔ ان کے جسم پر قمیض ہے اور لحاف اوڑھے ہوئے ہیں یہ دیکھ کر مجھے سخت حیرت ہوئی پھر میں نے چاہا کہ ان کے جسم کو دیکھوں کہ ان کے جسم پر زخم وغیرہ تو نہیں ہیں اس لئے میں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنی یہ قمیض بطور تبرک مجھے دے دیں یہ سن کر آپ نے مجھے دیکھا اور مسکرائے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ میرا مطلب سمجھ گئے ہوں۔ آپ نے فرمایا میں تم کو اس سے بہتر قمیض دے دوں؟ میں نے کہا نہیں مجھے تو یہی قمیض چاہیئے۔ آپ نے وہ قمیض اتاری تو میں نے بخدا دیکھا کہ ان کے جسم پر کوئی زخم کا نشان وغیرہ نہیں ہے۔ یہ سن کر مامون سجدہ شکر میں گر پڑا اور اس نے یاسر کو ایک ہزار دینار انعام دیا اور کہا الحمدللہ اس لئے کہ میرا ہاتھ اُن کے خون سے نہیں رنگین ہوا۔

پھر مامون نے کہا اے یاسر جب ملعونہ میرے پاس آئی رونے لگی تو یہ سب مجھے یاد ہے مگر اس کے بعد میرا اُن کے پاس جانا مجھے کچھ یاد نہیں۔ یاسر نے کہا یا امیر المومنین بخدا آپ نے مسلسل اُن پر تلوار کا وار کیا اور آپ کی لڑکی آپ کو اور انہیں

دیکھتی رہی آپ نے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے پھر اپنی تلوار ان کی گردن پر رکھ کر انہیں ذبح بھی کر دیا تھا۔ اور اُن کے مُنہ سے اِس طرح جھاگ نکل رہا تھا جیسے مست اونٹ کے مُنہ سے جھاگ نکلتا ہو۔ مامون نے کہا اللہ کا شکر پھر مامون نے مجھ سے کہا اے یاسر خبردار اگر یہ واقعہ تم نے پھر کسی سے کہا تو میں تم کو قتل کر دوں گا۔

اِس کے بعد کہا اے یاسر امام محمد تقیؑ کو لیجا کر دس ہزار دینار دے آؤ فلاں سواری بھی لے جاؤ اور کہہ دو کہ اِس سواری پر سوار ہو کر میرے پاس تشریف لائیں۔ اور تمام بنی ہاشم اور سادات اور سرداران لشکر سے کہہ دو کہ وہ سب لوگ ان کے ساتھ سوار ہو کر جلوس کی شکل میں ان کے ساتھ یہاں آئیں۔ مگر پہلے ان کے پاس جائیں انہیں سلام کریں۔ یاسر نے ایسا ہی کیا وہ سب آپ کے سامنے حاضر ہوئے آپ نے سب کو حاضری کا شرف بخشا تمام اشراف وسادات حاضرِ خدمت ہوئے مگر آپ نے عبداللہ اور حمزہ فرزندان حسن کو اجازت نہیں دی اِس لئے کہ ان دونوں نے مامون کے سامنے آپ کی برائی کی تھی اور بار بار آپ کی چغلخوری کرتے رہے تھے۔ غرض آپ اِس پورے مجمع کے ساتھ اٹھے اور مامون کے پاس آئے مامون نے بڑھ کر گلے لگا لیا۔ پیشانی کو بوسہ دیا اور اپنے تخت پر صدر میں آپ کو بٹھایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ سب کے سب آپکے اطراف میں بیٹھ جائیں۔ اِس کے بعد مامون آپ سے اپنی خطا کی معذرت چاہنے لگا۔

حضرت ابوجعفر نے فرمایا اے امیرالمومنین میں آپ کو ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں وہ سُن لیجیے۔ مامون نے کہا بتائیں کیا نصیحت ہے؟ آپ نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ اب آپ شراب نوشی ترک کر دیں مامون نے کہا اے ابن عم میں آپ پر قربان میں نے آپ کی یہ نصیحت قبول کی۔ مختار الخرائج والجرائح ص ۲۰۸/۲۰۷

بحار الانوار

باب ۴

بنتِ مامون سے عقد

اور

اِحتجاج و مناظرے

ANSAR

(۱) ـــــ مامون اور خطبہ نکاح

خطیب نے اپنی کتاب تاریخ بغداد میں تحریر کیا ہے کہ مامون نے اپنی بیٹی اُم الفضل کا عقد حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے کرتے وقت یہ خطبہ پڑھا۔

سزاوار حمد ہے وہ خدا جس کی مشیت کے سامنے تمام امور ہیچ ہیں میں اس کی ربوبیت کا اقرار کرتے ہوئے گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرمائے اپنے منتخب بندے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔

اما بعد اللہ تعالیٰ نے نکاح کو نسب وسبب کی تکمیل کا ذریعہ دیا اس لئے سب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں نے اپنی دختر زینب کو محمد بن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی زوجیت میں دیا۔ اور ان کی طرف سے زینب کا مہر چار سو درہم مقرر کیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا سن نو سال چند ماہ کا تھا اس کے بعد مامون مسلسل آپ کا اکرام اور قدر افزائی کرتا رہا۔

(مناقب جلد ۴ صـ ۳۸۲)

(۲) ـــــ اُم الفضل کے مہر میں مناجات کی ایک نقل

ابراہیم بن محمد بن حارث نوفلی کا بیان ہے کہ میرے والد نے جو حضرت امام علی بن موسیٰ علیہ السلام کے خادموں میں سے تھے مجھے بتایا کہ جب مامون نے اپنی دختر (ام فضل) کا عقد حضرت امام ابو جعفر محمد بن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے کر تو دیا حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے مامون کو ایک خط لکھا جس میں یہ تحریر کیا ہر عورت کے لئے اس کے شوہر کے مال میں سے صداق (مہر ہوتا ہے (مگر ہمارے پاس یہاں مال کہاں ہے) ہمارے سارے اموال کو اللہ تعالیٰ نے آخرت میں محفوظ کر رکھا ہے جو ایک مدت کے بعد ہمیں ملے گا۔ جس طرح تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مال و دولت دینی تھی اسی دنیا میں دے رکھی ہے اس لئے میں تمہاری دختر کو مہر میں الوسائل الی المسائل دے رہا ہوں اور وہ ایک مناجات ہے جو مجھے میرے پدر بزرگوار نے عطا فرمایا تھا اور

انہوں نے فرمایا تھا کہ یہ اُن کو ان کے پدر بزرگوار حضرت امام محمد باقرؑ نے اور ان کے پدر بزرگوار حضرت علیؑ ابن الحسینؑ نے اور ان کے پدر بزرگوار حسینؑ ابن علیؑ نے اور ان کو ان کے بھائی حضرت حسنؑ ابن علیؑ نے اور ان کو ان کے پدر بزرگوار حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اور ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور اُن کو اللہ کی طرف سے جبریل نے لاکر پہنچایا تھا اور کہا تھا کہ اے رسول اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور یہ فرماتا ہے کہ یہ (مناجات) دنیا و آخرت کے خزانوں کی کنجیاں ہیں اپنے مسائل میں اس کو وسیلہ بناؤ اور اس سے اپنے مقاصد پورے کرو اپنی حاجات روائی کے لئے پڑھو۔ اور اسے دنیاوی حاجات کے لئے استعمال نہ کرنا ورنہ آخرت میں تمہارے حصہ کے اندر اتنی ہی کمی ہو جائے گی اور وہ دس وسائل ہیں (دس مسائل کے لئے) اس سے باب اجابت وا ہوگا اس کے ذریعہ حاجات پوری ہوں گی۔

(۳) اختلاف واحتجاج

ریان بن شبیب کا بیان ہے کہ جب مامون نے اپنی دختر ام الفضل کا عقد حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے کرنے کا ارادہ کیا اور یہ خبر عباسیوں کو پہنچی تو وہ بہت ناراض ہوئے انہیں یہ بات پسند نہ آئی اور انہیں اس امر کا خطرہ لاحق ہوا کہ جس طرح مامون نے حضرت امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد بنایا تھا اس طرح اب ان کو اپنا ولی عہد بنانا چاہتا ہے۔ پھر بہت کچھ غور و فکر کے بعد مامون کے انتہائی قریبی رشتہ داروں میں سے چند لوگ مامون کے پاس آئے اور بولے یا امیر المومنین خدا کے لئے اپنی دختر کا عقد امام رضاؑ کے فرزند امام محمد تقیؑ سے کرکے ان کو اپنی حکومت کا حقدار نہ بنا دیجئے۔ ہمیں ڈر ہے کہ اگر آپ نے ایسا کیا تو وہ حکومت جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے خاندان کو عطا کی ہے وہ ہم سے نکل جائے گی اور وہ ساری عزت جو اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو دی ہے وہ سب جاتی رہے۔ آپ کو خود معلوم ہے کہ ہم سے اور اس قوم (آل ابی طالب) سے پرانی اور نئی کیا کیا دشمنیاں ہیں۔ اور آپ سے پہلے خلفاء راشدین نے ان لوگوں کو ہمیشہ اپنے سے دور رکھا اور انہیں ہمیشہ حقیر اور چھوٹا بنائے رکھا مگر آپ نے علی ابن موسیٰ رضا کو اپنا ولی عہد بنا کر سخت مخمصے میں ڈال دیا تھا وہ تو یہ کہیئے کہ اللہ نے ہی ہمیں اس مخمصے سے نکالا اگر اب خدا کے لئے

ہم لوگوں کو پھر تو اس مخمصے میں نہ ڈالیں اور فرزند امام رضاؑ کے متعلق اپنی رائے پر نظر ثانی کریں۔ اور ان کے بدلے اپنے ہی خاندان کا کوئی مناسب لڑکا دیکھ لیں جو آپ کی دامادی کے لائق ہو۔

مامون نے جواب دیا سنو! آل ابو طالب اور تم لوگوں کے درمیان جو تنازعہ ہے اس کے سبب خود تم لوگ ہو۔ اگر واقعتاً تم لوگ انصاف سے کام لیتے تو حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ تم لوگوں سے زیادہ اس کے حقدار تھے اور ہمارے گزشتہ خلفائے نے ان لوگوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ درحقیقت قطع رحم تھا اور میں اس سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ میں ہرگز قطع رحم نہ کروں گا۔ خدا کی قسم میں امام رضاؑ کو اپنا ولی عہد بنانے پر کوئی ندامت محسوس نہیں کرتا بلکہ میں نے تو انہیں یہ پیشکش کی تھی کہ میں خلافت سے دست بردار ہوتا ہوں آپ حکومت کی باگ ڈور سنبھالیں مگر انہوں نے انکار کر دیا اس لئے کہ اللہ نے جو مقدر کر دیا ہے وہی ہوتا ہے۔

اب رہ گیا حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام کا معاملہ تو میں نے انہیں بھی اس لئے منتخب کیا ہے کہ وہ اہل علم و فضل میں سب سے بڑھ کر ہیں اگرچہ وہ ابھی کمسن ہیں مگر ان کا علم و فضل حیرت انگیز ہے۔ میں نے جو صلاحیت ان میں دیکھی ہیں وہ سب کو دکھا دوں تاکہ سب پر واضح ہو جائے کہ ہم نے ان کے متعلق جو رائے قائم کی ہے بالکل درست ہے۔

لوگوں نے کہا ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان میں صلاحیت پائی ہو مگر وہ ابھی بالکل کمسن ہیں نہ انہیں ابھی کوئی علم ہوگا اور نہ وہ فقہی مسائل سے واقف ہوں گے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ ابھی انہیں مہلت دیں تاکہ ان کی تعلیم و تربیت ہو جائے اس کے بعد آپ ان کے ساتھ جو چاہیں کریں۔

مامون نے کہا وائے ہو تم لوگوں پر میں اس بچے کو تم سے بہتر جانتا ہوں اس خاندان والوں کو علم و ادب سیکھنے کی ضرورت نہیں ان کو منجانب اللہ علم عطا ہوتا ہے اور بچپن سے ان کو الہام ہونے لگتا ہے۔ اس بچے کے آبائے کرام علم دین و ادب میں امت سے تحصیل علم ادب کرنے میں ہمیشہ مستغنی رہے اور اگر تم لوگ چاہو تو اس بچے کو آزما کر دیکھ لو کہ حضرت ابو جعفرؑ میں وہ صلاحیت ہے یا نہیں جو میں نے تم کو بتائی ہے۔

لوگوں نے کہا ہمیں منظور ہے یا امیر المومنین! ہم لوگ خود ان کا امتحان لیں

گے۔ ہمیں موقع دیں کہ ہم لوگ ان سے آپ کے سامنے کچھ فقہی مسائل پوچھ کر دیکھیں اگر انہوں نے صحیح جواب دے دیا تو ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اور ہر خاص و عام پر یہ واضح ہو جائے گا کہ ان کے متعلق امیر المومنین نے جو رائے قائم کی ہے وہ درست ہے۔ مامون نے کہا تم لوگوں کو اختیار ہے جب چاہو آزما لو۔

اس گفتگو کے بعد سب لوگ مامون کے پاس سے نکلے اور پھر ایک جگہ بیٹھ کر ایک متفقہ فیصلہ کیا کہ یحییٰ بن اکثم جو اس زمانے میں قاضی القضاۃ ہے وہ امام محمد تقی علیہ السلام سے چند ایسے فقہی مسائل پوچھیں جس کا وہ جواب نہ دے سکیں گے یحییٰ بن اکثم سے ان لوگوں نے اس کام کے لئے بہت سے انعام واکرام کا وعدہ کیا وہ لوگ مامون کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ آپ اسکے کے لئے کوئی دن مقرر کر دیں۔ مامون نے ان کی یہ بات منظور کر لی اور ایک دن مقرر کر دیا۔

اس مقررہ دن پر سب لوگ جمع ہوئے ان کے ساتھ یحییٰ بن اکثم بھی تھا۔ مامون نے حکم دیا کہ حضرت ابوجعفر امام محمد تقی علیہ السلام کے لئے مسند بچھا دی جائے اور اس مسند پر دو تکیئے رکھ دیئے جائیں۔ جب یہ انتظام ہو گیا تو حضرت ابوجعفر علیہ السلام برآمد ہوئے اس وقت آپ کا سن نو سال اور چند مہینوں کا تھا۔ آپ مسند پر دونوں تکیوں کے درمیان بیٹھ گئے۔ یحییٰ بن اکثم آپ کے سامنے بیٹھا اور مامون آپ کی مسند سے متصل ایک دوسری مسند پر بیٹھا۔ اور سب لوگ حسب مراتب اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔

یحییٰ بن اکثم نے مامون سے کہا کیا امیر المومنین کی اجازت ہے کہ میں ابوجعفر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھوں؟ مامون نے کہا اگر تمہیں کچھ پوچھنا ہے تو ابوجعفر سے اجازت لو۔ یہ سن کر یحییٰ بن اکثم حضرت ابوجعفر علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور بولا میں آپ پر قربان کیا اجازت ہے کہ میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھوں؟ آپ نے فرمایا جو چاہو پوچھو۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا یہ فرمایئے کہ حالت احرام میں اگر کوئی شخص شکار کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

آپ نے فرمایا مگر پہلے تم یہ تو واضح کرو کہ اس نے یہ شکار حل میں کیا تھا یا حرم میں؟ شکار کرنے والا مسئلہ سے واقف تھا یا ناواقف؟ اس نے عمداً اس جانور کو مار ڈالا یا دھوکے سے قتل ہو گیا؟ وہ شخص آزاد تھا یا غلام؟ کم سن تھا یا بالغ؟ پہلی

مرتبہ ایسا کیا تھا یا اس سے پہلے بھی ایسا کر چکا تھا۔ شکار پرند کا تھا یا کوئی اور چھوٹا یا بڑا جانور تھا؟ وہ اپنے فعل پر اصرار رکھتا ہے یا پشیمان ہے۔ رات کو پوشیدہ طور پر شکار کیا تھا یا دن دھاڑے؟ احرام عمرہ کا تھا یا حج کا؟

اس مسئلہ میں اتنے گوشے سُن کر یحییٰ بن اکثم حیرت میں پڑ گیا۔ اس کے چہرے سے اس کی عاجزی ظاہر ہونے لگی اس کی زبان لڑکھڑانے لگی۔ اس سے کچھ بولا نہ گیا اور سارے مجمعے نے محسوس کر لیا کہ اس کا ناطقہ بند ہے۔ ماموں نے کہا اللہ کا شکر کہ اس نے ہم پر کرم کیا ہمیں صحیح رائے قائم کرنے کی توفیق عطا کی اسکے بعد اس نے اپنے اہل خاندان کی طرف رُخ کیا اور بولا بتاؤ تم لوگ جوان کے علم و فضل سے انکار کر رہے تھے اب تو تم نے بھی پہچان لیا کہ یہ کون ہیں اور کیا ہیں؟ اس کے بعد اس نے حضرت ابوجعفر علیہ السلام کی طرف رُخ کیا اور کہا اے ابوجعفر تم میری دُختر سے اپنا نکاح منظور کرتے ہو؟ آپ نے فرمایا جی یا امیر المومنین مجھے منظور ہے۔ ماموں نے کہا اچھا تو پھر آپ اپنی طرف سے خطبہ نکاح پڑھیں ہمیں اپنی قوم کی ناراضگی کی پرواہ نہیں میں اپنی دُختر ام الفضل کا نکاح آپ سے کروں گا۔

حضرت ابوجعفر امام محمد تقی علیہ السلام نے مندرجہ ذیل خطبہ نکاح پڑھا

الحمد للہ اقراراً بنعمتہ ولا الٰہ الا اللہ اخلاصاً لوحدانیۃ

وصلی اللہ علی محمد سید بحریتہ والاصفیاء من عترتہ

اما بعد فقد کان من فضل اللہ علی الانام ان اغناھو بالحلال

عن الحرام وقال سبحانہ وانکحوا الایامیٰ منکو والصالحین من عبادکم

وامائکو ان یکونوا فقراء یغنھو اللہ من فضلہ واللہ واسع علیم

واضح ہو کہ محمد بن علی بن موسیٰ علیہ السلام ماموں کی دُختر ام الفضل سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور اس کا مہر اتنا ہی ادا کرے گا جتنا مہر اس کی جدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا اور وہ پانچ سو درہم تھے پس یا امیر المومنین آپ اپنی اس دُختر کا نکاح مجھ سے اتنے مہر کرتے ہیں۔؟

ماموں نے کہا ہاں اے ابوجعفر میں نے اپنی دختر اُم الفضل کا نکاح آپ سے مہر مذکور پر کیا کیا آپ نے یہ نکاح قبول کیا؟ حضرت ابوجعفر علیہ السلام نے فرمایا ہاں میں نے اسے قبول کیا اور میں اس پر راضی ہوں۔

اس کے بعد ماموں نے حکم دیا کہ ہر خاص و عام حسب مرتبہ اپنی اپنی جگہ

بیٹھ جائیں۔

(۴) فقہی مسائل کا جواب

ریان کا بیان ہے کہ تھوڑی ہی دیر میں ملاحوں کی جیسی آوازیں ہم لوگوں کے کانوں میں آنے لگیں اور کچھ خدام ایک چاندی کی بنی ہوئی کشتی جس میں ریشم کی ڈوریاں بندھی ہوئی تھیں۔ ایک گاڑی پر جو مختلف اقسام کے عطر و خوشبو سے معمور تھی کھینچتے ہوئے لائے۔ مامون نے حکم دیا کہ سب کی داڑھی میں خوشبو اور عطر لگایا جائے۔ اس کے بعد دستر خوان بچھایا گیا۔ سب نے کھانا کھایا۔ اس کے بعد ہر ایک کو حسب حیثیت انعام واکرام دیا گیا۔

غرض جب سب لوگ انعام واکرام لے کر رخصت ہو گئے اور اب صرف چند مخصوصین باقی رہ گئے تو مامون نے حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے کہا میں آپ پر قربان اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان تمام گوشوں کے احکام بیان کر دیں تاکہ ہم لوگوں کو اس سے استفادہ کا موقع مل سکے آپ نے فرمایا بہتر سنیئے :۔

اگر اس شخص نے احرام باندھنے کے بعد حل میں شکار کیا ہے اور وہ شکار پرندہ کا ہے اور بڑا ہے تو اس کا کفارہ ایک بکری ہے اور ایسا شکار حرم میں کیا ہے تو دو بکریاں ہیں اور کسی چھوٹے پرندہ کا حل میں شکار کیا ہے تو ایک بکری کا بچہ جو اپنی ماں کا دودھ چھوڑ چکا ہو کفارہ دے گا۔ اور اگر حرم میں شکار کیا ہے تو اس پرندہ کی قیمت اور ایک دنبہ کفارہ دے گا اور اگر وہ شکار چوپایہ ہو تو اس کی کئی قسمیں ہیں اگر وہ وحشی گدھا ہے تو ایک گائے۔ اگر شتر مرغ ہے تو ایک اونٹ، اگر ہرن ہے تو ایک بکری کفارہ دے گا۔ اور یہ کفارہ جب ہے کہ حل میں شکار کیا ہو۔ لیکن اگر حرم میں شکار کیا ہے تو یہی کفارے دو گنے دینے ہوں گے۔ اور ان جانوروں کو جنہیں کفارے میں دے گا۔ اگر احرام عمرے کا تھا تو خانہ کعبہ تک پہنچائے گا اور مکہ میں قربانی دے گا اور اگر احرام حج کا تھا تو منیٰ میں قربانی دے گا۔ ان کفاروں میں عالم و جاہل دونوں برابر ہیں اور بالارادہ شکار کرنے میں کفارہ دینے کے علاوہ وہ گنہگار بھی ہوگا۔ ہاں بھولے سے شکار کرنے میں گنہگار نہ ہوگا۔ آزاد اپنا کفارہ خود ادا کرے گا اور غلام کا کفارہ اس کا مالک دے گا۔ اور چھوٹے بچے پر کوئی کفارہ نہیں بالغ پر کفارہ دینا واجب ہے اور جو شخص اپنے اس فعل پر نادم ہوگا وہ آخرت کے عذاب سے بچ جائے گا۔ لیکن اگر اپنے اس فعل پر اصرار

کرے گا تو آخرت میں بھی اس پر عذاب ہوگا۔

مامون نے یہ تفصیل سُن کر کہا اے ابوجعفر اللہ آپ کا بھلا کرے آپ نے بہت اچھی تفصیل دی۔ اب اگر آپ مناسب سمجھیں تو جس طرح یحییٰ بن اکثم نے آپ سے سوال کیا تھا آپ بھی اس سے ایک سوال کر کے دیکھیں آپ نے یحییٰ بن اکثم سے کہا کیا میں تم سے ایک مسئلہ پوچھوں؟ یحییٰ نے کہا آپ کو اختیار ہے میں آپ پر قربان اگر مجھے معلوم ہوگا تو جواب عرض کروں گا ورنہ خود آپ سے استفادہ کروں گا۔ حضرت ابوجعفر علیہ السلام نے کہا۔

تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جس نے صبح کو ایک عورت پر نظر کی تو وہ اس پر حرام تھی۔ دن چڑھے حلال ہوگئی۔ پھر ظہر کے وقت حرام ہوگئی۔ عصر کے وقت پھر حلال ہوگئی۔ غروب آفتاب پر پھر حرام ہوگئی۔ عشاء کے وقت پھر حلال ہوگئی۔ آدھی رات کو پھر حرام اور صبح کے وقت پھر حلال ہوگئی۔ بتاؤ ایک ہی دن میں اتنی دفعہ وہ عورت اس شخص پر کس طرح حرام و حلال ہوتی رہی؟

یحییٰ بن اکثم نے کہا نہیں خدا کی قسم میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں، مجھے معلوم نہیں کہ وہ حرام و حلال کیسے ہوتی رہی۔ اب اس کا جواب بھی آپ ہی بتائیں۔

آپ نے فرمایا۔ "سنو وہ عورت کسی کی کنیز تھی۔ اس کی طرف صبح کے وقت جب ایک اجنبی شخص نے اس پر نظر کی تو وہ اس کے لئے حرام تھی۔ دن چڑھے اس نے وہ کنیز خرید لی، حلال ہوگئی۔ ظہر کے وقت آزاد کر دیا وہ حرام ہوگئی۔ عصر کے وقت اس سے نکاح کر لیا وہ پھر حلال ہوگئی۔ مغرب کے وقت اس سے ظہار کیا وہ پھر حرام ہوگئی۔ عشاء کے وقت ظہار کا کفارہ دے دیا وہ پھر حلال ہوگئی۔ آدھی رات کو اس شخص نے اس عورت کو طلاق رجعی دی وہ پھر حرام ہوگئی اور صبح کے وقت اس نے طلاق سے رجوع کر لیا وہ پھر حلال ہوگئی۔"

یہ جواب سن کر مامون نے اپنے اہل خاندان کی طرف رُخ کیا اور بولا بتاؤ تم میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہے جو اس مسئلہ کا اس طرح جواب دے یا اس مسئلہ کو حل کر دے جو اس سے پہلے گزرا۔ سب نے کہا نہیں قسم بخدا امیرالمومنین کی رائے درست و صائب ہے۔ مامون نے کہا وائے ہو تم پر یہ اہل بیت رسول ہیں تم لوگوں نے دیکھ لیا کہ ان لوگوں کو ساری مخلوق سے زیادہ خصوصی فضل و شرف حاصل ہے اور ان کی کم سنی ان کے فضل و

کمال میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام کو اسلام کی دعوت دی جب کہ ان کا سن صرف دس سال کا تھا اور آپ نے اس سن کے کسی شخص کو دعوت اسلام نہیں دی پھر امام حسنؑ و امام حسینؑ نے اس وقت بیعت کی جب یہ دونوں پانچ چھ سال کے تھے اور اس سن کے کسی بچے نے بیعت نہیں کی تھی۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اس قوم (اہل بیت رسول) کو اللہ تعالیٰ نے کن کن خصوصیات سے نوازا ہے۔ یہ ذریت رسول ہیں ان میں سے ہر ایک ایک دوسرے سے ہے۔ اور وہی فضل وعلم جو پہلے میں تھا آخری میں بھی ہے۔ لوگوں نے کہا امیر المومنین نے سچ فرمایا اس کے بعد قوم رخصت ہو گئی۔

دوسرے دن تمام لوگ پھر بلائے گئے اور حضرت ابو جعفر علیہ السلام بھی تشریف لائے۔ اور تمام لشکر کے سرداروں، درباریوں، خواصوں اور حکومت کے کارندوں نے مامون اور حضرت ابو جعفر علیہ السلام کو مبارک باد دی۔ اس کے بعد چاندی کے تین طبق آئے جن میں مشک و زعفران کی گولیاں تھیں ہر گولی کے اندر ایک پرچہ تھا جس پر کسی بھاری انعامات وعطایا۔ وجاگیر کے نام تحریر تھے۔ مامون نے حکم دیا کہ ان گولیوں کو خواص کے مجمعے میں لٹا دیا جائے جس شخص کے ہاتھ جو گولی لگی اس نے اس گولی کو کھولا اس میں سے جو پرچہ نکلا اور اس پرچہ پر جس چیز کا نام تحریر تھا اس نے پڑھ کر اُسے لے لیا۔ اس کے بعد دس ہزار درہموں کی تھیلیاں لائی گئیں جو سرداران لشکر وغیرہ پر تقسیم ہوئیں پھر مامون نے صدقہ نکالا اور تمام مساکین کو دیا۔ (احتجاج طبرسی ص ۲۲۹/۲۲۶)

مامون حضرت امام ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام کی اپنی زندگی بھر بہت تعظیم وتکریم کیا کرتا اور ہر امر میں ان کو اپنی اولاد اور اپنے اہل خاندان پر ترجیح دیا کرتا۔

محمد بن عون نصیبی سے بھی یہی روایت مرقوم ہے۔

کتاب ارشاد میں ریان بن شبیب سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(کتاب الارشاد ص ۲۹۹/۳۰۴)

۵ ـــــ بابرکت دن

جس روز اُم الفضل بنت مامون کا عقد حضرت ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام سے ہوا۔ ابو ہاشم جعفری نے آپ سے عرض کیا یا مولا آج کا دن تو ہم لوگوں کے لئے بڑا مبارک رہا۔ آپ نے فرمایا اے ابو ہاشم یوں کہو کہ آج کے دن اللہ نے ہم لوگوں پر بڑی

برکت عطا فرمائی۔ ابو ہاشم نے کہا جی ہاں جی ہاں۔ مگر آج کے دن کیا کہوں۔ فرمایا اچھی بات کہو۔ اچھائی ملے گی۔ میں نے عرض کیا میں ایسا ہی کروں گا۔ فرمایا اگر ایسا کروگے تو ہدایت پاؤ گے اور بھلائی ہی بھلائی دیکھو گے۔ (تحف العقول ص۴۷۹)

⑥ اُم الفضل کا شکایتی خط

لوگوں نے روایت کی ہے کہ اُم الفضل نے مدینہ سے اپنے باپ کو خط لکھا اور اس میں حضرت ابو جعفر علیہ السلام کی شکایت تحریر کی کہ وہ کہتے ہیں دوسرا عقد کرکے ہم پر سوت لائیں گے۔ مامون نے اس کے جواب میں تحریر کیا بیٹی میں نے تمہارا عقد حضرت ابو جعفر سے اس لئے نہیں کیا ہے کہ جو چیز اللہ نے ان کے لئے حلال کی ہے میں اسے ان کے لئے حرام کردوں۔ اور خبردار اب آئندہ اس قسم کی شکایت مجھ سے نہ کرنا۔ (ارشاد ص۳۱۴)

⑦ یحییٰ بن اکثم سے مناظرہ فضیلتِ شیخین پر

روایت کی گئی ہے کہ مامون اپنی دختر اُم الفضل کا عقد حضرت امام ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام سے کرنے کے بعد اپنے دربار میں تھا اور وہیں حضرت ابو جعفر و یحییٰ بن اکثم اور شرکاء کی جماعت کثیر بھی موجود تھی۔ یحییٰ بن اکثم نے حضرت ابو جعفر علیہ السلام کو مخاطب کیا اور بولا فرزند رسول آپ اس روایت کے متعلق کیا کہتے ہیں، وہ یہ ہے کہ حضرت جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے اور کہا یا محمد اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کے بعد یہ کہتا ہے ذرا ابو بکر سے پوچھو کیا وہ مجھ سے راضی ہیں۔ میں تو بہر حال ان سے راضی ہوں۔

حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا حضرت ابو بکر کی منزلت کا میں منکر نہیں ہوں لیکن اس روایت کے راوی پر یہ واجب ہے کہ اس روایت کو بھی پیش نظر رکھے جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ میری طرف غلط روایات منسوب کرنے والے بہت ہو گئے ہیں اور ابھی اور بھی زیادہ ہوں گے مگر یاد رہے کہ جو شخص میری طرف کوئی جھوٹ بات

منسوب کریگا۔ وہ اوندھے مُنہ جہنم میں جائے گا۔ لہٰذا تم لوگوں کے سامنے جب کوئی میری حدیث آئے تو اس کو کتاب خدا اور میری سنت کے مطابق کر کے دیکھو اگر اسے کتاب خدا اور میری سنت کے موافق پاؤ تو اسے قبول کر لو اور اگر مخالف پاؤ تو اسے چھوڑ دو۔ اب اِس مذکورہ روایت کو دیکھا جائے تو یہ کتاب خدا کے موافق نہیں ہے۔ اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس بہ نفسہ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ سورہ قٓ آیت نمبر ۱۶

جب اللہ تعالیٰ ہر ایک کی شہ رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہے تو پھر اِس سے ابوبکر کی رضا یا ناراضگی کیسے چھپی رہ گئی کہ وہ رسول اللہ سے کہتا ہے کہ ذرا ابوبکر سے معلوم کر کے مجھے بتاؤ؟ عقل کے نزدیک تو یہ بات محال ہے۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا اور یہ روایت بھی تو کی گئی ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی مثال زمین پر ایسی ہی ہے جیسے حضرت جبریل و حضرت مکائیل کی مثال آسمان پر ہے۔

آپؑ نے فرمایا یہ روایت بھی قابل نظر ہے کیونکہ حضرت جبریل و حضرت مکائیل یہ دونوں اللہ کے مقرب فرشتے ہیں جنہوں نے کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی اور ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ کی اطاعت سے روگردان نہیں ہوئے لیکن حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پہلے مشرک تھے اگرچہ بعد میں اسلام لائے علاوہ ازیں ان دونوں کی زندگی کا اکثر حصہ مشرک باللہ میں بسر ہوا۔ لہٰذا محال ہے کہ ان دونوں کو ان دونوں فرشتوں کے مشابہہ قرار دیا جائے۔

یحییٰ نے کہا یہ بھی روایت ہے کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر یہ دونوں جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں۔ اِس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟

آپ نے فرمایا یہ بھی محال ہے کیونکہ اہل جنت کل کے کل جوان ہوں گے ان میں کوئی بوڑھا نہ ہوگا۔ یہ روایت بنی امیہ نے اِس روایت کے مقابلہ میں وضع کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمؐ نے حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسین علیہم السلام کے متعلق فرمایا کہ یہ دونوں سردار جوانان اہل جنت ہیں۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا روایت میں ہے کہ حضرت عمر ابن خطاب اہل جنت کے لئے چراغ ہیں؟

آپ نے فرمایا یہ محال ہے کیونکہ جنت میں ملائیکہ مقربین و نیز از آدم تا خاتم تمام انبیاء و مرسلین ہوں گے تو ان لوگوں کے انوار سے تو جنت میں کوئی روشنی نہ ہو اور حضرت عمر کے چراغ سے جنت روشن ہو جائے۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا اور یہ بھی روایت ہے کہ سکینہ حضرت عمر کی زبان سے گفتگو کرتا ہے۔؟

آپ نے فرمایا میں حضرت عمر کی منزلت سے انکار نہیں کرتا مگر غور کرو کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر سے کہیں افضل ہیں اور وہ برسر منبر کہتے ہیں کہ میرے ساتھ ایک شیطان ہے جو مجھے بہکاتا ہے لہذا اگر تم لوگ دیکھو کہ میں ٹیڑھا ہو رہا ہوں تو مجھے سیدھا کر لیا کرو۔

یحییٰ ابن اکثم نے کہا اور یہ بھی روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں مبعوث بہ رسالت نہ ہوتا تو حضرت عمر رسول بنا کر بھیجے جاتے۔

آپ نے فرمایا اس حدیث کے مقابلہ میں اللہ کی کتاب زیادہ سچی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے۔

وَ اذ اخذنا من النبیین میثاقھم و منك و من نوح (سورہ احزاب آیت نمبر ۷)

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد و پیمان لے لیا تھا۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ اپنے عہد و پیمان کو بدل دے۔ اور انبیاء وہ ہیں جنہوں نے چشم زدن کے لئے بھی کبھی شرک نہیں کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ اِس شخص کو کیسے رسول بنا کر بھیجتا جس کی زندگی کا اکثر حصّہ آلودہ شرک باللہ رہا۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ میں اس وقت نبی بنایا گیا جب حضرت آدم اپنی روح و جسد کے درمیان میں تھے۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا یہ بھی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ جب کبھی مجھ پر وحی آنی رُک جاتی تھی تو مجھے یہ خیال ہوتا کہ اب یہ وحی آل خطاب (حضرت عمر) پر نازل ہو رہی ہوگی۔

آپ نے فرمایا یہ بھی ناممکن و محال ہے اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اللّٰہ یصطفی من الملائکۃ رسلا و من الناس (سورہ الحج آیت نمبر ۷۵)

جب اللہ رسولوں کو منتخب کرتا ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے منتخب کیے ہوئے نبی سے نبوت کو ایسے شخص کی طرف منتقل کر دے جس نے شرک کیا ہو۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت بھی کی گئی ہے کہ اگر عذاب نازل ہو تو سوائے حضرت عمر کے کوئی نہ بچے گا۔ آپ نے فرمایا یہ بھی ناممکن اور محال ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون

سورہ انفال آیت نمبر ۳۳

یعنی اللہ تعالیٰ اس امت میں سے کسی پر عذاب نازل ہی نہ کرے گا جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے درمیان ہیں یا وہ لوگ استغفار کر رہے ہوں۔ احتجاج طبرسی ص ۲۳/۲۲۹

(۸) رعب امامت

برسی نے اپنی کتاب مشارق الانوار میں ابو جعفر ہاشمی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک دن میں بغداد میں حضرت ابو جعفر ثانی امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ یاسر خادم حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ شہزادے آپ کو میری مالکہ ام جعفر یعنی خواہر مامون نے یاد کیا ہے۔ آپ نے خادم سے کہا جاؤ میں ابھی آرہا ہوں اس کے بعد آپ کھڑے ہوئے اپنی سواری پر بیٹھے اور مامون کی محلسرا کے دروازے پر پہنچے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب آپ کی آمد کی اطلاع اندر پہنچی تو ام جعفر خواہر مامون خود دروازے پر آگئی آپ کو سلام کیا اور کہا اندر آجائیے اُم الفضل بنت مامون کے پاس چلیں۔ میری تمنا ہے کہ میں آپ کو اور اپنی بیٹی اُم فضل کو ایک جگہ بیٹھا ہوا دیکھوں اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ اندر تشریف لے گئے۔ درمیان کے پردے تھے آپکے سامنے سے اٹھتے جاتے تھے وہاں پہنچ کر فوراً الٹے پاؤں واپس ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ فلما رانیہ اکبرنہ (سورہ یوسف آیت ۳۱) (جب عورتوں نے حضرت یوسف کو دیکھا تو فریفتہ ہوگئیں) آپ وہاں سے نکلے اور آکر بیٹھ گئے ام جعفر خواہر مامون اپنے دامن کو سمیٹتی ہوئی باہر آئی اور عرض کیا شہزادے آپ نے کرم تو ضرور کیا مگر یہ کرم ناتمام رہا۔ آپ نے فرمایا۔

اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ (سورہ نحل آیت ۱) حکم خدا آیا چاہتا ہے تم لوگ جلدی نہ کرو) اور بات کچھ ایسی ہوئی ہے اس کا اعادہ مناسب و بہتر نہیں ہے جاؤ اور ام الفضل کو بتادو وہ واپس گئی اور اس نے اُم الفضل کو بتایا کہ آپ نے یہ فرمایا ہے۔ اُم الفضل نے کہا پھوپھی یہ بات انہیں کیسے معلوم ہوگئی۔ اب اپنے والد کے لئے میرے مُنہ سے کیسے نہ بد دُعا نکلے اس لئے کہ انہوں نے ایک جادو گر سے میرا نکاح کر دیا۔ اس کے بعد بولی اے پھوپھی جب ان کا جمال مجھے نظر آیا تو مجھے ایام شروع ہو گئے۔ میرے ہاتھ اپنے کپڑوں پر لگے اور میں نے اپنے آپ کو سنبھالا۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر اُم جعفر مبہوت سی ہو گئی اور باہر آ کر پوچھا شہزادے ام الفضل کو کیا ہو گیا تھا؟ (یہ عورتوں کے راز کی بات ہے)۔ اس نے کہا شہزادے کیا غیب کی بات جانتے ہو؟ فرمایا نہیں پوچھا تو پھر آپ پر وحی نازل ہوئی ہے؟ فرمایا نہیں کہا پھر آپ کو اس کا علم کیسے ہو گیا جب کہ اس کا علم اللہ کو ہے یا اُم الفضل کو؟ فرمایا اللہ نے مجھے آگاہ کیا تو مجھے علم ہو گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ جب اُم جعفر واپس گئی تو میں نے عرض کیا شہزادے عورتوں کے بلوغ کی پہچان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا حیض جو اُم الفضل کو آیا ہے۔

بحار الانوار

باب ۵

فضائل و مکارمِ اخلاق

ANSAR

(۱) کم سنی میں تیس ہزار مسائل کا جواب

علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ جب حضرت امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام نے وفات پائی تو ہم لوگ حج کے لئے گئے پھر حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں مختلف شہروں سے آئے ہوئے شیعوں کا ایک بہت بڑا مجمع تھا۔ جو حضرت ابی جعفر علیہ السلام کی زیارت کی تمنا میں جمع تھا۔ اسی اثنا میں آپ کے چچا عبداللہ بن موسیٰ وہاں آ گئے۔ یہ ایک سن رسیدہ بزرگ تھے۔ موٹے جھوٹے لباس میں ملبوس پیشانی پر سجدے کا نشان وہ بھی آکر وہاں بیٹھ گئے۔ اتنے میں حضرت امام ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام اپنے حجرے سے برآمد ہوئے۔ قصبی قمیض اور قصبی چادر میں ملبوس پاؤں میں سفید رنگ کی پاپوش۔ آپ کو آتے دیکھ کر عبداللہ ابن موسیٰ کھڑے ہو گئے اور ان کے ساتھ تمام شیعہ بھی تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ عبداللہ بن موسیٰ نے آگے بڑھ کر آپ کا استقبال کیا پیشانی کو بوسہ دیا۔ آپ ایک کرسی پر آکر تشریف فرما ہوئے۔ آپ کی کم سنی کو دیکھ کو دیکھ کر سارا مجمع مارے حیرت کے ایک دوسرے کو تکنے لگا۔

مجمع میں سے ایک شخص نے آپکے چچا سے پوچھا اللہ آپ کا بھلا کرے یہ بتائیں کہ اگر کوئی شخص جانور سے فعل بد کرے تو اُس کے لئے کیا حکم ہے؟

عبداللہ بن موسیٰ نے کہا اس کا داہنا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور کوڑے بھی لگائے جائیں گے۔ یہ سُن کر حضرت امام ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام کو طیش آ گیا ان کی طرف غصہ کی نظر سے دیکھا اور فرمایا۔ چچا خوف خدا کیجئے ورنہ قیامت کے دن وہ منزل بہت سخت ہوگی۔ جب اللہ آپکے سامنے کھڑے ہوں گے اور آپ سے پوچھا جائے گا کہ جس مسئلہ کا تمہیں علم نہ تھا اس کے متعلق تم نے لوگوں کو فتویٰ کیوں دیا؟ عبداللہ بن موسیٰ نے کہا مولا کیا آپ کے پدر بزرگوار نے یہ فتویٰ نہیں دیا تھا؟ آپ نے فرمایا وہاں یہ مسئلہ نہیں تھا بلکہ اس شخص نے ایک عورت کی قبر کھودی اور اس سے زنا کیا اس پر میرے پدر بزرگوار نے یہ فتویٰ دیا کہ اِس کا داہنا ہاتھ قبر کھودنے کے جرم میں کاٹا جائے گا اور زنا کے جرم میں کوڑے بھی لگائے جائیں گے اس لئے کہ میت کی عزت و حرمت بھی اتنی ہی ہے جتنی اس کی زندگی میں تھی۔ عبداللہ بن موسیٰ نے کہا مولا آپ نے سچ ارشاد فرمایا مجھے یاد آگیا اب میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔

لوگوں کو اس گفتگو سے بڑی حیرت ہوئی اور ہر طرف سے آواز آئی میرے مولا اجازت ہو تو ہم لوگ بھی آپ سے اپنے مسائل دریافت کریں آپ نے اجازت دی اور لوگوں نے اس ایک نشست میں آپ سے تیس ہزار مسائل دریافت کئے اور آپ نے ان سب کے جوابات دیئے حالانکہ اس وقت آپ کا سن فقط نو سال کا تھا۔ (اختصاص ص۱۰۲)

علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ قرب و جوار کے کچھ لوگ حضرت ابو جعفر علیہ السلام کے پاس آئے اور ملاقات کی اجازت چاہی آپ نے اجازت دی وہ سامنے گئے تو ان لوگوں نے ایک نشست میں تیس ہزار مسائل دریافت کئے آپ نے ان سب کا جواب دیا۔ حالانکہ اس وقت آپ کا سن صرف دس سال کا تھا۔
(مناقب ص۲۱۷)

ابراہیم بن ہاشم سے بھی اسی کے مثل روایت ہے۔ (مناقب جلد۴ ص۳۸۴)
علی سے بھی اسی کے مثل روایت ہے۔ (کافی جلد ۱ ص۴۹۶)

کتاب الجلاء و الشفاء میں مروی ہے کہ جب امام رضا علیہ السلام نے رحلت فرمائی تو محمد بن جمہور عمی، حسن بن راشد، علی بن مدرک، علی بن مہزیار اور مختلف شہروں سے کثیر تعداد میں لوگ مدینہ آئے اور اہل مدینہ سے دریافت کیا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے بعد ان کا جانشین کون ہے اور کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا بصریا ایک گاؤں ہے جو مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے جسے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے آباد کیا تھا۔ الغرض ہم لوگ وہاں پہنچے اور داخل قصر ہوئے۔ دیکھا کہ بہت سے لوگ سر بگریبان گردن جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ ہم سب بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے اتنے میں عبد اللہ ابن موسیٰ جو ایک عمر رسیدہ بزرگ تھے تشریف لائے۔ لوگوں نے سمجھا کہ یہ امام وقت ہیں۔ پھر سوچا کہ فقہا نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے تو یہ روایت کی ہے کہ امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد اب دو بھائی کبھی امام نہ ہوں گے۔ لہذا یہ ہمارے امام نہیں ہو سکتے۔ الغرض وہ آکر صدر مجلس میں بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے ان سے مسئلہ پوچھا یہ بتائیں کہ اگر کوئی شخص گدھی سے بدفعلی کرے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ انھوں نے جواب دیا اس کا داہنا ہاتھ قطع کیا جائے گا اور بعد میں کوڑے لگائے جائیں گے۔ پھر سال بھر کے لئے ملک بدر کر دیا جائے گا۔ پھر ایک دوسرا شخص اٹھا اس نے پوچھا اللہ تعالیٰ آپ کی بزرگی میں اور اضافہ فرمائے یہ بتائیں کہ ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ تجھے آسمان کے

ستاروں کی تعداد کے برابر طلاق انہوں نے جواب دیا۔ اس سے اس نے سر جوزانسر طائر اور نسر واقع مراد لئے ہیں یعنی تین طلاق۔ اور ہم لوگوں کو ان کے ان فتوؤں پر بڑی حیرت تھی کہ اتنے میں حضرت ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام جن کا سن اس وقت آٹھ سال کا تھا تشریف لائے ہم لوگ کھڑے ہو گئے آپ نے آکر سب کو سلام کیا عبداللہ بن موسیٰ صدر مجلس سے اٹھ گئے اور اب صدر مجلس میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام بیٹھے آپ نے فرمایا کیا پوچھنا چاہتے ہو مجھ سے پوچھو۔

اذن سوال پاکر پہلا شخص اٹھا اور عرض کیا ایک شخص نے گدھی سے بد فعلی کی اس کے لئے کیا حکم شرع ہے۔ آپ نے فرمایا اس شخص پر حد جاری ہوگی اور وہ اس گدھی کی قیمت ادا کرے گا۔ اور اس کے لئے گدھی یا اس گدھی کے بچوں پر سواری حرام ہوگی۔ اس گدھی کو جنگل میں چھوڑ دیا جائے گا تاکہ وہ وہیں مر جائے اور درندے وغیرہ اس کو کھا جائیں اس کے بعد فرمایا اور وہ حکم شرع جو عبداللہ ابن موسیٰ نے بتایا ہے۔ وہ اس شخص کے متعلق ہے جس نے ایک عورت کی قبر کھود دی اس کا کفن چرایا اور اس کے ساتھ بد فعلی کی۔ تو چوری کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ پھر اس پر زنا کی حد جاری کی جائے گی اگر وہ بے عورت کے ہے تو اس کو شہر بدر کیا جائے گا اور اگر وہ عورت دار ہے تو اس کا قتل اور رجم واجب ہے۔

اب دوسرا شخص اٹھا اور عرض کیا فرزند رسول ایسے شخص کے متعلق کیا حکم شرع ہے جس نے اپنی عورت سے کہا کہ میں نے تجھے آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر طلاق دی۔ آپ نے پوچھا تم قرآن پڑھتے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں فرمایا اچھا سورہ طلاق کی تلاوت کرو۔ و اقیموا الشھادۃ للہ۔ سورہ طلاق آیت ۲

اور دیکھو کہ طلاق بغیر پانچ باتوں کے نہیں ہوتی۔ شاہدین عادلین کی گواہی بغیر جماع والے طہر میں صیغہ طلاق کا جاری ہونا اور بالا رادہ اور بالعزم طلاق دینا (ان آیات میں یہی تو ہے) اس کے بعد فرمایا کیا اس قرآن میں ستاروں کی تعداد کے برابر کا کہیں کوئی ذکر ہے؟ اس نے کہا نہیں۔

اس کو بہت سے مصنفین نے اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے مثلاً ابوبکر احمد بن ثابت نے اپنی تاریخ ابو اسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اور محمد بن مندہ بن مہر بذ نے اپنی کتاب میں۔

مناقب آل ابی طالب ص ۳۸۴/۳۸۲

(۲) چند سوالات

محمد بن ولید کرمانی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے فرزند حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ بہت بڑا مجمع ہے جو صحرا کی طرف کھلنے والے دروازے پر موجود ہے میں پلٹ کر ایک مسافر کے پاس بیٹھ گیا یہاں تک کہ زوال کا وقت آ گیا پھر ہم لوگوں نے اُٹھ کر نماز پڑھی۔ ناگاہ اپنے پیچھے کسی کے آنے کی آہٹ سنی پلٹ کر دیکھا تو حضرت ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام تھے میں نے بڑھ کر آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا آپ بیٹھ گئے اور آنے کی وجہ دریافت کی۔ پھر فرمایا تسلیم کرو میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان میں نے تسلیم کیا آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا اور ہر مرتبہ میں یہی عرض کیا کہ میں نے تسلیم کیا اور فرزند رسول میں اس پر خوش اور راضی ہوں۔ میرے دل میں جو کچھ شک شکوک تھے وہ اللہ نے دور کر دیئے یہاں تک کہ اگر میں شک پیدا کرنے کی کوشش بھی کروں تو نہیں کر سکتا۔

میں دوسرے دن پھر پہنچا پہلے دروازے سے آگے بڑھ کر اصطبل تک پہنچا وہاں کوئی ایسا نہ تھا جسے میرے آنے کی اطلاع ہو۔ مجھے امید تھی کہ اس طرح میں آپ تک پہنچ جاؤں گا مگر کوئی ایسا نہ ملا جسے اپنا وسیلہ بناؤں ادھر دھوپ سخت ہو گئی اور مجھے بھوک بھی لگی۔ میں پانی پی پی کر اپنی پیاس بجھاتا اور بھوک کو تسکین دیتا رہا۔ ابھی میں اسی حال میں تھا کہ ایک غلام ایک خوان لے کر میرے پاس آیا۔ جس میں طرح طرح کے کھانے تھے۔ اور ایک دوسرا غلام بھی تھا جس کے ہاتھ میں طشت اور لوٹا تھا ان دونوں نے یہ سب چیزیں میرے سامنے لا کر رکھ دیں اور کہا مولا نے حکم دیا ہے کہ کھانا کھالو میں کھانے لگا۔ جب اس سے فارغ ہوا تو مولا خود تشریف لائے میں کھڑا ہو گیا۔ حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ اور کھانا کھاؤ میں کھانے لگا آپ نے ایک غلام کی طرف دیکھا اور فرمایا تم بھی اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاؤ تاکہ بے تکلف ہو کر کھائے الغرض جب کھانے سے فارغ ہوا تو دسترخوان اٹھالیا گیا اور غلام نے اٹھ کر چاہا کہ دسترخوان کے گرد جو کچھ پس خوردہ ہے اسے اٹھا لے۔ آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو صحرا میں کا پس خوردہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ہاں گھر کے اندر کا پس خوردہ اٹھالیا جاتا ہے۔ پھر فرمایا کچھ پوچھنا ہے تو پوچھ لو۔ میں نے عرض کیا میں آپ

پر قربان مشک کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے۔

آپ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار نے حکم دیا تھا کہ ان کے لئے مشک نافہ فراہم کیا جائے تو فضل نے آپ کو خط لکھا کہ لوگ اسے آپ کے لئے معیوب سمجھتے ہیں آپ نے اس کو جواب میں تحریر کیا اے فضل تمہیں یہ نہیں معلوم کہ حضرت یوسف علیہ السلام ریشمی زر دوزی کا کام کیا ہوا لباس پہنتے تھے اور طلائی کرسی پر بیٹھتے تھے مگر اس سے ان کی نبوت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کی بھی یہی شان تھی۔ اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ میرے لئے (مشک وعنبر وکافور سے مرکب) ایک خوشبو چار ہزار درہم کی تیار کی جائے۔

پھر میں نے عرض کیا یہ فرمائیں کہ آپ کے دوستوں کو آپ لوگوں کی دوستی میں کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا سنو! حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ایک غلام تھا جو آپ کی سواری کی لجام تھامتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ مسجد رسول میں تشریف لائے اور باہر آپ کا غلام آپکی سواری لئے کھڑا ہوا تھا۔ کہ اسی اثناء میں خراسان سے آپ کے چند دوست دار آئے۔ ان میں سے ایک دوست نے اس غلام سے کہا۔ ذرا اپنے آقا سے جاکر پوچھو اگر وہ اجازت دیں تو جو خدمت تم انجام دے رہے ہو وہ میں انجام دینے کے لئے تیار ہوں میں ان کا غلام بن جاؤں گا۔ اور تم اس کے عوض میرا سارا مال لے لو ویسے میں کوئی غریب نہیں اللہ کے فضل سے میں بہت دولت مند ہوں۔ ہر طرح کا ساز و سامان مال و دولت میرے پاس ہے تم خراسان جاکر سب کچھ لے لو۔ اور میں یہاں تمہاری جگہ تمہارے آقا کی غلامی کروں گا۔ غلام نے جواب دیا اچھا میں ابھی جاکر پوچھتا ہوں۔

وہ غلام مسجد میں آپ کے پاس گیا اور عرض کیا مولا آپ کو معلوم ہے کہ میں کتنے عرصے سے آپ کی خدمت کر رہا ہوں اس وقت اللہ نے مجھے ایک بہت اچھا موقع دیا ہے کیا آپ مجھے اس موقع سے فائدہ نہ اٹھانے دیں گے؟ آپ نے فرمایا میں خود اپنے پاس سے تمہیں دوں گا۔ دوسرے کے پاس نہ جانے دوں گا۔ اس غلام نے اس مرد خراسانی کا واقعہ بتایا۔ آپ نے فرمایا اچھا اگر تمہیں ہماری خدمت پسند نہیں اور وہ مرد خراسانی ہماری خدمت کرنا چاہتا ہے تو تمہیں منظور ہے تم جا سکتے ہو۔ وہ خادم آپ کے پاس سے واپس ہوا تو آپ نے آواز دی ذرا ایک بات سنتے جاؤ ویسے جانے نہ جانے کا تمہیں پورا اختیار ہے۔ وہ بات یہ ہے کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق نور خدا سے ہوگا۔ اور امیر المومنین علیہ السلام کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوگا اور ان کے بعد ائمہ کا تعلق امیر المومنین سے ہوگا اور ہمارے شیعہ لوگوں کا تعلق ہم لوگوں سے ہوگا۔ ہمارے ساتھ وہ لوگ بھی جنت میں اسی درجہ میں ہوں گے جس درجہ میں ہم لوگ ہوں گے۔ جہاں ہم لوگ وارد ہوں گے وہاں یہ لوگ بھی وارد ہوں گے۔

غلام نے کہا اب نہیں جاؤں گا۔ یہیں رہوں گا اور آپ لوگوں کی خدمت کروں گا اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دُوں گا۔ یہ کہہ کر وہ مسجد سے نکلا اور اس مرد خراسانی کے پاس آیا مرد خراسانی نے کہا کیا بات ہے جاتے وقت تمہارے چہرے کا رنگ کچھ اور تھا اب اس وقت رنگ کچھ اور ہے اس غلام نے اس سے اپنی ساری گفتگو بیان کی جسے سنکر وہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ اس مرد خراسانی نے غلام کو ایک ہزار دینار دیئے پھر کھڑا ہوا امام سے رخصت چاہی اور دعا کی درخواست کی آپ نے اس کے لئے دُعا کی۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر میں نے حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام سے عرض کیا مولا اگر میرے اہل وعیال مکہ میں نہ ہوتے تو جی چاہتا تھا کہ آپ کی ڈیوڑھی پر کچھ دنوں قیام کروں مگر اب تو اجازت دیں۔ آپ کے سامنے ایک نقدیات کا ڈبہ رکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اسے تم لے لو۔ میں نے تکلف کا اظہار کیا آپ مسکرائے اور فرمایا لے جاؤ تمہیں اسکی ضرورت پڑے گی۔ میں اُسے لے کر اپنی قیام گاہ پر آیا اب دیکھا تو واقعاً جس وقت مکہ آنے لگا تو خرچ کے لئے رقم کم تھی اور مجھے اس کی ضرورت پڑی۔

(۳) اعجاز امام

جب حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام مامون سے رخصت ہو کر بغداد سے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے تو آپ کے ساتھ ام الفضل بنت مامون بھی تھی۔ وہ منزلیں طے کرتے ہوئے جب کوفہ پہنچے تو ایک مجمع آپ کے ساتھ ہولیا۔ قریب بغروب آفتاب آپ دار مسیب پر آئے وہاں شب کو قیام فرمایا۔ نماز کے لئے مسجد میں آئے اس کے صحن میں کھجور کا ایک درخت بالکل خشک کھڑا ہوا تھا آپ نے وضو کے لئے پانی منگوایا اور اس درخت کی جڑ میں بیٹھ کر وضو کیا لوگوں کے ساتھ باجماعت نماز مغرب

ادا کی پہلی رکعت میں سورہ الحمد کے بعد اذا جاء نصر اللہ کی قرآت فرمائی دوسری رکعت میں سورہ الحمد اور سورہ قل ہو اللہ احد کی تلاوت کی۔ رکوع سے پہلے قنوت پڑھا اور تیسری رکعت میں تشہد و سلام پھر تھوڑی دیر بیٹھے تسبیح پڑھی اور بغیر تعقیبات پڑھے کھڑے ہوئے چار رکعت نوافل پڑھی اور اس کے بعد تعقیبات پڑھیں سجدۂ شکر بجا لائے اور باہر نکلے جب اس درخت کے پاس پہنچے تو لوگوں نے دیکھا وہ خوب سرسبز و شاداب ہے اسمیں خوب پھل آئے ہوئے ہیں۔ لوگوں کو سخت تعجب ہوا بڑھ کر اس درخت کی کھجور کھائی تو نہایت لذیذ، جس میں گٹھلی کا نام نہیں تھا۔ اب آپ کوفہ سے روانہ ہو کر مدینہ آئے اور وہاں رہنے لگے یہاں تک کہ ۲۲۵ھ میں معتصم نے آپ کو مدینہ سے پھر بغداد بلایا اور پھر بغداد میں رہے اور آپ نے اسی سال ماہ ذی العقدہ میں بغداد ہی میں انتقال فرمایا اور اپنے جد بزرگوار کی پشت کی طرف دفن ہوئے۔ (ارشاد صفحہ ۳۰۴)

(۴) برادر ایمانی سے سلوک

احمد بن زکریا صیدلانی نے اہل لسبت کے قبیلہ بنی حنیفہ کے ایک شخص سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ جس سال حضرت ابوجعفر امام محمد تقی علیہ السلام نے حج ادا کیا میں بھی آپ کے ساتھ تھا اور یہ معتصم کی خلافت کا ابتدائی دور تھا میں آپ کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھا ہوا تھا وہاں بہت سے والیان خلافت بھی موجود تھے میں نے آپ سے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ہمارے علاقہ کا والی ایک ایسا شخص ہے جو آپ اہل بیت کا دوست دار اور محب ہے اور مجھ پر اس کی تحصیل کا خراج باقی ہے میں آپ پر قربان اگر مناسب سمجھیں تو اسے ایک پرچہ تحریر کر دیں کہ وہ مجھ پر کرم کرے۔ آپ نے فرمایا میرا اس کا تعارف نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان یقین کیجئے وہ ویسا ہی ہے جیسا میں نے عرض کیا یعنی وہ آپ اہل بیت کا محب ہے اور آپ کے ایک پرچہ سے مجھے بڑا فائدہ ہو جائے گا۔ آپ نے کاغذ لیا اور ایک پرچہ لکھ دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اما بعد حامل رقعہ ہذا نے بتایا ہے کہ تم ایک اچھے مذہب کے پیرو ہو تم اپنے برادران مومن کے ساتھ حسن سلوک کرو اور یہ جان لو اللہ تعالیٰ ایک ایک ذرہ اور ایک ایک رائی کا تم سے سوال کرے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں وہ پرچہ لے کر سجستان پہنچا تو مجھ سے پہلے اس کی خبر حسین بن عبداللہ نیشاپوری کو جو اس وقت وہاں کا والی تھا، پہنچ چکی تھی۔ اس نے شہر سے دو فرسخ آگے بڑھ کر میرا استقبال کیا میں نے وہ پرچہ اس کو دیا۔ اس نے اس کو بوسہ دیا آنکھوں سے لگایا اور مجھ سے پوچھا تمہاری حاجت کیا ہے؟ میں نے کہا آپ کی تحصیل میں مجھ پر مالگذاری باقی ہے۔ اس نے حکم دیا کہ اس کی بقایا مالگذاری معاف کی جائے اور جب تک میں یہاں کا عامل ہوں تم کوئی مالگذاری نہ دو گے پھر پوچھا تمہارے متعلقین کتنے ہیں؟ میں نے بتایا تو اس نے میرے اور میرے متعلقین کا راتب بھی مقرر کر دیا چنانچہ جب تک وہ زندہ رہا میں نے کوئی مالگذاری ادا نہیں کی اور مرتے دم تک وہ ہم سے حسن سلوک کرتا رہا۔ (الکافی جلد ۵ صفحہ ۱۱۲-۱۱۱)

⑤ روافض کی پختہ اعتقادی

محمد بن مسعود نے محمودی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں علی بن داؤد کے پاس گیا وہ اپنے اصحاب میں بیٹھے ہوئے تھے۔ علی بن داؤد نے اپنے مصاحبوں سے کہا یہ بتاؤ کہ کل شب خلیفہ نے جو بات کہی تھی اس کے متعلق تم لوگوں کا کیا خیال ہے؟ لوگوں نے پوچھا خلیفہ نے کیا کہا تھا اس نے کہا خلیفہ نے یہ کہا کہ اگر ہم لوگ حضرت ابوجعفر کو زبردستی شراب پلا کر اور خوشبوؤں میں بسا کر ان رافضیوں کے سامنے پیش کر دیں تو پھر وہ لوگ کیا کریں گے؟ اہل دربار نے کہا پھر ان رافضیوں کی ساری دلیلیں اور ساری بحثیں ختم ہو جائیں گی۔ میں نے کہا مگر رافضیوں کا میرے پاس بہت آنا جانا ہے میں ان لوگوں کے پوشیدہ معتقدات سے واقف ہوں۔ اس کا ان لوگوں پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ خلیفہ نے کہا یہ بات تم نے کیسے کہدی؟ میں نے کہا اس لئے کہدی کہ وہ لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ ہر زمانہ اور ہر حال میں ضروری ہے کہ اس زمین پر کوئی نہ کوئی حجت خدا ہو تا کہ اللہ کی حجت بندوں پر تمام ہو جائے۔ پس اگر اس حجت خدا کے دور میں کوئی اس جیسا یا اس سے بھی بہتر و افضل ہوا تو پھر وہ اپنے اہل اور اپنی قوم میں حجت قرار پانے کا زیادہ اہل ہوگا۔ راوی کا بیان ہے کہ ابن ابی داؤد نے یہ کہہ کر خلیفہ کی بات پر اعتراض کیا۔ تو خلیفہ نے کہا واقعاً اس قوم پر کوئی مکر و حیلہ نہیں چل سکتا لہٰذا ابوجعفر کو تکلیف نہ دو۔ (رجال کشی صفحہ ۴۲۹)

⑥ اسناد حرز جواد

ابو بصیر ہمدانی سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت حکیمہ بنت محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر یعنی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی پھوپھی نے بیان کیا کہ جب حضرت امام محمد تقی ابن حضرت امام الرضا علیہ السلام نے رحلت فرمائی تو میں ان کی زوجہ اُم عیسیٰ بنت مامون کے پاس رسم تعزیت بجالانے گئی۔ دیکھا کہ اِس پر بہت حزن و ملال طاری ہے معلوم ہوتا تھا کہ روتے روتے جان دے دے گی اور اِس کا کلیجہ پھٹ جائے گا۔

پھر ہم دونوں آپ کے کرم، حسن اخلاق آپ کے خداداد فضل وشرف وعزت وکرامت کا تذکرہ کرنے لگے۔ اِسی اثنا میں اُم عیسیٰ نے کہا میں ان کے متعلق ایک حیرت انگیز اور جلیل القدر واقعہ بیان کروں؟ میں نے کہا وہ کیا؟ اس نے کہا سنئے میرے دل میں ان کی طرف سے کھٹک رہتی میں ان پر پوری نگاہ رکھتی وہ مجھے باتیں سنایا کرتے اور جب میں ان کی شکایت اپنے والد سے کرتی تو وہ کہتے بیٹی برداشت کرو کہ وہ آل رسول ہیں۔

ایک دن میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک لڑکی گھر میں داخل ہوئی اس نے آکر مجھے سلام کیا میں نے پوچھا تم کون؟ اس نے کہا میں عمار یاسر کے خاندان کی ایک لڑکی اور حضرت ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام کی زوجہ ہوں جو تمہارے بھی شوہر ہیں، یہ سُن کر میں جل اٹھی اور برداشت نہ کرسکی چاہتی تھی کہ گھر سے نکل پڑوں اسوقت شیطان نے مجھے اتنا ورغلایا کہ قریب تھا کہ میں اِس لڑکی کی پوری مرمت کردوں مگر پھر میں نے اپنے غصّہ کو ضبط کیا۔

جب وہ چلی گئی تو میں اپنے والد مامون کے پاس آئی۔ ان سے پورا واقعہ بیان کیا وہ شراب کے نشہ میں اتنے چور تھے کہ ہوش وحواس کھو بیٹھے تھے یہ سن کر میرے والد نے کہا اے غلام ذرا میری تلوار تو لانا تلوار لایا تو وہ اُسے لے کر اپنی سواری پر سوار ہوئے اور کہا خدا کی قسم میں ابھی جاکر انہیں قتل کردیتا ہوں جب میں نے یہ دیکھا تو کہا انا للہ وانا الیہ راجعون میں نے یہ کیا کیا یہ تو میں نے خود اپنے اور اپنے شوہر کے حق میں بُرا کیا اور مارے حسرت وافسوس کے اپنا مُنہ پیٹنے لگی۔ الغرض میرے والد امام محمد تقی کے پاس پہنچے اور ان پر تلوار کے پے درپے وار کرکے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کردیا اسکے بعد وہاں

سے نکلے میں بھی ان کے پیچھے پیچھے نکلی۔ رات بھر مجھے نیند نہ آئی۔

جب صبح ہوئی اور دن اچھا خاصا چڑھ گیا تو اپنے والد کے پاس آئی اور کہا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے گزشتہ شب کیا کیا؟ انہوں نے کہا بتاؤ میں نے کیا کیا؟ میں نے کہا آپ نے فرزند حضرت امام رضا کو قتل کر دیا۔ یہ سُن کر انہوں نے ایک چیخ ماری اور غش کھا کر گر پڑے۔ تھوڑی دیر بعد جب غش سے افاقہ ہوا تو بولے تجھ پر وائے یہ تو کیا کہتی ہے؟ میں نے کہا بابا میں سچ کہتی ہوں۔ خدا کی قسم آپ نے ان پر پے در پے تلوار کے وار کئے اور انہیں قتل کر دیا۔ یہ سن کر وہ سخت مضطرب ہوئے اور بولے اچھا یاسر کو بلالاؤ۔ جب یاسر آیا اور انہوں نے یاسر کو دیکھا تو بولے تجھ پر وائے ہو دیکھ یہ لڑکی کیا کہتی ہے۔ اس نے کہا یا امیر المومنین یہ سچ کہتی ہے یہ سن کر انہوں نے اپنے سینے پر ہاتھ مارا اور مُنہ پیٹنے لگے اور کہا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون میں نے خود کو تباہ کر لیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رسوا اور بدنام ہوا۔ اے یاسر جلد جا اور دیکھ واقعتًا کیا قصہ ہے۔ اور فورًا واپس آ میرا تو دم نکلا جا رہا ہے۔ یاسر اُدھر گیا اور ادھر میں اپنا مُنہ پیٹ رہی تھی کہ تھوڑی ہی دیر میں یاسر واپس آیا اور بولا یا امیر المومنین خوشخبری ہو انہوں نے کہا تو خوشخبری کہتا ہے کیا خوشخبری ہے؟ یاسر نے کہا جب میں ان کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ قمیص پہنے اور لحاف اوڑھے ہوئے بیٹھے ہیں۔ میں نے جا کر انہیں سلام کیا اور عرض کیا فرزند رسول میں چاہتا ہوں کہ آپ یہ قمیص مجھے عطا فرما دیں اسے پہن کر میں نماز پڑھوں گا اور آپ کا تبرک سمجھوں گا۔ میرا مطلب یہ تھا کہ قمیص اتروا کر دیکھ لوں کہ آپ کے جسم پر کوئی تلوار کا گھاؤ یا نشان تو نہیں ہے۔ جب آپ نے قمیص اتاری تو دیکھا کہ خدا کی قسم آپ کا جسم ہاتھی کے دانت کی طرح سفید اور مائل بہ زردی ہے اور تلوار وغیرہ کا کوئی نشان نہیں ہے۔

یہ سُن کر مامون دیر تک روتا رہا اور بولا اب اس کے بعد باقی کیا رہ گیا۔ بے شک یہ واقعہ اولین و آخرین کے لئے سبق آموز ہے۔ اس کے بعد کہا اے یاسر مجھے اپنا سوار ہونا تلوار لینا اور ان کے پاس جانا اور وہاں سے نکلنا یہ سب تو یاد ہے مگر وہاں میں کیا کیا اور وہاں سے کیونکر پلٹا یہ کچھ یاد نہیں۔ یہ بتاؤ وہاں کیا ہوا اور میں وہاں کیسے گیا اس لڑکی پر اللہ کی لعنت اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہہ دو کہ خدا کی قسم آج کے بعد اگر تم پھر میرے پاس انکی شکایت لیکر یا بغیر ان کی اجازت کے گھر سے باہر نکلیں تو میں تمہیں سزا دوں گا اس کے بعد فرزند امام رضا علیہ السلام کے پاس جاؤ اور انہیں میرا سلام

پہنچاؤ اور بیس ہزار دینار اور وہ سواری جس پر گزشتہ شب سوار ہو کر میں وہاں گیا تھا انہیں دے آؤ۔ اس کے بعد تمام ہاشمیوں کو حکم دیا کہ جائیں اور امام محمد تقی علیہ السلام کو جا کر سلام کریں۔

یاسر کا بیان ہے کہ میں نے ہاشمیوں کو یہ حکم پہنچایا اور میں بھی ان لوگوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں پہنچا انہیں سلام کیا اور مامون کا سلام پہنچایا اور بیس ہزار دینار اُن کے سامنے رکھ دیئے اور وہ سواری کا گھوڑا انہیں پیش کیا۔ آپ نے ان سب پر ایک نظر ڈالی، مسکرائے اور فرمایا اے یاسر کیا مامون اور میرے پدر بزرگوار کے درمیان اور میرے اور مامون کے درمیان یہی عہد ہوا تھا کہ وہ مجھ پر تلوار چلائے۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ میرا ابھی ایک ناصر ہے جو مجھے اس کے شر سے بچاتا ہے؟

میں نے عرض کیا فرزند رسول اب غصہ کو چھوڑیئے خدا کی قسم اور آپ کے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کی قسم وہ آپ کو سمجھا نہیں نہ اسے یہ معلوم کہ اس زمین پر اس کا کیا مقام ہے۔ مگر اب اُس نے واقعتاً یہ نذر کر لی ہے اور قسم کھا لی ہے کہ آئندہ کبھی شراب نوشی نہ کرے گا۔ وہ شیطان کے اس جال میں پھنسا ہوا تھا فرزند رسول اب جب آپ اس کے پاس تشریف لائیں تو اس کا تذکرہ بھی نہ کریں اور نہ اس پر برہمی کا اظہار فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اچھا میں نے رفع دفع کیا اور ایسا ہی کروں گا پھر اپنا لباس منگوایا۔ زیب تن کیا اور چلے۔ آپ کے ساتھ وہ سارا مجمع بھی مامون کے پاس آیا۔ جب مامون نے آپ کو دیکھا تو اٹھا اور آپ کو سینے سے لگایا آپکو خوش آمدید کہا اس نے اسوقت آپ کے علاوہ کسی دوسرے کو اندر آنے کی اجازت نہیں دی صرف آپ سے باتیں کرتا رہا۔ جب گفتگو ختم ہو چکی تو آپ نے مامون سے کہا یا امیر المومنین اس نے کہا لبیک وسعدیک۔ فرمایا میں چاہتا ہوں کہ آپ رات کے وقت گھر سے باہر نہ نکلا کریں اس لئے کہ ان منحوس لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ میرے پاس ایک تعویز ہے اس سے اپنی حفاظت کریں۔ اس دنیا کی تمام آفات وبلیات اور لوگوں کے شر و مکروہات دہر سے اس تعویز کے ذریعے خود اس طرح بچائیں جس طرح اس تعویز کے ذریعہ گزشتہ شب اللہ نے مجھے آپ سے بچایا۔ یقین کریں کہ اس تعویز کو لے کر اگر آپ تمام ترک وروم کی فوجوں کے مقابل آجائیں اور وہ سب مجتمع ہو کر بھی چاہیں کہ آپ پر غالب آجائیں بلکہ تمام روئے زمین کے تمام لوگ بھی اگر مجتمع ہو کر چاہیں کہ آپ پر

غلبہ حاصل کرلیں تو بحکم خدائے جبار یہ ان کے لئے ناممکن ہوگا۔ اگر آپ چاہیں تو میں وہ تعویذ آپ کو بھیجدوں مامون نے کہا جی ہاں مگر آپ خود اپنے ہاتھ سے لکھ کر میرے پاس بھیجیں آپ نے فرمایا بہتر میں اپنے ہاتھ سے لکھ کر بھیجوں گا۔

یاسر کا بیان ہے کہ دوسرے دن صبح کو حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام نے مجھے طلب فرمایا جب میں پہنچا تو آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ آپ نے میرے سامنے پوست منگوایا اور خود اپنے ہاتھ سے یہ تعویذ لکھا۔ اس کے بعد فرمایا اے یاسر لو یہ تعویذ امیر المومنین کو دے دینا اور ان سے کہنا کہ چاندی کا ایک ڈھولنا بنوائیں اور اس کے اوپر جو میں کہوں نقش کرالیں اس کے بعد اس میں اس تعویذ کو رکھ دیں۔ اب جب اسے بازو پر باندھنا چاہیں تو اسے داہنے بازو پر باندھیں اور اس سے پہلے وضوئے کامل کرلیں پھر چار رکعت نماز پڑھیں ہر رکعت میں پہلے سورہ فاتحہ اور سات مرتبہ آیۃ الکرسی اور سات مرتبہ آیت شھد اللہ اور سات مرتبہ سورہ والشمس اور سات مرتبہ سورہ واللیل اور سات مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھیں۔

جب نماز کی ان رکعتوں سے فارغ ہو جائیں تو اللہ کا نام لے کر اپنے دائیں بازو پر باندھ لیں ہر خوف وخطر سے محفوظ رہیں گے اس بات کا خصوصی خیال رہے کہ یہ عمل زمانہ قمر در عقرب میں نہ ہو۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ اگر پورے شام اور روم کے لشکروں سے بھی آپ کا مقابلہ ہوگا تو انشاء اللہ اس تعویذ کی برکت سے آپ ان پر فتحیاب وکامیاب ہوں گے۔

(۷) علماء وفقہائے عصر اور آپ کے علم کی آزمائش

روایت میں ہے کہ جس وقت حضرت امام رضا علیہ السلام نے انتقال فرمایا اس وقت حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا سن تقریباً سات سال کا تھا جب امامت کے متعلق بغداد اور مختلف شہروں کے مومنین میں اختلاف پیدا ہوا اس پر رائے مشورہ کے لئے عبد الرحمن بن حجاج کے مکان پر ریان بن صلت یحیی بن اکثم و محمد بن حکیم اور شیعوں کے دیگر ذی وجوہ ثقہ لوگوں کا اجتماع ہوا۔ یہ سب لوگ اپنی اس مصیبت پر زار وقطار رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے حضرت ابوجعفر

علیہ السلام بڑے ہونے تک اپنے شرعی مسائل کس کے پاس لے جائیں؟
یہ سن کر ریان بن صلت کھڑے ہو گئے اور بڑھ کر ان کی گردن پکڑی طمانچے مارتے جاتے اور کہتے جاتے یہ بظاہر ایمان اور یہ باطن شک و شرک، سن اگر یہ عہدہ امامت اللہ کی طرف سے تفویض ہوتا ہے تو ایک دن کا بچہ بڑے بڑے علماء سے بھی بڑھ کر ہے اور اگر یہ عہدہ امامت اللہ کی طرف سے تفویض نہیں ہوتا تو پھر اگر کوئی ایک ہزار سال کا بوڑھا بھی امام ہو تو وہ مسلمانوں کا ایک فرد ہے۔ صرف یہ بات سوچنے اور غور کرنے کی ہے اس پر سب لوگ یونس بن عبدالرحمٰن کو سخت سست کہنے لگے۔

وہ زمانہ حج کا تھا لہذا بغداد اور اسکے اطراف جوانب کے فقہا و علماء میں سے اسی حضرات حج پر گئے وہاں سے وہ مدینہ گئے تاکہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے ملیں وہ جب مدینہ پہنچے تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ڈیوڑھی پر آئے آواز دی اندر گئے اور ایک بہت بڑے فرش پر بیٹھ گئے۔ اندر سے عبداللہ بن موسیٰ برآمد ہوئے اور آکر صدر مجلس میں بیٹھ گئے اعلان ہوا کہ یہ فرزند رسول ہیں اگر کسی کو کوئی مسئلہ پوچھنا ہو تو ان سے پوچھ لے۔ لہذا ان سے بہت سے مسائل پوچھے گئے۔ انہوں نے سب کا جواب نادا جب و نامناسب دیا۔ جسے سن کر علماء و فقہاء کو بڑا دکھ ہوا۔ وہ سب بے قرار ہو کر اٹھے اور واپسی کا ارادہ کیا اور دل میں کہنے لگے کہ کاش ابو جعفر علیہ السلام ہوتے تو ان مسائل کا صحیح جواب ملتا۔

ابھی یہ لوگ واپس ہی ہو رہے تھے کہ صدر مجلس کی طرف کا ایک دروازہ کھلا موفق باہر نکلا اور بولا لیجئے یہ ابو جعفر علیہ السلام ہیں۔ یہ سن کر لوگ تعظیماً اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب نے بڑھ کر آپ کو سلام کیا آپ کے جسم پر دو قمیضیں، سر پر عمامہ اور پاؤں میں نعلین تھی تشریف لائے اور ایک جگہ بیٹھ گئے سب لوگ بھی بیٹھ گئے اب مسئلہ پوچھنے والا اٹھا اور اس نے مسئلہ پوچھا آپ نے اس کا صحیح جواب دیا جواب سن کر لوگ خوش ہو گئے اور آپ کو دعائیں دیں اور کہا مگر آپ کے چچا نے تو اس مسئلہ کا یہ جواب دیا تھا۔ آپ نے فرمایا لا الہ الا اللہ! چچا جان یہ بہت بڑا گناہ ہے کل آپ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے اور وہ پوچھے گا کہ میرے بندوں کو وہ فتویٰ کیوں دیا جس کو تم نہیں جانتے تھے جب کہ امت میں ایسا شخص موجود تھا جو تم سے زیادہ علم والا تھا۔

(۸) دریائے دجلہ کے پانی کا علم

عمر بن فرخ رخجی کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک مرتبہ دریائے دجلہ کے کنارے تھے میں نے ابو جعفر (حضرت امام محمد تقی علیہ السلام) سے کہا تمہارے شیعوں کا دعویٰ ہے کہ دریائے دجلہ میں جس قدر پانی ہے اس کا وزن تم لوگوں کو معلوم ہے؟ آپ نے فرمایا یہ بتاؤ اللہ تعالیٰ میں یہ قدرت ہے یا نہیں کہ ایک مچھر کو اس کا علم تفویض کر دے؟ عمر بن فرخ نے کہا ہاں اللہ میں اس کی قدرت ہے آپ نے فرمایا تو پھر اللہ کے نزدیک تو میری قدر و منزلت تو مچھر بلکہ اکثر مخلوق سے بھی زیادہ ہی ہے۔

(۹) کھجور کا شربت

ابراہیم بن ابی البلاد سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابو جعفر ابن امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ اپنا شکم آپ کے شکم سے مس کروں۔ آپ نے فرمایا اچھا اے ابو اسماعیل ادھر آؤ آپ نے اپنے شکم سے قمیض کا دامن ہٹایا اور میں نے اپنا شکم آپ کے شکم سے مس کیا پھر آپ نے مجھے بیٹھنے کا حکم دیا اور ایک طبق میں کشمش منگوائی میں نے اسے کھاتا رہا اور آپ مجھ سے باتیں کرتے رہے اسی اثنا میں آپ نے اپنے معدے کی شکایت کی اور ادھر مجھے پیاس محسوس ہوئی میں نے پانی مانگا آپ نے آواز دی اے کنیز ان کو میرا کھجور کا شربت پلاؤ۔ وہ کنیز ایک پیالہ میں کھجور کا شربت لائی میں نے پیا تو وہ شہد سے زیادہ شیریں تھا۔ میں نے کہا اسی نے تو آپ کا معدہ خراب کیا ہے آپ نے فرمایا یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باغ کی کھجور کا شربت ہے۔ کھجور کو پانی میں ڈال کر کنیز اس کو اپنے ہاتھوں سے ملتی ہے جسے میں کھانے کے بعد اور دن بھر پیتا ہوں پھر رات کے وقت اس میں سے نکال کر گھر والوں کو پلاتی ہے۔ میں نے کہا مگر اہل کوفہ تو اسے پسند نہیں کرتے آپ نے پوچھا پھر وہ کس قسم کا شربت پیتے ہیں میں نے کہا وہ کھجور کو پانی میں بھگو دیتے ہیں اور اس میں ایک قسم کی بوٹی ڈال دیتے جس سے اس میں جوش اور ابال آجاتا ہے۔ اس کے بعد اس کو پیتے ہیں آپ نے فرمایا وہ تو حرام ہے۔ (الکافی جلد ۶ صفحہ ۴۱۶-۴۱۷)

(۱۰) ـــــ فضا میں دریا اور دریا میں مچھلی

محمد بن طلحہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوجعفر امام محمد تقی علیہ السلام کے پدر بزرگوار امام ابوالحسن رضا علیہ السلام نے رحلت فرمائی ۔ آپ کی وفات کے ایک سال بعد خلیفہ وقت بغداد آیا۔ اتفاق کی بات کہ ایک دن وہ شکار کے لئے نکلا اور اس کا گزر شہر کی ایک گلی سے ہوا وہاں بہت سے لڑکے کھیل رہے تھے اور امام محمد تقی علیہ السلام کھڑے تھے اس وقت آپ کا سن تقریبًا گیارہ سال کا تھا۔

خلیفہ مامون کو دیکھ کر سارے لڑکے تو بھاگ گئے مگر امام ابوجعفر محمد تقی علیہ السلام اپنی جگہ پر کھڑے رہے خلیفہ مامون آپ کے قریب آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں نیکی ڈال دی اس نے رک. پوچھا صاحبزادے تمام لڑکے تو مجھ کو دیکھ کر بھاگ گئے تم کیوں نہیں بھاگے ؟ آپ نے برجستہ جواب دیا یا امیر المومنین راستہ تنگ نہ تھا کہ آپ کے جانے میں دشواری ہوتی اس لئے میں ہٹ جاتا اور نہ میں نے کوئی جرم کیا تھا کہ آپ کو دیکھ کر میں بھاگتا۔ اور آپ کے متعلق مجھے یہ گمان تھا کہ بلا جرم کسی کو نہیں ستائیں گے۔ اس لئے میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔

یہ جواب سُن کر وہ حیرت زدہ ہوگیا پوچھا تمہارا نام کیا ہے ؟ فرمایا محمد پوچھا تم کس کے صاحبزادے ہو ؟ فرمایا یا امیر المومنین میں حضرت علی ابن موسیٰ رضا کا فرزند ہوں اس نے ان کے والد کے لئے اللہ سے طلب رحمت کی اور اپنی سواری آگے بڑھا دی اس کے پاس کچھ شکاری باز تھے جب آبادی سے دور نکل گیا تو اس نے ایک باز لیا اور شکار کے لئے ایک تیتر پر چھوڑا۔ وہ باز اڑا اور نگاہوں سے غائب ہوگیا اور دیر تک غائب رہا مگر جب فضا سے واپس آیا تو اس کے منقار میں ایک زندہ چھوٹی سی مچھلی تھی۔ خلیفہ مامون کو بڑا تعجب ہوا یہ باز فضا سے مچھلی کیسے پکڑ لایا۔ اس نے مچھلی کو اپنی مٹھی میں چھپالیا گھر واپس ہوتے ہوئے اسی گلی سے گزرا جس سے آیا تھا۔ جب اس مقام پر پہنچا تو لڑکے پھر کھیل رہے تھے وہ خلیفہ کو دیکھ کر پہلے کی طرح پھر بھاگ گئے لیکن حضرت ابوجعفر حسب سابق پھر اپنی جگہ کھڑے رہے۔ مامون آپ کے قریب آیا اور بولا اے محمد آپ نے فرمایا لبیک یا امیر المومنین۔ وہ بولا بتاؤ میری مٹھی میں کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا یا امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے فضاؤں میں دریا پیدا کئے ہیں جن میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں ہیں سلاطین کے باز جنکا شکار کرکے لائے ہیں اور خلفاء اس سے اہل بیت

نبوت کی نسل کا امتحان لیتے ہیں۔

مامون نے جب یہ سُنا تو اُسے بڑی حیرت ہوئی۔ وہ تادیر آپکو گھور کر دیکھتا رہا پھر بولا حق ہے کہ تم ابو الحسن رضا کے فرزند ہو اِس کے بعد آپ کے ساتھ حُسنِ سلوک میں اور اضافہ کر دیا۔ کشف الغمہ جلد ۳ صفحہ ۱۸۰-۱۸۱

علی بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے جس کا نام اِس وقت یاد نہیں آرہا ہے کہ مامون کا باز فضا سے پلٹا تو اسے پنجے میں سبز رنگ کے سانپ تھے اس نے آئمہ علیہ السلام میں سے کسی سے پوچھا تو پوچھنے سے پہلے انہوں نے فرمایا فضا میں سانپ ہیں اور سُرخ رنگ کا باز جس کا شکار کرتا ہے اور اِس سے اولاد انبیاء کا امتحان لیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم (مناقب صفحہ ۱۸۹)

(۱۱) زلزلوں سے نجات کا عمل

علی بن مہزیار سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں حضرت ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں جاتا مگر پھر میں نے خط لکھا کہ اہواز میں زلزلے بہت آتے ہیں اگر آپ کی رائے ہو تو میں وہ شہر چھوڑ دوں آپ نے اِس کے جواب میں لکھا نہیں شہر چھوڑنے کی ضرورت نہیں بلکہ چہارشنبہ، پنجشنبہ اور جمعہ کو تین دن روزہ رکھو جمعہ کو غسل کرو اپنے لباس پاک کرو پھر اللہ سے دُعا کرو۔ یہ کیفیت جاتی رہے گی۔ ہم لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ او زلزلوں سے نجات ملی۔

(۱۲) ائمہ طاہرین کیطرف طواف کعبہ بجالانا

موسیٰ بن قاسم سے روایت ہے اِس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو جعفر ثانی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا ارادہ ہوا کہ میں آپ کی طرف سے اور آپ کے پدر بزرگوار کی طرف سے طواف بجالاؤں مگر لوگوں نے کہا کہ اولیا کی طرف سے طواف نہیں کیا جاتا آپ نے فرمایا جتنا بھی ممکن ہو طواف کرو یہ جائز ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر میں نے تین سال بعد آپ سے عرض کیا کہ آپ نے مجھے اجازت دی تھی کہ آپ کی طرف سے طواف کروں اور آپ کے پدر بزرگوار کی طرف سے طواف بجالاؤں میں نے جس قدر بھی ممکن ہوا آپ دونوں حضرات کی طرف سے طواف کیا پھر میرے دل میں ایک اور بات آئی میں نے اِس پر عمل کیا۔ آپ نے فرمایا

وہ کیا؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیطرف بھی طواف کیا (آپ نے تین بار کہا صلی اللہ علیٰ رسول اللہ) دوسرے دن حضرت امیر المومنین کی طرف سے طواف کیا تیسرے دن حضرت امام حسن علیہ السلام کی جانب سے چوتھے دن حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف پانچویں دن حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام کی طرف سے چھٹے دن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف سے ساتویں دن حضرت جعفر بن محمد کی طرف سے اٹھویں دن آپ کے جد بزرگوار حضرت موسیٰ بن جعفر کی طرف سے نویں دن آپ کے والد بزرگوار کی طرف سے اور دسویں دن آپ کی طرف سے طواف کیا یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کی ولایت اللہ نے جزو دین قرار دی ہے آپ نے فرمایا پھر تو تم واللہ دین خدا پر عامل ہو اس لئے کہ بغیر ان کی ولایت کے اللہ دین کو قبول نہیں کرتا۔ میں نے عرض کیا اور کبھی کبھی میں آپ کی جدہ ماجدہ حضرت فاطمہ زہرا کی طرف سے بھی طواف کر لیتا ہوں اور کبھی نہیں بھی کرتا۔ آپ نے فرمایا ان کی طرف سے طواف اور زیادہ کرو اس لئے کہ اب تک تم نے جو عمل کیا یہ ان میں سب سے افضل ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ (الکافی جلد ۴ صـ ۳۱۴)

(۱۳) گھر سے نکلو تو بڑے دروازے سے

بزنطی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے وہ خط پڑھا جو حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام نے حضرت ابوجعفر امام محمد تقی علیہ السلام کو تحریر کیا تھا اس میں یہ لکھا تھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب تم کہیں جانے کے لئے تیار ہوتے ہو تو ملازمین تم کو چھوٹے دروازے سے نکالتے ہیں مگر یہ بھی ایک طرح کا بخل ہے تاکہ کوئی تم سے کچھ فائدہ نہ اٹھا سکے۔ تمہیں میرے حق کی قسم تم نکلو تو بڑے دروازے سے اور داخل ہو تو بڑے دروازے سے اور جب نکلو تو اپنے ساتھ بہت سے درہم دینار لے کر نکلو تاکہ جو مانگے اس کو فوراً دو۔ اور اگر تمہارے چچاؤں میں سے کوئی مانگے تو اسے پچاس دینار سے کبھی کم نہ دینا زیادہ کا تمہیں اختیار ہے اور اگر تمہاری پھوپھیوں میں سے کوئی مانگے تو انہیں پچیس دینار سے کم نہ دینا زیادہ کا تمہیں اختیار ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ تمہارا رتبہ بلند کرے۔ خوب بخشش کرو اور اس سے نہ ڈرو کہ وہ عرش والا تم کو مفلس کر دے گا۔ عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۸

کافی میں بھی بزنطی سے یہی روایت مرقوم ہے۔ کافی جلد ۴ صـ ۴۳

محمد بن عیسیٰ بن زیاد کا بیان ہے کہ میں ابو عباد کے دفتر میں تھا میں نے دیکھا کہ وہ کچھ پڑھ رہا ہے میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ کہا یہ حضرت امام رضا علیہ السلام کا ایک خط ہے جو آپ نے اپنے فرزند کو خراسان سے تحریر فرمایا تھا۔ میں نے کہا لاؤ ذرا میں بھی دیکھوں انہوں نے کیا لکھا ہے۔ تو اس میں یہ تحریر تھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اے فرزند اللہ تمہیں طول عمر کرامت فرمائے اور تمہیں تمہارے دشمنوں سے بچائے۔ تم پر تمہارا باپ قربان۔ میں نے اپنی زندگی ہی میں اپنے اموال کا اختیار تمہیں دے دیا ہے۔ امید ہے کہ تم اپنے قرابت داروں یعنی حضرت موسیٰ و حضرت جعفر رضی اللہ عنہما کے غلاموں کے ساتھ صلہ رحم و حسن سلوک کرو گے اور اسی پر اللہ تمہیں پالے اور بڑھائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضعفہ لہٗ اضعافاً کثیرۃ (بقرہ آیت ۲۴۵)

اور ارشاد فرمایا لینفق ذو سعۃ من سعتہ ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما اٰتاہ اللہ (سورہ الطلاق آیت ۷)

میرے فرزند اللہ نے تم کو بہت دیا ہے تمہارا باپ تم پر قربان والسلام (تفسیر عیاشی جلد ص ۱۳۲-۱۳۱)

(۱۴) ہدیہ کسی کا ہو واپس نہیں کیا جاتا

علی بن مہزیار سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ خیران نے مجھے خط لکھا کہ میں نے آٹھ درہم آپ کے پاس بھیجے ہیں جسے طرطوس سے ایک شخص نے مجھے بھیجے تھے مگر اس میں سے بعض درہم ان ان لوگوں کے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ بغیر آپ کے حکم کے میں ان درہموں کو ان کے مالک کو واپس کردوں۔ کیا آپ کی اجازت ہے کہ میں اس طرح کے دراہم قبول کر لیا کروں۔ مجھے آپ کے حکم کا انتظار رہے گا۔"

انہوں نے جواب میں تحریر کیا اگر ان لوگوں میں سے کوئی شخص دراہم یا کوئی اور چیز بطور ہدیہ پیش کرتا ہے تو اسے قبول کر لو۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی یہودی اور نصرانی تک کا ہدیہ واپس نہیں فرماتے تھے۔ رجال کشی نمبر ۵۰۵-۵۰۸

(۱۵) منبر رسول سے اپنا تعارف

برسی نے کتاب مشارق الانوار میں تحریر کیا ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس آیا آپ

مسجد رسول میں تھے اور بہت میں نے دیکھا کہ آپ منبر کے پاس آئے اور ایک زینہ بلند ہوئے اور کہا لوگو سنو۔ میں محمد بن علی الرضا ہوں، میں جواد ہوں۔ میں ان لوگوں کے نسبت کو بھی جانتا ہوں جو ابھی اپنے آباء کے اصلاب میں ہیں۔ میں تمہارے ہر ظاہر و باطن کو جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تم لوگ کس طرف جانے والے ہو۔ یہ علم ہمیں تمام مخلوقات کی پیدائش سے پہلے ہی عطا کر دیا گیا تھا جو کہ آسمانوں اور زمینوں کے فنا ہونے کے بعد بھی رہے گا اگر اِس امر کا خطرہ نہ ہوتا کہ اہل باطل گمراہ اور آمادہ پیکار ہو جائیں گے اور اہل شک مجھ پر لوٹ پڑیں گے تو میں ایسی باتیں بتاتا کہ جسے سُن کر اولین و آخرین کو حیرت ہوتی۔ اِس کے بعد آپ نے اپنا دست مبارک اپنے مُنہ پر رکھ لیا اور فرمایا مگر اے محمد تم بھی اِس طرح خاموش رہو جس طرح تم سے پہلے تمہارے آبا ء کرام خاموش رہے۔

(۱۶) خیران تمہاری رائے میری رائے ہے

خیران خادم کا بیان ہے کہ میں نے آقا کو آٹھ درہم بھیجے اور اس کے بعد وہی روایت ہے جو پہلے گزر چکی اسکے بعد کہا کہ آپ نے فرمایا کہ تم اپنی رائے پر عمل کرو تمہاری رائے میری رائے ہے جس نے تمہاری اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ (رجال کشی ص ۵۰۸)

آپ کے اصحاب

(۱۷) زکریا بن ادم

محمد بن اسحٰق اور حسن بن محمد دونوں کا بیان ہے کہ ہم لوگ زکریا بن ادم کی وفات کے بعد حج کے ارادے سے نکلے درمیان راہ میں ہمیں آپ کا خط موصول ہوا جس میں تحریر تھا کہ تم نے جو مرحوم کی وفات کی اطلاع دی تو اللہ ان پر رحم فرمائے اسوقت جس دن پیدا ہوئے جس دن مرے اور جس دن وہ پھر دوبارہ زندہ کر کے قبر سے اٹھائے جائیں گے۔ واقعتاً وہ تاحیات عارف بالحق اور قائل بالحق رہے حق پر صبر کرتے رہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی رضا پر قائم رہے اور مرتے مر گئے مگر انہوں نے حق نہ چھوڑا نہ ان میں کوئی تبدیلی آئی اور اللہ انکی نیت کا پھل ان کو دے اور ان کی سعی و کوشش کا اجر ان کو عطا کرے اور تم نے ان کے وصی کا ذکر کیا ہے تو اس کے متعلق یعنی حسن

بن محمد بن عمران کے بارے میں جو کچھ تم نے لکھا ہے اس سے زیادہ ہم اس سے واقف ہیں۔

(اختصاص ص۸۸-۸۷ رجال کشی ص۴۹۶)

(۱۸) محمد بن عبد العزیز

محمود بن عبد العزیز بن متہدی قمی اشعری سے روایت ہے کہ اس کے متعلق حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام کی یہ تحریر نکلی۔ الحمد للہ جو کچھ تم نے بھیجا وہ مجھے ملا میں ان میں سے ان چیزوں کو پہچانتا ہوں جو تمہاری طرف مائل ہیں اللہ تمہارے اور ان لوگوں کے گناہوں کو معاف کرے ہم سب پر اور تم لوگوں پر رحم کرے۔

اس کے علاوہ ان ہی کے متعلق یہ تحریر بھی نکلی کہ "اللہ تمہارے گناہوں کو معاف کرے ہم پر اور تم پر رحم فرمائے ہم تم سے راضی ہیں اللہ بھی تم سے راضی ہو۔"

(۱۹) علی بن مہزیار

ان ہی میں سے علی بن مہزیار اہوازی ہیں جو آپ کے نزدیک قابل تعریف تھے۔ چنانچہ ایک جماعت کثیر نے تلعکبری سے اور انہوں نے اپنے سلسلہ اسناد کے ساتھ حسن بن شموّن سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے علی بن مہزیار کے پاس حضرت ابو جعفر ثانی علیہ السلام کے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ خط ان کے نام پڑھا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اے علی اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔ اور تمہیں جنت نصیب کرے۔ دنیا اور آخرت کی ناکامیوں سے تمہیں بچائے۔ تمہارا حشر ہم لوگوں کے ساتھ کرے۔ اے علی میں نے تم کو خوب جانچ لیا اور پرکھ لیا ہے کہ تم اپنے فرائض کی ادائیگی اطاعت و خدمت اور وقار کی کس منزل پر ہو اگر میں کہوں کہ میں نے تم جیسا شخص نہیں دیکھا تو امید ہے کہ میں یہ بات سچ کہوں گا۔ اللہ تمہیں اس کی جزا میں جنت فردوس عطا کرے۔ مجھ سے تمہاری منزلت اور تمہارا مقام پوشیدہ نہیں اور نہ تمہاری خدمات ہم سے چھپی ہوئی ہیں جو تم نے گرمی سردی اور دن رات میں انجام دیں میری دعا ہے کہ جب میدان حشر میں جمیع خلائق موجود ہوں تو اللہ تمہیں وہ کچھ عطا کرے جسے دیکھ کر لوگ رشک کریں بیشک اللہ دعا کا سننے والا ہے۔

(کتاب الغیبۃ ص۲۲۶)

(۲۰) صالح بن محمد بن سہل

علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں حضرت ابو جعفر ثانی امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ صالح بن محمد سہل ہمدانی آپ کے پاس آیا۔ وہ آپ کی طرف سے وکیل تھا اس نے کہا مجھ سے ہزار درہم آپ کے خرچ ہو گئے ہیں آپ اسے بحل فرمادیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ میں نے بحل کیا جب صالح آپ کے پاس سے چلا گیا تو آپ نے فرمایا کچھ لوگ آل محمد اور ان کے فقراء و مساکین و مسافرین کے مال کو بھی جھپٹ لیتے ہیں پھر بعد میں کہتے ہیں کہ یہ مجھے بحل کر دیجئے۔ کیا تمہارے خیال میں اس کے ذہن میں یہ رہا ہوگا کہ میں کہہ دوں گا کہ جاؤ میں نہیں بحل کرتا۔ خدا کی قسم ان لوگوں سے قیامت کے دن اللہ باز پرس اور سخت باز پرس کرے گا۔ (کتاب الغیبۃ ص۲۰۷)

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے وکیل عثمان بن سعید سمان تھے اور آپ کے ثقات میں ایوب بن نوح بن دراج کوفی و جعفر بن محمد بن یونس احول و حسین بن مسلم بن حسن و مختار بن زیاد عبدی بصری و محمد بن حسین بن ابی الخطاب کوفی تھے۔

آپ کے اصحاب میں شاذان بن خلیل نیشاپوری و نوح بن شعیب بغدادی و محمد بن احمد محمودی و ابو یحییٰ جرجانی و ابو القاسم ادریس قمی و علی بن محمد ہارون بن حسن بن محبوب و اسحق بن اسماعیل نیشاپوری و ابو حامد احمد بن ابراہیم مراغی، و ابو علی بن بلال و عبد اللہ بن محمد حسینی و محمد بن حسن بن شمون بصری تھے۔ (مناقب جلد ۴ صفحہ ۳۸۰)

(۲۱) خیران قراطیسی

محمد بن حسن بن بندار قمی کی کتاب جو خود ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی اسمیں میں نے یہ حدیث دیکھی کہ مجھ سے بیان کیا حسین بن محمد بن عامر نے اور ان سے بیان کیا خیران خادم قراطیسی نے میں نے حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں حج کیا اور ایک خادم سے جس کی حضرت ابو جعفر علیہ السلام کی نگاہ کچھ وقعت تھی۔ میں نے آپ کے متعلق دریافت کیا اور درخواست کی وہ مجھے آپ کی خدمت میں پہنچا دے۔ جب ہم لوگ مدینہ پہنچے تو خادم نے کہا تیار ہو جاؤ میں حضرت ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ میں تیار ہو کر اس کے ساتھ ہو لیا۔ جب ہم لوگ دروازے

کے پاس پہنچے تو اس نے کہا یہیں ٹھہر دیں اجازت لیکر آتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اندر گیا جب اس کے آنے میں دیر ہوگئی تو ہم لوگ دروازے پر پہنچے اس خادم کا معلوم کیا لوگوں نے کہا کہ وہ تو یہاں سے نکل کر چلا گیا۔ ہم لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی ابھی ہم لوگ اسی حیرانی میں تھے کہ گھر کے اندر سے ایک خادم نکلا اور بولا تم حیران ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ کہا اندر آجاؤ۔ میں اندر گیا تو دیکھا کہ حضرت ابوجعفر علیہ السلام چھت پر کھڑے ہیں کوئی فرش وغیرہ نہیں ہے۔ جس پر وہ بیٹھیں اتنے میں ایک غلام نے مصلیٰ لاکر بچھا دیا آپ اس پر بیٹھ گئے۔ میں نے دیکھا تو مجھ پر بہت ہیبت طاری ہوئی میں نے چاہا کہ چھت پر پہنچوں مگر کوئی زینہ وغیرہ نہ تھا۔ آپ نے اشارے سے زینہ کی جگہ بتائی میں اوپر گیا اور سلام کیا آپ نے جواب سلام دیا اور میری طرف اپنا ہاتھ بڑھایا میں نے ہاتھوں کو بوسہ دیا آپ نے ہاتھ کے اشارے سے کہا بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا

پھر مجھے یاد آیا کہ ریان بن شبیب نے مجھ سے کہا تھا کہ جب تم حضرت ابوجعفر علیہ السلام کی خدمت میں پہنچو تو کہنا کہ آپ کے غلام ریان بن شبیب نے آپ کو سلام کہا ہے اور درخواست کی ہے کہ آپ اسکے لئے اور اسکے فرزند کے لئے دعا فرمائیں۔ میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا آپ نے اس کے لئے دعا کی مگر اس کے فرزند کے لئے کوئی دعا نہیں کی۔ میں نے پھر اس کا ذکر کیا پھر آپ نے صرف اس کے لئے دعا کی اس کے فرزند کے لئے نہیں کی۔ تیسری مرتبہ میں نے پھر کہا آپ نے تیسری مرتبہ بھی صرف اس کے لئے دعا کی اس کے فرزند کے لئے نہیں کی میں آپ سے رخصت ہوا اور اٹھا۔

میں دروازے کی طرف چلا تو کچھ آپ نے فرمایا جسے میں سمجھ نہ سکا اور میرے پیچھے پیچھے آپ کا ایک خادم آیا میں نے پوچھا کہ جب میں وہاں سے اٹھا تھا تو آپ نے کیا فرمایا تھا۔ خادم نے کہا کہ وہ دیار شرک میں پیدا ہوا ہے جب وہاں سے نکلے گا تو اس سے بھی زیادہ زیادہ شریر ہوگا۔ ہاں جب اللہ چاہے گا تو اسے ہدایت کی توفیق دے گا۔ (رجال کشی ص۵۰۵)

(۲۲) ابراہیم بن محمد ہمدانی

ابراہیم بن محمد ہمدانی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوجعفر علیہ السلام کو خط میں تحریر کیا اور اس میں بتایا کہ سمیع نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا تو آپ نے اس کے جواب میں اپنے ہاتھ سے تحریر فرمایا۔ گھبراؤ نہیں جس نے تم پر ظلم کیا ہے اللہ اس کے

خلاف تمہاری بہت جلد مدد کرے گا۔ اور خوشخبری سنو انشاء اللہ تمہارے پاس اللہ کی مدد جلد پہنچنے والی ہے اور آخرت میں بھی تمہیں اس کا اجر ملے گا۔ (رجال کشی ص ۵۰۶)

ابراہیم بن محمد ہمدانی کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے مجھے خط میں تحریر کیا کہ تمہارا بھیجا ہوا حساب مجھے ملا۔ اللہ تمہارا یہ عمل قبول فرمائے اور تم لوگوں سے خوش اور راضی ہو۔ اور تمہیں دنیا و آخرت میں ہم اہل بیت کے ساتھ قرار دے میں نے اتنے دینار اور ملبوسات تمہیں بھیجے ہیں یہ اور اللہ کی تمام عطا کردہ نعمتیں تمہیں مبارک ہوں۔

میں نے نضر کو خط لکھ دیا ہے کہ وہ تمہاری مخالفت سے باز آجائے تم سے کوئی تعرض نہ کرے نیز یہ بھی بتا دیا ہے کہ تمہاری منزلت میری نظر میں کیا ہے۔ میں نے ایوب کو بھی اسی مضمون کا خط لکھ دیا ہے اور ہمدان میں اپنے دوستوں اور ماننے والوں کو بھی لکھ دیا ہے کہ وہ تمہاری اطاعت کریں تمہارے حکم پر چلیں اور یہ کہ تمہارے سوا میرا وہاں کوئی وکیل نہیں ہے۔ (رجال کشی ص ۵۰۶-۵۰۹)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

حصہ ۹ نہم

بحار الانوار

مُلّا محمد باقر مجلسی رحمۃ اللہ

ترجمہ

مولانا سیّد حسن اِمداد ممتاز الافاضل

در حالات

حضرت ابوالحسن ثالث

امام علی بن محمّد النقی علیہ السلام

بحار الانوار

باب ۱

القاب، کنیت

ولادت اور شہادت

(۱) ـــ جائے سکونت

صاحبِ معانی الاخبار بیان کرتے ہیں کہ: میں نے اپنے مشائخ کو کہتے ہوئے سُنا ہے کہ سر من رائے کا وہ محلہ جس میں حضرت امام علی النقی علیہ السلام اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سکونت پذیر تھے اُس کا نام عسکر تھا، اس لیے دونوں میں سے ہر ایک کو عسکری (عسکر کے رہنے والے) کہتے ہیں۔ (معانی الاخبار ص ۶۵)

(۲) ـــ اِسمِ گرامی

حضرت امام ابوالحسن ثالث علی بن محمد النقی علیہ السلام حضرت امام محمد بن علی التقی الجواد علیہ السلام (امام نہم) کے فرزند ارجمند تھے۔ آپؑ کی روح سب سے زیادہ پاک و طیب، لہجہ سب سے زیادہ نرم و خوشگوار، قریب سے دیکھو نہایت حسین و جمیل، دور سے دیکھو تو سب سے زیادہ کامل۔ خاموش رہیں تو چہرے پر رُعب و جلال اور عزّ و وقار نمایاں، گفتگو فرمائیں تو گل افشانی کے ساتھ فصاحت و بلاغت میں اپنے جد کی مثال آپؑ خاندانِ نبوّت کے ایک فردِ منفرد، خلافت و وصایت کے لیے جائے قرار۔ شجرۂ طیبہ محمدیہ کی ایک پسندیدہ شاخ اور بار آور درخت کے ایک چیدہ اور پسندیدہ ثمر تھے۔

(۳) ـــ والدۂ محترمہ

آپؑ کی والدۂ گرامی قدر اُمِ ولد تھیں جن کا نام نامی اسم گرامی سمانہ مغربیہ تھا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؑ کی والدہ سیّدہ ام الفضل کے نام سے مشہور تھیں۔

(۴) ـــ تاریخِ ولادت

آپؑ ۱۵ ذی الحجہ ۲۱۲ھ میں مدینہ سے متصل ایک مقام صریا میں تولّد ہوئے۔ مگر ابنِ عیاش کے قول کی بناء پر آپؑ کی تاریخِ ولادت ۵ رجب ۲۱۴ھ ہے

• حضرت ابوالحسن ثالث امام علی النقی علیہ السلام کی ولادت مدینہ کے قریب مقام صریا ۱۵ ذی الحجہ ۲۱۲ھ کو ہوئی۔ اور وفات مقامِ سرمن رائے میں ماہِ رجب ۲۵۴ھ میں ہوئی وقتِ وفات آپ کا سن اکتالیس سال کا تھا۔

• متوکل نے یحییٰ بن ہرثمہ بن اعین کو بھیج کر آپؑ کو مدینہ سے سرمن رائے بُلایا۔ پھر آپؑ اپنی وفات تک وہیں مقیم رہے۔ آپؑ کی مدتِ امامت تینتیس ۳۳ سال ہے۔ آپؑ کی والدہ امِ ولد تھیں جن کو سمانہ کہہ کر پکارا جاتا۔ (ارشاد ص ۳۰۷)

• کتاب اعلام الوریٰ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام مقام صریا میں جو مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے اور جسے حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السلام نے آباد کیا تھا، وہاں ۱۵ ذی الحجہ ۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔

• ابن عیاش کی روایت کے مطابق ۵ رجب روزِ سہ شنبہ سنہ مذکور میں تولد ہوئے۔ آپؑ کی والدہ امِ ولد تھیں جن کا نام سمانہ تھا۔
آپؑ کے القاب نقی، قائم، فقیہ، امین اور طیب تھے آپ کو ابوالحسن ثالث بھی کہتے ہیں۔ (اعلام الوریٰ ص ۲۳۹)

• شیخ کفعمی نے اپنی کتاب مصباح میں تحریر کیا ہے کہ روایت کی گئی ہے کہ حضرت ابوالحسن علیؑ ابنِ محمدؑ ابن علیؑ عسکری علیہ السلام ۲۷ ذی الحجہ کو تولد ہوئے۔

• ابن عیاش کا قول ہے کہ میرے گھر والوں کو شیخ کبیر ابوالقاسم کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ دعا ملی: "پروردگارا! میں تجھ سے ان دو مولودین کے واسطے سے دعا کرتا ہوں جو ماہِ رجب میں تولد ہوئے ایک محمدؑ بن علیؑ (امام محمد تقیؑ) اور دوسرے ان کے فرزند علیؑ بن محمدؑ (امام علی نقیؑ)
ابنِ عیاش کا قول یہ ہے کہ حضرت ابوالحسن ثالث (امام علی نقی علیہ السلام ۲ رجب کو تولد ہوئے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ آپ ۵ رجب کو تولد ہوئے۔ نیز یہ بھی فرمایا ہے کہ ابراہیم بن ہاشم قمی کی روایت ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن عسکری (امام علی نقی علیہ السلام ۱۴ رجب روزِ سہ شنبہ ۲۱۴ھ کو تولد ہوئے۔

• کافی میں ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام ماہ ذی الحجہ ۲۱۲ھ میں تولد ہوئے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپؑ ماہِ رجب ۲۱۴ھ میں تولد ہوئے آپؑ کی والدہ اُمِ ولد تھیں، جن کا اسمِ گرامی سمانہ تھا۔ (کافی جلد ۱ ص ۴۹۷)

• محمدؑ بن طلحہ اپنی کتاب کشف الغمہ میں تحریر کرتے ہیں: آپؑ کی ولادت ماہِ رجب ۲۱۴ھ میں ہوئی آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کا نام سمانہ مغربیہ تھا۔ کچھ لوگ اس کے علاوہ دوسرا بتاتے ہیں

آپؑ کا اسمِ گرامی علیؑ ہے۔ آپؑ کے القاب ناصح، متوکل، مفتاح، نقی مرتضیٰ ہیں۔ مگر ان میں سب سے زیادہ مشہور متوکل ہے، مگر اس لقب کو آپؑ چھپاتے اور اپنے اصحاب سے فرماتے کہ اس لقب سے یاد نہ کیا کریں، کیونکہ یہی خلیفۂ وقت کا بھی لقب ہے۔

آپؑ کی وفات ۲۵ جمادی الاخریٰ ۲۵۴ھ کو معتز کے دورِ خلافت میں ہوئی اس طرح آپؑ نے چالیس سال کی عمر پائی۔ اپنے والد کے ساتھ آپؑ نے چھ سال پانچ ماہ گذارے اور والد کی وفات کے بعد تینتیس ۳۳ سال کچھ مہینے۔ اس لحاظ سے آپ نے چالیس سال عمر پائی آپؑ کی قبر مبارک سُرَّ من رائے میں ہے۔ (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۳۲)

- حافظ عبدالعزیز کا بیان ہے کہ آپؑ کا سنِ ولادت ۲۱۴ھ اور سنِ وفات ۲۵۴ھ ہے۔ اس لحاظ سے آپ نے چالیس سال کی عمر پائی۔ آپؑ کی قبرِ مبارک سُرَّ من رائے میں ہے۔ منتصر کے عہد میں آپؑ وہاں دفن ہوئے۔

آپؑ کا لقب ہادی اور آپؑ کی والدہ کا اسمِ گرامی سمانہ ہے۔

- یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؑ ۱۵ ذی الحجہ ۲۱۲ھ کو مدینہ میں تولد ہوئے اور ماہِ رجب ۲۵۴ھ میں سُرَّ من رائے کے اندر وفات پائی۔ وقتِ وفات آپؑ کی عمر اکتالیس ۴۱ سال چند ماہ تھی آپؑ کی قبر سُرَّ من رائے میں خود اپنے ہی گھر کے اندر ہے۔

- ابنِ خشاب کا قول ہے کہ حضرت ابوالحسن عسکری علی بن محمدؑ (امام علی نقی) ۴ ماہِ رجب ۲۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد امام محمد تقی علیہ السلام کے ساتھ صرف چھ سال پانچ ماہ رہے اور ۲۵ جمادی الآخر روز دوشنبہ ۲۵۴ھ میں وفات فرمائی یعنی اپنے والد کے بعد تینتیس ۳۳ سال اور کچھ دن کم سات ماہ زندہ رہے۔ آپؑ کی قبر سُرَّ من رائے میں ہے۔ آپؑ کی والدہ کا اسمِ گرامی سمانہ ہے۔ مگر انھیں منفرشہ مغربیہ بھی کہا جاتا تھا۔

آپؑ کے القاب نقی، ناصح، مرتضیٰ اور متوکل ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔

(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۳۲)

- ابراہیم بن ہاشم قمی سے روایت ہے کہ حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کی وفات دوشنبہ ۴ رجب ۲۵۴ھ میں ہوئی۔

- ابنِ عیاش کا بیان ہے کہ سیدنا ابوالحسن علی بن محمد علیہ السلام کی وفات ۳ رجب ۲۵۴ھ میں ہوئی اس وقت آپؑ کی عمر اکتالیس سال تھی۔ (مصباح کفعمی)

- حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کی وفات ماہ رجب ۲۵۴ھ میں ہوئی اور سُرَّ من رائے کے اندر اپنے گھر میں دفن ہوئے۔ آپؑ نے اپنی اولاد میں اپنے فرزند ابو محمد حسن عسکریؑ

(جو آپ کے بعد امام ہوئے) حسین، محمدؒ، اور جعفر کو چھوڑا۔ ایک دختر عائشہ تھیں، اور آپؑ کا قیام سُرّ من رائے میں وفات تک دس سال چند ماہ رہا۔ (ارشاد ص۳۱۳-۳۱۴)

۵ ـــ نقشِ خاتم

روضۃ الواعظین میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا یومِ ولادت ۱۵ ذی الحجہ روزِ سہ شنبہ ۲۱۲ھ ہے۔

فصول المہمہ میں تحریر ہے کہ آپ کا رنگ گندمی تھا اور آپؑ کا نقشِ خاتم:

"اللہ ربی وھو عصمتی من خلقہٖ" تھا۔

• مصباحِ کفعمی میں ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی تاریخِ ولادت یومِ جمعہ ۲ رجب ہے، بعض کہتے ہیں کہ ۵ رجب ۲۱۲ھ ہے۔ آپ کی ولادت عہدِ مامون میں ہوئی۔ آپؑ کی والدہ کا اسمِ گرامی سمانہ ہے۔ آپؑ کا نقشِ خاتم:

"حفظا لعھود من اخلاق المعبود" تھا۔

آپؑ کی پانچ اولادیں تھیں۔ آپؑ کی تاریخِ وفات ۳ رجب روزِ دوشنبہ ۲۵۴ھ ہے۔ آپؑ کو معتز نے زہر دیا۔ آپ کے دربان کا نام عثمان بن سعید ہے۔

۶ ـــ تاریخِ وفات، جائے دفن اور خلفائے وقت

حضرت امام علی النقیؑ نے سُرّ مَن رائے میں ماہِ رجب ۲۵۴ھ میں وفات پائی، اس وقت آپؑ کا سن اکتالیس سال چند ماہ کا تھا۔ متوکل نے آپؑ کو یحییٰ بن ہرثمہ کے ہمراہ مدینہ سے سُرّ من رائے بُلایا، پھر آپ اپنی وفات تک وہیں مقیم رہے۔ آپؑ کی مدتِ امامت ۳۳ سال تھی۔ آپؑ کے دورِ امامت میں معتصم کا بقیہ عہدِ خلافت رہا، پھر اس کے بیٹے منتصر نے چند ماہ خلافت کی، پھر مستعین یعنی احمد بن محمد بن معتصم نے دو سال نو ماہ خلافت سنبھالی، پھر معتز یعنی زبیر بن متوکل کی آٹھ سال چھ ماہ کی خلافت کا زمانہ تھا اور اسی کے آخری عہد میں اللہ کے ولی حضرت علی بن محمدؑ علیہ السلام نے شہادت پائی اور سُرّ مَن رائے کے اندر اپنے گھر میں دفن ہوئے، اور سُرّ من رائے میں آپؑ کا قیام وقتِ وفات تک بیس سال چند ماہ رہا۔ (اعلام الوریٰ ص۳۳۹)

• مروج الذہب مسعودی میں مرقوم ہے کہ حضرت ابوالحسن علی بن محمد علیہ السلام کی وفات معتز باللہ کے عہدِ خلافت میں دوشنبہ ۲۶ جمادی الآخر ۲۵۴ھ کو ہوئی۔ وہ اس وقت بعمر

چالیس سال تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ اُس وقت بیالیس سال کے تھے۔ بعض لوگ اس سے کم عمر بھی بتلاتے ہیں۔ میں نے ایک حبشی کنیز کو آپؑ کے جنازے پر یہ بین کرتے ہوئے سُنا "ہائے دوشنبہ کے دن ہم لوگوں پر یہ کیسی مصیبت نازل ہوئی" احمد بن متوکل نے شارع ابی احمد میں آپؑ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ آپؑ وہیں سامرہ میں اپنے گھر کے اندر دفن ہوئے۔

• حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے ۲۶ جمادی الآخر ۲۵۴ھ کو وفات پائی اُس وقت آپؑ کا سن اکتالیس سال چھ ماہ، اور بناء بر روایتِ دیگر چالیس سال تھا۔ متوکل نے یحییٰ بن ہرثمہ کے ذریعے سے آپ کو مدینہ سے نکالا اور سُرّ من رائے میں بلایا، وہیں آپ نے انتقال فرمایا، اور اپنے گھر میں دفن ہوئے۔ (الکافی جلد ۱ ص ۴۹۷)

• حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے سر من رائے میں ۳ رجب بوقت دوپہر ۲۵۴ھ میں وفات پائی، اُس وقت آپؑ کا سن اکتالیس سال سات ماہ کا تھا۔ آپؑ کی مدتِ امامت ۳۳ سال ہے اور سُرّ من رائے میں قیام کی مدت وقتِ وفات تک بیس سال چند ماہ ہے۔

(روضۃ الواعظین)

• حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی والدۂ گرامی کا نام سمانہ تھا۔ آپ مدینۂ منورہ میں ۱۵ ذی الحجہ ۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے اور سُرّ من رائے میں دوشنبہ ۳ رجب ۲۵۴ھ کو رحلت فرمائی اور اپنے گھر میں دفن ہوئے۔ (کتاب الدروس)

• حضرت امام علی نقی علیہ السلام معتمد کے آخری دورِ خلافت میں زہر سے شہید کیے گئے۔ ابنِ بابویہ کا قول ہے کہ آپؑ کو معتمد نے زہر دیا۔ (مناقب جلد ۴ ص ۴۰۱)

• **آپ کی وفات پر مرثیہ :** کتاب المقتضب میں ابن عیاش سے روایت ہے کہ حضرت ابوالحسن ثالث کی وفات پر اسماعیل بن صالح صیمری نے آپؑ کے فرزند حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو اس طرح تعزیت پیش کی:

زمین خوف کے مارے زلزلے میں آگئی اور اُس نے اپنے اندر کی تمام چیزیں اُگل دیں۔

اپنے آسمان کے دس ستارے غروب ہو گئے ہیں اب گیارہواں ستارہ طلوع ہوا ہے جس کا نام ابو محمد حسن ہادی ہے۔

ان کے بعد اُمید ہے کہ ایک ایسا ستارہ طلوع ہو گا جو بہت بلندی پر ہو گا وہ دو طویل غیبت اختیار کرے گا۔

اللہ کو یہ منظور نہ ہو گا کہ اس پر کوئی تطاول کرے۔

بحار الانوار

باب ۳

امامت کے لیے اقوال

و

نصوصِ امام علیہ السلام

ANSAR

(۱) = آپؑ کی امامت پر قوم کا اجماع

ابنِ قولویہ نے کُلینیؒ سے اور انھوں نے اپنے اسناد کے ساتھ خیرانی سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا کہ میں حضرت ابوجعفر علیہ السلام (امام محمد تقی علیہ السلام) کی ڈیوڑھی پر ملازم تھا اور خدمات انجام دیتا تھا، اور احمد بن محمد بن عیسیٰ اشعری روزانہ ہر رات کے بعد سحر کے وقت آیا کرتے تھے تاکہ معلوم کریں کہ حضرت ابوجعفر علیہ السلام کے مرض کا کیا حال ہے

فرستادۂ امام محمد تقی علیہ السلام جو خیرانی اور امام ابوجعفر محمد تقی علیہ السلام کے درمیان رابطہ کا کام کرتا، جب کبھی آتا تو احمد بن محمد اُٹھ کر چلے جاتے تاکہ اُسے تخلیہ کا موقع ملے۔ خیرانی کا بیان ہے کہ ایک شب وہ فرستادہ آیا، احمد بن محمد وہاں سے اُٹھ کر چلے گئے اور فرستادہ کو تخلیہ کا موقع دیا لیکن احمد بن محمد گھوم پھر کر واپس آکر ایک ایسے مقام پر کھڑے ہو گئے جہاں سے اُن دونوں کی گفتگو سن سکیں۔

فرستادہ نے کہا، تمھارے آقا نے تم کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ میں اب رخصت ہو کر اپنے مالک کی بارگاہ میں جا رہا ہوں لہٰذا تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ عہدۂ امامت میرے بعد میرے فرزند علیؑ (النقی) کے لیے ہے۔ ان کے لیے تم لوگوں پر وہی فرض ہے جو میرے والدِ بزرگوار کے بعد میرے لیے تم سب پر عائد ہوا تھا۔

یہ پیغام دے کر فرستادہ تو چلا گیا۔ اور احمد بن محمد پھر واپس آئے اور کہنے لگے

اے خیرانی! اس فرستادہ نے تم سے کیا کہا تھا؟

میں نے کہا، سب خیریت ہے۔

اُنھوں نے کہا، مجھ سے نہ چھپاؤ، جو کچھ اُس نے تم سے کہا ہے میں نے سن لیا ہے۔

یہ کہہ کر جو کچھ احمد بن محمد نے سنا تھا مجھ سے بیان کیا۔

میں نے کہا، یہ تم نے حرام اور ناجائز کام کیا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ:

لَا تَجَسَّسُوْا (سورۃ الحجرات آیت ۱۲) (لوگوں کی باتوں کی) کھوج اور تجسس میں نہ لگو۔

اچھا، اب اگر تم نے سن ہی لیا ہے تو یاد رکھنا، وقتِ ضرورت اس کی گواہی بھی دینی ہوگی، مگر وقت سے پہلے اس کا اظہار کسی سے نہ کرنا۔

جب صبح ہوئی تو میں نے اس مضمون کے دس خط لکھے ان پر اپنی مہر لگائی اور اپنے معتمد و مقتدر اصحاب کو ایک ایک خط دیدیا اور کہدیا کہ اس کو محفوظ رکھو، اگر مانگنے سے پہلے مجھے موت آجائے تو اس کو کھول کر پڑھ لینا اور اس پر عمل کرنا۔

جب حضرت ابوجعفر امام محمد تقی علیہ السلام نے وفات پائی میں اپنے گھر سے اسی وقت باہر نکلا، معلوم ہوا کہ رؤسائِ قوم محمد بن فرج کے گھر جمع ہیں اور امامت کے عہدہ پر ہی گفتگو ہو رہی ہے۔ مجھے محمد بن فرج نے خط لکھ کر مطلع کیا کہ قوم کے مقتدر حضرات میرے مکان پر جمع ہیں اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ بات مشہور ہو جائے گی تو ہم سب لوگ آپ کے گھر خود آتے اس لیے میری خواہش ہے کہ آپ خود ہی اپنی سواری لیکر میرے گھر آجائیں۔

یہ خط ملا تو میں سواری پر وہاں پہونچا ان لوگوں سے گفتگو کی اور ان کی رائے سنی تو میں نے دیکھا کہ ان میں سے اکثر شک میں مبتلا ہیں۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جنھیں میں نے رقعات لکھ کر دیے تھے، چنانچہ، میں نے ان سے کہا کہ اب تم لوگ میرے رقعات نکال لاؤ۔ وہ لوگ رقعات نکال لائے۔

میں نے کہا، اسی کا مجھے حکم دیا گیا تھا، اب تم ان رقعات کو سب کے سامنے پڑھ کر سُنا دو۔

اُنھوں نے رقعات کو پڑھا تو سب نے کہا کہ اگر آپ کے ساتھ کوئی دوسرا بھی اس کی گواہی دے تو بہتر ہوگا کیونکہ یہ تو صرف آپ ہی کی تحریر اور آپ ہی کا بیان ہے۔

میں نے کہا، اللہ تعالیٰ نے از خود دوسری گواہی کا بھی انتظام فرما دیا ہے۔ دیکھو! یہ ابوجعفر اشعری بیٹھے ہوئے ہیں جنھوں نے اُس فرستادہ کو خود کہتے ہوئے سُنا ہے۔

اُنھوں نے ابوجعفر اشعری سے پوچھا۔ اُنھوں نے گواہی دینے میں توقف کیا۔

میں نے کہا، اے ابوجعفر اشعری! آؤ اس بات پر مباہلہ کرلیں۔

یہ سُن کر وہ خوفزدہ ہوئے اور جلدی ہی اقرار کرلیا کہ ہاں میں نے بھی سُنا تھا، مگر میں چاہتا تھا کہ یہ عہدہ اہلِ عرب میں سے کسی اور کو ملے، مگر مباہلہ کا سامنا ہے تو پھر کتمانِ شہادت کی اب کوئی راہ نہیں ہے۔

پھر جبتک حضرت ابوالحسن امام علی نقی علیہ السلام کی امامت کو تسلیم نہ کرلیا، اُس وقت تک افرادِ قوم وہاں سے نہیں اُٹھے۔

واضح ہو کہ آپ کی امامت پر نص کے سلسلہ میں روایات کا ایک طویل سلسلہ ہے اگر ہم اس کی تفصیل پیش کریں تو کتاب طویل ہو جائے گی تمام قوم کا آپؑ کی امامت پر اتفاق نیز ان کے مقابلہ میں اس وقت کسی اور کا دعویٰ امامت نہ کرنا یہ بھی آپؑ کی امامت کا ایک بڑا ثبوت ہے۔ پھر اس کے بعد آپؑ کی امامت پر جو نصوص کی روایات ہیں ان کو تفصیل سے پیش کرنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ (اعلام الوریٰ ، ارشاد)

(۲) ــــ حضرت امام محمد تقیؑ کی نص

صقر بن دلف سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ حضرت ابوجعفر امام محمد بن علیؑ رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ: "میرے بعد میرا فرزند علیؑ (میرا جانشین اور) امام ہوگا۔ اُس کا حکم میرا حکم اور اُس کا قول میرا قول ہے۔ اور علیؑ کے بعد اس کا فرزند حسنؑ، امام ہوگا۔ (کمال الدین جلد ۲ ص ۵۰)

(۳) ــــ حضرت امام محمد تقیؑ کا قول "ابوالحسنؑ مجھ سے مشابہ ہے"

عیون المعجزات میں ہے کہ حمیری نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے، احمد بن محمد بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میرے باپ نے مجھے بتایا کہ جب حضرت ابوجعفر امام محمد تقی علیہ السلام مدینہ سے عراق جانے لگے تو آپؑ نے حضرت ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کو اپنی گود میں بٹھایا۔ ان کی امامت کے لیے نص فرمائی پھر پوچھا، تمھارے لیے عراق کا کونسا تحفہ ہونا چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا، ایک تیغ شرربار۔

پھر اپنے صاحبزادے موسیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا، تمھارے لیے کیا تحفہ ہونا چاہیے؟

اُنھوں نے کہا، ایک گھوڑا۔

آپؑ نے فرمایا، ابوالحسن علی النقی مجھ سے مشابہ ہے اور موسیٰ اپنی ماں سے مشابہ ہے۔

• اسماعیل بن مہران سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوجعفرؑ پہلی مرتبہ مدینہ سے بغداد جانے لگے تو آپؑ کی روانگی کے وقت میں نے عرض کیا کہ میری جان آپ پر نثار، میں اس سفر میں آپؑ کے لیے کچھ خطرہ محسوس کر رہا ہوں، یہ فرمائیے کہ آپؑ کے بعد امام کون ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا، میرے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

پھر جب معتصم نے آپؑ کو طلب کیا، میں نے پھر عرض کیا، جانم بتو قربان، اب فرمائیے آپؑ کے بعد امام کون ہوگا؟ اس مرتبہ آپؑ نے گریہ فرمایا اور کہا۔ سنو! میرے بعد میرا فرزند علی امام ہوگا۔ (کافی جلد ا ص ۳۲۳، ارشاد مفید ص ۳۰۸)

بحار الانوار

باب ۳

آپ کے متعلق اخبار
اور
معجزات

(۱) ملکیتِ امام ؟

صاحبِ عسکر سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ امام علی نقی علیہ السلام سے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، جو چیز ہمارے پاس لائی جاتی ہے اس کے لیے یہی کہا جاتا ہے کہ یہ چیز حضرت ابوجعفر علیہ السلام کی تھی جو ہمارے پاس ہے، پھر میں کیا کروں ؟

آپؑ نے فرمایا، جو چیز بحیثیت سہم امام کے حضرت ابوجعفر علیہ السلام کی تھی وہ اب ہماری ہے اور جو چیز اس کے علاوہ ہے وہ کتابِ خدا اور سنّتِ رسولؐ کی بناء پر میراث ہے۔

(کافی جلد ۷ صـ ۵۹)

(۲) ایک معجزہ

ابوالہاشم جعفری سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں پہونچا، تو آپؑ نے مجھ سے ہندی میں گفتگو فرمائی، مگر میں آپؑ کی گفتگو نہ سمجھ سکا۔ آپؑ کے سامنے کچھ کنکریاں پڑی ہوئی تھیں۔ آپؑ نے اُن میں سے ایک کنکری اٹھائی، منھ میں ڈالی اور میری طرف پھینک کر فرمایا:

اے ابوالہاشم ! اس کو چوسو۔

میں نے اٹھا کر منھ میں رکھ لیا، کچھ دیر اس کو چوستا رہا، اس کے بعد جب میں آپؑ کے پاس سے اُٹھا تو میں تہتّر ۷۳ زبانوں میں گفتگو کر سکتا تھا، جن میں ہندی زبان بھی تھی۔

(مختار الخرائج والجرائح صـ ۲۳۷)

• علی بن حبشی بن قونی نے جعفر سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔ (اعلام الوریٰ صـ ۲۴۳)

(۳) سنگریزوں کا سُرخ سونے میں تبدیل ہونا

ابوالہاشم جعفری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کے ساتھ سُرّ مَن رائے سے

باہر کسی کو خوش آمدید کہنے گیا۔ جب اُس کے آنے میں تاخیر ہوئی تو میں نے آپؑ کے بیٹھنے کے لیے زین پوش ڈال دیا۔ آپؑ اُس پر بیٹھ گئے۔ میں بھی آپؑ کے سامنے بیٹھ گیا اور باتیں کرنے لگا۔ دورانِ گفتگو میں نے آپؑ سے اپنی تنگدستی اور بدحالی کی شکایت کی۔ آپؑ نے ہاتھ بڑھایا اور جن سنگریزوں کے قریب آپؑ تشریف فرما تھے اُن میں سے ایک مٹھی بھر کر مجھے عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا: لو! یہ تمھارے لیے کافی ہے مگر جو کچھ دیکھا ہے اسے کسی سے بیان نہ کرنا۔

جب ہم وہاں سے واپس آ گئے تو دیکھا کہ اُن سنگریزوں میں چمک ہے، اور اُن کا رنگ تبدیل ہو کر سرخ سونے کی طرح ہو گیا ہے۔ چنانچہ، میں نے ایک سُنار کو بلایا اور کہا، ذرا ان کو پرکھ کر بتاؤ، یہ کیا ہے۔؟

اُس نے کہا، یہ تو بہترین سونا ہے اس سے بہتر سونا تو میں نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ یہ تو سنگریزوں کی شکل میں ہے، یہ کہاں سے مل گیا؟ یہ تو حیرت کی بات ہے۔

میں نے کہا، یہ میرے پاس زمانۂ قدیم کا تحفہ ہے۔ (مختار الخرائج والجرائح ص ۲۳۸)

(۴) ـــ ہوا نے امامؑ کا احترام کس طرح کیا؟

سمیلہ کاتب جو سُر من رائے کی واقعہ نگاری پر مامور تھا، کا بیان ہے کہ متوکل اپنی سواری پر جامع مسجد جایا کرتا تھا۔ اس کے ساتھ اچھے خطیبوں کی تعداد بھی ہوتی تھی۔ اُن ہی میں عباس بن محمد کی اولاد کا ایک شخص بھی جاتا تھا، جس کا لقب ہر لیسہ تھا، جس کی متوکل بہت تحقیر کیا کرتا تھا۔ ایک جمعہ کو متوکل نے ہرلیسہ کو خطبہ دینے کا حکم دیا۔ ہرلیسہ نے منبر پر جا کر بہت عمدہ خطبہ دیا، مگر قبل اس کے کہ وہ منبر سے اترے، متوکل خود نماز پڑھانے کے لیے مصلّے پر پہونچ گیا۔

یہ دیکھ کر ہرلیسہ منبر سے اُترا، اور آگے بڑھ کر پیچھے سے اُس کا گلا پکڑ لیا اور بولا اے امیر المومنین! تمھیں معلوم نہیں کہ جو جمعہ کا خطبہ پڑھتا ہے وہی جمعہ کی نماز بھی پڑھاتا ہے؟

یہ سن کر متوکل بولا، میں نے تو چاہا تھا کہ تمھیں شرمندہ کروں، مگر تم نے تو مجھ ہی کو شرمندہ کر دیا۔

ایک مرتبہ آلِ محمدؐ کے دشمنوں میں سے ایک شخص نے متوکل سے کہا: اے امیر المومنین! آپ علیؑ بن محمدؑ (امام علی النقی علیہ السلام) کے ساتھ جتنے احترام کے ساتھ پیش آتے ہیں اتنا کوئی پیش نہیں آتا۔ آپ کے گھر کا ہر فرد اُن کی خدمت میں لگا رہتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ جب وہ آتے ہیں تو کوئی بڑھ کر اُن کے لیے دروازہ کھولتا ہے، کوئی بڑھ کر دروازے کا پردہ

اُٹھاتا ہے، اور یہ ایسا عمل ہے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے تو وہ یہی سمجھیں گے کہ اگر خلافت کے حقیقی مستحق یہ نہ ہوتے تو ہرگز اُن اتنا احترام نہ کیا جاتا۔

لہٰذا، متوکل کے خادموں نے یہ طے کرلیا کہ اب ان کے لیے دروازے کا پردہ کوئی نہیں اُٹھائے گا، یہ کام وہ خود ہی کریں گے، جس طرح دیگر افرادِ خانہ وغیرہ گھر میں داخل ہوتے ہیں اسی طرح علیؑ بن محمدؑ (امام علی النقی علیہ السلام) بھی داخل ہوں۔

ادھر متوکل کا یہ حکم تھا کہ ہمیں ادنیٰ سے ادنیٰ واقعے کی بھی خبر دی جائے۔

لہٰذا اسمیلہ واقعہ نگار نے لکھا کہ جب علیؑ ابن محمدؑ (امام علی النقی علیہ السلام) تشریف لائے تو کسی خادم نے بڑھ کر دروازے کا پردہ نہیں اُٹھایا، معاً، ایک تیز جھونکا آیا جس نے آپؑ کا استقبال کیا اور پورا پردہ اُٹھا دیا، آپؑ اندر داخل ہو گئے۔

جب متوکل کو بتایا گیا تو اس نے کہا کہ جب وہ باہر جانے لگے تو کیا ہوا؟

واقعہ نگار نے لکھا کہ آپؑ باہر نکلنے لگے تو پہلی ہوا کے مخالف ایک ہوا کا جھونکا آیا اور اُس نے پردہ اُٹھا دیا، آپؑ باہر چلے گئے۔

متوکل نے کہا، ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہوا اُن کے استقبال میں پردہ اُٹھایا کرے اِس سے تو اُن کی فضیلت لوگوں پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی۔ لہٰذا تم لوگ خود ہی پردہ اُٹھا دیا کرو۔ (مناقب ابن شہر آشوب)

(۵) اللہ کی طرف سے میرے لیے یہ انتظام ہے

صالح بن سعید کا بیان ہے کہ

ایک مرتبہ میں حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

مولا! میں آپؑ پر قربان، یہ سب لوگ ہر طرح یہ چاہتے ہیں کہ آپ کو پریشان کریں اور اللہ کے نور کو (آپؑ کو) بجھا دیں یا گھٹا دیں۔ یعنی آپ کو فقیروں کی سرائے میں ٹھہرایا ہے تاکہ آپ کی بے حرمتی کریں۔

آپؑ نے فرمایا، اے ابنِ سعید! مت افسوس کرو، دیکھو تمھیں ہماری صحیح معرفت نہیں ہے۔ یہ کہہ کر آپؑ نے ہاتھ سے اشارہ کیا، اور فرمایا، ذرا ادھر تو دیکھو!

اب جو میں نے نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ ہر طرف سرسبز باغات ہیں اُن میں معطر حوریں ہیں، موتیوں کی طرح پُرآب وتاب، غلمان ہیں، چڑیاں چہچہا رہی ہیں، ہرن چوکڑی بھر رہے ہیں نہریں جاری ہیں۔ یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ آپؑ نے فرمایا، اللہ کی طرف سے میرے لیے یہ انتظام ہے۔

(بصائر الدرجات ص۴۰۶)

- کلینی نے بھی حسین سے یہی روایت کی ہے۔ (اعلام الوریٰ ص۳۴۸، کافی جلد اول ص۴۹۸)
- محمد بن یحییٰ نے بھی صالح بن سعید سے یہی روایت کی ہے۔ (بصائر الدرجات ص۴۰۶)

⑥ ایک مبروص کی صحتیابی

ابوالہاشم جعفری سے روایت ہے کہ:
سُرّمَن رائے کے ایک شخص کے جسم پر سفید داغ نمودار ہوگئے اور اس کی زندگی کا لطف جاتا رہا
ایک دن وہ ابوعلی فہری کے پاس بیٹھا ہوا اپنا دکھ درد بیان کر رہا تھا:
اُس نے کہا، تم اگر حضرت ابوالحسن علی بن محمدؑ کی خدمت میں جاؤ اور اُن سے دعا کے لیے التجا کرو، تو اُمید ہے کہ یہ تمہارا مرض دور ہو جائے۔
چنانچہ ایک دن جب امام علی النقی علیہ السلام متوکل کے گھر سے واپس تشریف لا رہے تھے، وہ شخص سرِراہ بیٹھ گیا۔ جب اُس نے آپؑ کو آتے ہوئے دیکھا تو اُٹھا اور چاہا کہ آپؑ کے قریب پہونچ جائے، آپؑ نے دور ہی سے کہا:
"قریب نہ آؤ، اللہ تمھیں صحتیاب کرے گا، قریب نہ آؤ، اللہ تمھیں صحتیاب کرے گا۔ قریب نہ آؤ، اللہ تمھیں صحتیاب کرے گا۔"
یہ الفاظ آپؑ نے تین مرتبہ فرمائے۔ وہ شخص دور ہٹ گیا، اور اسے قریب آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اُس نے واپس آکر فہری کو سارا واقعہ سُنایا۔
اُس نے کہا، یہ تو اُنھوں نے تمھاری التجا سے پہلے ہی دعا فرمادی۔ اب جاؤ انشاء اللہ تم صحتیاب ہو جاؤ گے۔ وہ شخص یہ گفتگو کر کے اپنے گھر واپس آیا اور سو گیا جب صبح کو بیدار ہوا تو اُس کے جسم پر برص کا نشان تک باقی رہا۔ (الخرائج والجرائح)

⑦ ایک ہندی شعبدہ باز کی ہلاکت

ابوالقاسم بن ابی القاسم بغدادی نے زرارہ (حاجبِ متوکل) سے روایت ہے کہ ہند سے ایک بے مثل و ماہر شعبدہ متوکل کے دربار میں آیا۔ وہ چیزوں کے غائب کر دینے کا کرتب دکھاتا تھا۔ متوکل بھی اسی قسم کے لغویات کا بڑا شائق تھا۔ اُس نے سوچا کہ اس کے ذریعے سے علی بن محمد علیہ السلام کو خجل کرایا جائے۔
چنانچہ اس نے شعبدہ باز سے کہا، اگر تم اپنے شعبدے کے ذریعے سے علیؑ بن محمدؑ

کو خجل کر دو تو میں تمھیں ایک ہزار دینار انعام دوں گا۔

اُس نے کہا، بہتر ہے لیکن آپ حکم دیجیے کہ بہت باریک باریک چپاتیاں پکائی جائیں، انھیں دسترخوان پر رکھ دیجیے، اور مجھے اور علیؑ بن محمدؑ بن رضاؑ کو دسترخوان پر بٹھا دیجیے، پھر آپ تماشہ دیکھیے۔

متوکل نے ایسا ہی کیا۔ اور آپؑ کو بلایا۔ آپؑ کے پہلو میں ایک تکیہ تھا جس پر شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی، اور وہ شعبدہ باز اس تکیے کے برابر ہی بیٹھ گیا۔ جب حضرت علی النقی علیہ السلام نے روٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو شعبدہ باز نے وہ روٹی اُڑا دی آپؑ نے دوسری روٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ بھی اُس نے اُڑا دی۔

یہ دیکھ کر لوگوں نے قہقہہ لگایا۔ حضرت علی النقی بن محمد تقی علیہ السلام کو جلال آگیا، آپ نے اُس تکیے پر جس پر شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی، ہاتھ مار کر حکم دیا، اے شیر! دیکھتا کیا ہے، اِس شعبدہ باز کو نگل لے۔

وہ شیر کی تصویر مجسم ہو گئی اور شعبدہ باز پر تیزی سے جھپٹ پڑی اور آنِ واحد میں شعبدہ باز کو چٹ کر گئی اور اپنی اصلی صورت پر آگئی

لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی۔ حضرت علی النقی بن محمد تقیؑ علیہ السلام وہاں سے واپس جانے لگے۔

متوکل نے آپؑ سے یہ درخواست کی کہ اس شعبدہ باز کو واپس کرا دیں۔

آپؑ نے فرمایا، نہیں، اب تم اُس کو کبھی نہ پا سکو گے۔ تم دشمنانِ خدا کو اللہ کے دوستوں پر غالب کرنا چاہتے ہو۔

یہ کہہ کر آپؑ وہاں سے واپس چلے آئے۔ (مختار الخرائج والجرائح ص ۲۱)

(۸) ایک اور معجزہ

داؤد بن قاسم جعفری کا بیان ہے کہ میں سُرّمَن رائے میں حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، حج کا ارادہ تھا، چاہا کہ مولا سے بھی رخصت ہو لوں۔ جب میں آپؑ سے رخصت ہونے لگا تو آپؑ بھی میرے ہمراہ چلے جب آخر حاجز پر پہونچے تو آپؑ سواری سے اُتر پڑے، میں بھی اُتر گیا۔

آپؑ نے اپنے ہاتھ سے زمین پر ایک دائرہ نما خط کھینچا اور مجھ سے فرمایا: چچا اِس دائرے میں سے جو کچھ آپ لے لیں وہی آپ کے سفرِ حج کے اخراجات

ئیں کام آئے گا۔

میں نے جب اُس دائرے میں ہاتھ مارا تو سونے کا ایک ٹکڑا نکلا جس کا وزن دو سو مثقال تھا۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۹) ـــ ترکی سردار کے بچپن کا نام

ابوالہاشم جعفری سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں مدینہ میں تھا خلیفہ کا سردارِ لشکر اُدھر سے اعراب اور بدّوؤں کو تلاش کرتا ہوا گذر رہا تھا۔

حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کو جب اُس کے بارے میں علم ہوا تو آپؑ نے فرمایا، میں بھی اُس سے ملنا چاہتا ہوں۔

لہٰذا ہم سب لوگوں آپؑ کے ساتھ ایک مقام پر جا کر کھڑے ہو گئے کہ اتنے میں وہ ترکی سردار مع اپنے لشکر کے وہاں سے گذرا۔

جب وہ قریب آیا تو حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام نے ترکی زبان میں کچھ ارشاد فرمایا۔ وہ سردار اپنی سواری سے اترا اور آپؑ کے مرکب کے سُم کو بوسہ دینے لگا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس ترک سردار کو حلف دیکر پوچھا، یہ بتاؤ کہ انھوں نے تم سے کیا کہا تھا۔ ؟

اُس نے جواب دیا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی نبی ہیں ؟

میں نے کہا، نہیں یہ نبی تو نہیں ہیں۔

اُس نے پھر کہا، انھوں نے مجھے اُس نام سے پکارا جس نام سے مجھے میرے ملک میں مجھے بچپن میں پکارا جاتا تھا۔ اور آج سے پہلے میرا یہ نام کسی اور کو معلوم نہیں تھا۔

(اعلام الورٰی ص ۲۴۳)

(۱۰) ـــ اخبار العلوم

راوی کا بیان ہے کہ ایک دن فتح بن خاقان نے مجھ سے کہا، متوکل نے مجھے حکم دیا ہے کہ قم سے کچھ مال آنے والا ہے تم اُس پر نگاہ رکھو۔ جب آئے تو مجھے اطلاع دو، اور یہ بھی بتاؤ کہ یہ مال کس طریقہ سے آیا ہے تاکہ میں اسے ضبط کر لوں۔

یہ سن کر میں امام علی النقی بن محمد تقیؑ علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔

آپؑ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا، اے ابو موسیٰ! جو اللہ کرے گا بہتر ہی کرے گا، مال آج رات کو آئے گا، تم یہیں میرے پاس سو رہو۔

جب رات کافی ہو چکی تو آپؑ عبادت کے لیے کھڑے ہو گئے۔

پھر آپؑ نے سلام پڑھ کر مجھ سے فرمایا، سنو! ایک شخص مال لیکر آگیا ہے اور میں نے خادم کو منع کر دیا ہے کہ وہ مال نہ وصول کرے۔ اب تم جاؤ اور اُس سے مال وصول کر لو۔

میں باہر نکلا تو دیکھا کہ اس شخص کے پاس ایک زنبیل ہے اور اس میں کچھ سامان ہے میں نے وہ زنبیل اس سے لے لی اور سیدھا آپؑ کے پاس آیا۔

آپؑ نے فرمایا، اس سے جاکر کہو کہ وہ جبّہ بھی تو دے جس کے متعلق قمیہ نے کہا تھا کہ وہ اُس کی دادی رکھ گئی تھیں۔

میں اس کے پاس پھر گیا اور اس نے وہ جبّہ دیا، میں اُس جبّے کو لیکر آیا۔

آپؑ نے فرمایا، اُس سے جاکر کہو، یہ وہ جبّہ نہیں ہے، تم نے بدل کر دوسرا دیدیا ہے ہمیں تو وہی جبّہ چاہیے۔

میں نے جاکر اُس سے کہا،

اُس نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا، ہاں، میری بیٹی کو وہ جبّہ پسند آگیا تھا اِس لیے اُس نے وہ جبّہ رکھ لیا اور یہ جبّہ دیدیا ٹھہرو میں ابھی جاکر وہ جبّہ لاتا ہوں۔

میں نے واپس آکر آپؑ سے سب کچھ عرض کر دیا۔

آپؑ نے فرمایا، اُس سے کہو کہ وہ جبّہ تو تیرے کاندھے پر ہے۔

میں نے اُس سے جاکر کہا، اور وہ جبّہ اُس کے کاندھے سے اُتار لیا

اُس نے کہا، ابتک تو مجھے اُن کی امامت میں شک ہی تھا، لیکن اب تو مجھے یقین ہے کہ آپ ہی امام ہیں۔ (امالی شیخ مفید)

• مناقب میں بھی فتح سے اسی کے مثل روایت ہے (مناقب جلد ۴ ص ۴۱۳)

(۱۱) = ایک ظالم حاکم سے نجات دلانا

منصوری نے اپنے والد کے چچا سے روایت کی ہے اور اُنھوں نے یہ حدیث کافور سے لی ہے۔ امام علی النقی علیہ السلام جس موضع میں مقیم تھے وہاں آپ کے پڑوس میں چند مختلف دست کار بھی آباد تھے اور وہ ایک قریہ اور گاؤں تھا وہیں یونس نقاش بھی تھا، وہ آپؑ کی خدمت کیا کرتا تھا۔

ایک دن یونس کچھ خوفزدہ وہراساں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: مولا! میں آپؑ سے وصیت کرتا ہوں، میرے گھروالوں کا خیال رکھیے گا۔

آپؑ نے پوچھا، کیا بات ہے تم کیوں اس قدر پریشان ہو؟

اُس نے عرض کیا، اب میرے کوچ کا وقت آگیا ہے۔

آپؑ نے مسکراتے ہوئے فرمایا، اے یونس! وہ کیسے؟

اُس نے کہا کہ موسیٰ بن بغا (ترکی سردار) نے میرے پاس ایک نگینہ نقش کرنے کے لیے بھیجا تھا، وہ اتفاق سے ٹوٹ کر دو ہوگیا، اور کل ہی دینے کا وعدہ ہے۔ آپؑ تو جانتے ہی ہیں کہ وہ موسیٰ بن بغا ہے، وہ مجھے یا تو ایکہزار کوڑے لگوائے گا، یا قتل کرنے کا حکم دے گا۔

آپؑ نے فرمایا، غم نہ کرو، اپنے گھر جاؤ، کل جو ہوگا، وہ بہتر ہی ہوگا۔

دوسرے دن جب صبح ہوئی تو بھر کانپتا ہوا آیا، اور بولا، مولا! موسیٰ کا آدمی وہ نگینہ لینے کے لیے آگیا ہے، اب میں اُسے کیا جواب دوں؟

آپؑ نے فرمایا: فکرمند نہ ہو، جاؤ انشاء اللہ بھلا ہی ہوگا۔

یونس نے کہا، مولا! میں اُس سے کیا کہوں؟

آپؑ مسکرائے اور فرمایا، تم جاکر تو دیکھو کہ وہ کیا کہتا ہے، پھر جو ہوگا وہ بہتر ہوگا۔

یونس اپنے گھر گیا اور ہنستا ہوا واپس آیا، اور بولا: موسیٰ کے آدمی نے آکر کہا کہ کنیزیں آپس میں جھگڑا کررہی ہیں، کیا یہ ممکن ہے کہ اُس نگینہ کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کردو، تاکہ جھگڑا ہی ختم ہوجائے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا، یاالٰہی تیرا شکر گذار ہوں کہ تو نے ہمیں اپنے شکر گذار بندوں میں قرار دیا۔ اے یونس! یہ بتاؤ کہ تم نے اُس سے کیا کہا؟

یونس نے کہا، میں نے اُس سے کہدیا ہے کہ اچھا، پھر مجھے اس کے لیے مزید وقت درکار ہوگا۔

آپؑ نے فرمایا، تم نے ٹھیک جواب دیا۔ (امالی شیخ مفیدؒ)

(۱۲) — منجانب اللہ گرم پانی کا انتظام

کافور خادم سے روایت ہے کہ

ایک دن حضرت علی بن محمدؑ (امام علی النقی علیہ السلام) نے مجھ سے فرمایا کہ فلاں لوٹا فلاں مقام پر پانی سے بھر کر میرے وضو کے لیے رکھدینا۔

پھر آپؑ نے مجھے کسی کام کے لیے بھیج دیا۔ اور فرمایا، پہلے یہ کام کرو، پھر پانی رکھدینا، تاکہ جب میں نماز کے لیے وضو کرنا چاہوں، تو پانی موجود ہو۔

یہ فرماکر آپؑ آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے اور میں پانی رکھنا بھول گیا، سردی کی رات تھی، جب میں نے محسوس کیا کہ آپؑ نماز کے لیے اُٹھے ہیں تو مجھے یاد آیا کہ لوٹے میں پانی تو میں نے رکھا ہی نہیں۔ اس لیے ڈر کے مارے کہ آپؑ خفا ہوں گے، میں وہاں سے دور ہٹ گیا، مگر اس کا دُکھ ضرور تھا کہ آقا کو لوٹا تلاش کرنے میں زحمت ہوگی۔

اتنے میں آپؑ نے مجھے غصّہ میں آواز دی؛ میں نے دل میں کہا، اِنّا لِلّٰہ! اب میں آپؑ کے سامنے کیا عذر پیش کروں گا، سوائے اس کے کہ یہ کہدوں کہ میں بھول گیا، اور بغیر سامنے گئے کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ لٰہذا گردن جُھکائے ہوئے سامنے گیا۔

آپؑ نے فرمایا، تجھ پر وائے ہو تجھے میرا دستور معلوم نہیں کہ میں ہمیشہ ٹھنڈے پانی سے وضو کرتا ہوں، پھر تو نے گرم پانی لوٹے میں بھر کر کیوں رکھدیا؟

میں نے عرض کیا، آقا! میں نے نہ لوٹا رکھا اور نہ پانی۔

آپؑ نے فرمایا، اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے دم قدم پر اپنی آسانیوں سے نوازا ہے، اور شکر ہے اُس اللہ کا جس نے مجھے اپنی اطاعت کرنے والوں میں شمار کیا، اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائی اور میری مدد فرمائی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: "اللہ تعالیٰ اُس شخص سے ناراض ہوتا ہے جو اُس کی دی ہوئی آسانی قبول نہ کرے۔

(امالی شیخ)۔ (مناقب جلد ۴ صفحہ ۴۱۴) (مرسلا روایت ہے)

(۱۳) تم اللہ کی کون کون سی نعمتوں کا شکر ادا کروگے

ابوالہاشم جعفری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں شدید تنگدستی میں مبتلا ہوا۔ لٰہذا، میں حضرت ابوالحسن امام علی نقی ع کے پاس گیا۔ آپؑ نے مجھے حاضری کی اجازت دی۔ جب میں جاکر بیٹھ گیا، تو آپؑ نے فرمایا:

اے ابوالہاشم! (تمھیں اللہ نے اتنی نعمتیں دی ہیں) تم اللہ کی کن کن نعمتوں کا شکر ادا کروگے۔

یہ سن کر میں آپؑ کی طرف متوجّہ ہوا مگر سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا عرض کروں۔

پھر آپؑ ہی نے فرمایا، دیکھو! اللہ نے تمھیں ایمان کا رزق دیا، جس کی وجہ سے تمھارے جسم پر جہنّم کی آگ حرام ہوگئی، اللہ نے تمھیں تندرستی کی روزی دی، جس سے تم اِس قابل ہو کہ

اُس کی اطاعت کرو۔ تمھیں قناعت عطا کی جس سے تم سفلہ پن سے محفوظ رہے۔ اے ابوالہاشم! میں نے تم سے یہ پہلے ہی کہدیا، اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ تم اپنی تنگدستی کی شکایت کرنے کے لیے آئے ہو۔ جاؤ، میں نے تمھیں سو دینار دیے جانے کا حکم دے دیا ہے انھیں لیلو۔

(امالی شیخ صدوق ص ۴۱۲)

(۱۴) سُر من رائے کے اُجڑنے کی پیشگوئی

منصوری نے اپنے والد کے چچا سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے ایک دن حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے فرمایا اے ابو موسیٰ! مجھے سر من رائے میں جبریہ بھیجا گیا تھا، مگر اب یہاں سے نکالا جاؤں گا تو جبریہ ہی نکالا جاؤں گا۔

میں نے عرض کیا، آقا! یہ کیوں؟

آپؑ نے فرمایا کہ یہاں کی ہوا صاف ستھری، پانی شیریں ہے یہاں پر انسان کم بیمار پڑتا ہے۔

پھر فرمایا، مگر یہ سر من رائے اُجڑ جائے گا، اور ایسا اُجڑے گا کہ یہاں مسافروں کے لیے چند سرائے اور چند دکانیں ہی باقی رہ جائیں گی، اور اس کے اُجڑنے کی علامت یہ ہے کہ میری موت کے بعد میرے روضے میں عمارتیں تعمیر ہونے لگیں گی۔ (مناقب جلد ۶ ص ۲۱۷)

(۱۵) حق بحقدار رسید

ابوعلی بن راشد کا بیان ہے کہ امامؑ تک پہونچانے کے لیے میرے پاس کچھ مال آیا، تو آپؑ کا آدمی پہونچا اور قبل اس کے کہ میں اپنے رجسٹر میں دیکھ کر وہ مال اُس کے حوالے کروں، اُس نے خود ایک رجسٹر پیش کر دیا۔ میں نے گھر میں اِدھر اُدھر بہت تلاش کیا، مگر وہ رجسٹر مجھے نہ مل سکا، تاکہ دونوں رجسٹروں سے مقابلہ کر کے تصدیق ہو جائے، تلاشِ بسیار کے بعد مجھے وہ رجسٹر نہ دستیاب ہوا اور میں نے اُس آدمی کو یونہی واپس کر دیا۔

جب آپؑ کا آدمی چلا گیا تو مجھے خیال آیا کہ ذرا سامان کے بنڈلوں میں تو دیکھوں اس میں دیکھا تو وہ رجسٹر مل گیا۔ اب میں نے دونوں کو سامنے رکھ کر مقابلہ کیا تو سرمو فرق نہ پایا، اور مجھے معلوم ہو گیا کہ اس کا مطالبہ صحیح تھا۔ میں نے فہرست کے مطابق وہ مال آپؑ کو پہونچا دیا۔

(بصائر الدرجات ص ۲۴۹)

(۱۶) ــــ علم الاخبار

محمد بن فرج کا بیان ہے کہ حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام نے مجھے خط لکھا کہ اپنے تمام معاملات سے فارغ ہو کر محتاط ہو جاؤ۔

محمد بن فرج کہتا ہے کہ میں نے اپنے سارے معاملات سے تو فراغت حاصل کرلی مگر سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ کے اِس لکھنے کا مطلب کیا ہے۔

ناگاہ ایک شاہی فرستادہ آگیا، اور وہ مجھے مصر سے قید کرکے اور زنجیروں میں جکڑ کرلے گیا، اور میری تمام املاک ضبط کرلی۔

میں آٹھ سال تک قید خانے میں رہا۔ میں ابھی قید خانے ہی میں تھا کہ حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کا ایک دوسرا خط ملا جس میں تحریر تھا کہ غربی جانب قیام نہ کرنا۔

میں نے خط پڑھ کر دل میں کہا کہ آپ مجھے یہ لکھ رہے ہیں، درآنحالیکہ میں مقید ہوں کہیں قیام کرنے کا سوال ہی کیا ہے۔

پھر چند ہی دن کے بعد مجھے قید سے رہائی مل گئی۔ جب عراق واپس ہوا تو آپؑ کی ہدایت کے مطابق بغداد میں قیام نہیں کیا، بلکہ سرمن رائے چلا گیا۔

وہاں سے میں نے آپ کو خط لکھا کہ دعاء فرمائیے، میری ملکیت مجھے واپس دیدی جائے۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا، کچھ دنوں میں تمھاری ملکیت تمھیں مل جائے گی لیکن اگر یہ لوگ تمھیں واپس بھی نہ کریں تو پھر بھی تمھارا کوئی نقصان نہیں۔

علی بن محمد نوفلی کا بیان ہے کہ محمد بن فرج جب عسکر منتقل ہوا تو اس نے آپؑ کو خط لکھا کہ میری ضبط شدہ جائیداد بھی مجھے واپس ملنے کی دعاء کیجیے مگر خط پہونچنے سے پہلے ہی وہ انتقال کر گیا۔ (ارشاد ص۳۱۱، کافی جلد۱ ص۵۰۰)

- اعلام الوریٰ میں بھی محمد بن فرج سے اسی کے مثل روایت ہے
- ابوالقاسم بغدادی نے زرارہ سے روایت کی۔ ایک مرتبہ متوکل کا ارادہ ہوا کہ سلامی کے دن حضرت علی ابن محمدؑ بن رضاؑ علیہ السلام پاپیادہ آئیں۔

اس کے وزیر نے اُسے سمجھایا کہ یہ آپ کے لیے بُرا ہوگا، اور آپ بدنام ہو جائیں گے اُس نے کہا کہ کچھ بھی ہو یہ تو کرنا ہی ہے۔

وزیر نے کہا، اگر یہ امر انتہائی ضروری ہے تو پھر آپ یہ حکم جاری کریں کہ سارے سردار و اشراف بھی پاپیادہ آئیں، تاکہ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ آپ کا یہ حکم صرف علی ابن محمدؑ بن رضاؑ ہی

کے لیے ہے کسی اور کے لیے نہیں۔

اُس نے ایسا ہی کیا اور حضرت امام علی النقی علیہ السلام مجبوراً پا پیادہ چلے۔ سخت گرمی کا زمانہ تھا، دہلیز تک پہونچتے پہونچتے آپؑ پسینہ میں تر ہو گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے فوراً بڑھ کر آپؑ کو ڈیوڑھی ہی میں بٹھالیا، رومال سے آپ کے چہرے کا پسینہ صاف کیا، اور عرض کیا کہ آپؑ کے ابنِ عم کا مقصد ہی یہ تھا کہ صرف آپؑ کو پا پیادہ چلائے۔

آپؑ نے فرمایا، خاموش ہو رہو۔ "تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ۝ (سورہ ھود آیت ۶۵)

یعنی: (تم لوگ اپنے گھروں میں تین دن تک اور مزے اُڑا لو، یہ وعدہ (وہ) ہے جو جھوٹا نہیں ہوگا۔)

زرارہ کا بیان ہے کہ میرے یہاں ایک شیعہ اُستاد تھا، میں اس سے اکثر مزاح کیا کرتا تھا اور اسے رافضی کہہ کر پکارا کرتا تھا۔

ایک دن جب میں اپنے گھر واپس آیا تو عشاء کا وقت ہو چکا تھا میں نے اُسے آواز دی، اے رافضی! اِدھر آ، میں تجھے ایک بات سُناؤں جو میں نے تیرے امامؑ سے آج ہی سنی ہے۔

اُس نے کہا، تم نے کیا سنا ہے؟

میں نے وہ آیت جو امام علیہ السلام نے پڑھی تھی سُنائی۔

معلّم نے کہا، دیکھ اب میں تجھ سے ایک بات کہتا ہوں، میری بات مان لے۔

میں نے کہا، بتا، کیا کہنا چاہتا ہے؟

معلّم نے کہا، جو کچھ تو نے مجھے بتایا ہے اگر واقعاً حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے یہی فرمایا ہے تو تُو اپنے تحفّظ کی فکر کر، اور اپنا مال و اسباب کہیں اور منتقل کر دے، اس لیے کہ متوکل تین دن کے بعد مر جائے گا یا قتل کر دیا جائے گا۔

یہ سن کر مجھے غصہ آگیا، میں نے اُسے گالیاں سنائیں اور اپنے پاس سے نکال دیا۔ مگر تنہائی میں سوچا تو دل نے کہا۔ اس امر میں اگر احتیاطاً اپنا تحفّظ کر لیا جائے تو ہرج ہی کیا ہے۔ اگر کچھ رونما ہوا تو میں محفوظ رہوں گا اور اگر کچھ نہیں ہوا تو اس احتیاط سے میرا کوئی نقصان بھی نہیں۔

یہ سوچ کر میں نے سواری لی اور متوکل کے گھر گیا، اور وہاں جو کچھ میرا سامان رکھا ہوا تھا سب اُٹھا لایا، پھر وہ اور اپنے گھر کا سارا سامان اپنے قابلِ اعتماد لوگوں کے پاس بھجوا دیا، صرف ایک چٹائی اپنے لیٹنے بیٹھنے کے لیے رہنے دی۔

ادھر تیسرا دن ختم ہوا کہ چوتھی رات کو متوکل قتل ہوگیا اور اس طرح میں اور میرا سامان محفوظ رہا۔ پھر میں شیعہ ہوگیا۔ اور امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ ہی کی خدمت میں رہنے لگا۔ اور آپؑ سے اپنے لیے دعا کی درخواست کی، پھر میں پوری طرح آپؑ کا موالی و دوستدار بن گیا۔ (ممتاز الخرائج والجرائح)

امامؑ کا ایک اور اعجاز

ابو محمد بصری نے ابراہیم بن محمد کے کاتب ابو العباس سے روایت کی ہے کہ ہم لوگوں کے درمیان حضرت ابوالحسن علیہ السلام کا ذکر آیا تو ابو العباس نے کہا: اے ابو محمد! ہمیں اس امر امامت سے کوئی دلچسپی نہ تھی، بلکہ میں اپنے بھائی نیز جو لوگ امر امامت کے قائل تھے ان پر شدید نکتہ چینی کیا کرتا، اور انھیں برا بھلا کہتا تھا، یہاں تک کہ میں اس وفد کے ساتھ مدینہ گیا جو متوکل نے مدینہ سے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کو لانے کے لیے بھیجا تھا۔

ہم انھیں مدینہ سے لیکر نکلے اور راستہ طے کرتے ہوئے ایک منزل طے کرلی۔ موسم شدید گرمی کا تھا۔ ہم نے آپؑ سے درخواست کی کہ حکم ہو تو یہیں منزل کریں؟

آپؑ نے فرمایا، نہیں۔

مجبوراً ہم بغیر کچھ کھائے اور پیے آگے بڑھ گئے۔ غرض جب گرمی زیادہ سخت ہوئی تو بھوک پیاس بھی بڑھی۔ جس مقام پر ہم لوگ تھے وہ بالکل بے آب و گیاہ تھا، نہ وہاں کوئی درخت تھا کہ جس کے سائے میں کچھ دیر آرام کرلیں اور نہ پانی تھا کہ جس سے پیاس ہی بجھالیں۔ اب ہم نے آپؑ کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ آپؑ نے ہماری ضروریات کو محسوس کیا اور فرمایا:

کیا بات ہے، کیا بھوک پیاس کی شدت سے پریشان ہو؟

ہم نے عرض کیا، جی ہاں، بخدا، آقا، ہم بھوکے پیاسے بھی ہیں اور بالکل تھک چکے ہیں آگے بڑھنے کا یارا نہیں رہا۔

آپؑ نے فرمایا، پھر یہیں دم لیلو اور کچھ کھا پی لو۔

یہ سن کر ہمیں بڑی حیرت ہوئی؛ اس لیے کہ ہم بالکل بے آب و گیاہ صحرا میں تھے کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں آرام کیا جائے۔ نہ پانی تھا، نہ کوئی سایہ دار درخت۔

آپؑ نے فرمایا، کیا سوچ رہے ہو؟ یہاں اتر کر آرام کیوں نہیں کرلیتے۔؟

یہ سن کر میں اونٹوں کی قطار کی طرف بڑھا، انھیں بٹھایا۔ اور اب جو پلٹ کر دیکھا

تو وہاں دو بہت بڑے اور گھنے سایہ دار درخت موجود تھے جن کے سایہ میں سیکڑوں آدمی آرام کر لیں۔ دوسری جانب نظر اٹھائی تو دیکھا کہ وہاں ایک انتہائی شیریں اور ٹھنڈے پانی کا چشمہ اُبل رہا ہے۔

چنانچہ ہم لوگوں نے وہاں خوب کھایا، پیا اور آرام کیا۔ ہم میں بعض ایسے بھی تھے جو اس سے قبل بھی یہاں سے گذرے تھے مگر یہاں نہ کوئی درخت دیکھا تھا نہ چشمہ۔ یہ تمام چیزیں دیکھ کر اس وقت دل کی عجیب کیفیت ہوئی۔ ہم آپؑ کو معنی خیز اور پُر عظمت نظروں سے دیکھنے لگے۔ آپؑ نے بھی ہمیں دیکھا اور مسکرا کر منھ پھیر لیا۔

میں نے اپنے دل میں کہا، خدا کی قسم میں یہاں پر کوئی چیز نشاندہی کے لیے ضرور چھوڑوں گا۔ اس ارادے سے میں درخت کے پیچھے گیا اور وہاں اپنی ایک تلوار دفن کر دی، اس پر دو پتھر رکھ دیے۔ پھر نماز کی تیاری کی۔

حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا، آپ لوگ آرام کر چکے ہیں اب کیا ارادہ ہے

ہم نے عرض کیا، جی ہاں، اب ہم تیار ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا، بسم اللہ! کوچ کی تیاری کرو۔

ہم لوگ آپؑ کے حکم کے منتظر تھے، روانہ ہو گئے۔ جب ایک ساعت سفر کر چکے تو میں لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ طور پر واپس اسی جگہ پلٹ آیا۔ اپنی دفن شدہ تلوار نکالی اس جگہ ساری نشانیاں موجود تھیں لیکن وہاں پر نہ وہ درخت تھے اور نہ چشمہ۔

یہ دیکھ کر مجھے اور بھی تعجب ہوا، میں نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور اللہ سے دعا کی، کہ، پروردگارا! تو مجھے امام علیہ السلام کی محبت اور ایمان کے سرمائے سے سرفراز فرما اور جیتے جی اس پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرما۔

اس کے بعد میں جلدی جلدی اپنے قافلے سے ملحق ہو گیا۔

مجھے دیکھ کر حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا اے ابوالعباس! تم نے اطمینان کر لیا؟

میں نے عرض کیا، آقای! جی ہاں، پہلے تو مجھے کچھ شک تھا مگر اب تو میں دنیا اور آخرت میں سب سے زیادہ غنی ہوں۔

آپؑ نے فرمایا، مگر ایسے لوگ چند ہی ہیں جن کی تعداد مقرر ہے، نہ ان میں ایک کا اضافہ ہو سکتا ہے اور نہ کمی کی جا سکتی ہے، ان میں سے ایک تم بھی ہو۔ (الخرائج والجرائح)

• حسین بن علی سے روایت ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں

ایک شخص ڈرتا، کانپتا ہوا آیا اور بولا: آپ لوگوں کی محبت کے جرم میں میرا لڑکا پکڑ لیا گیا، اور آج شب اس کو فلاں پہاڑی کے اوپر لیجا کر نیچے پھینکدیں گے اور جب وہ مر جائے گا تو اسی پہاڑی کے نیچے دفن کر دیں گے۔

آپؑ نے فرمایا، پھر تم کیا چاہتے ہو؟

اس نے عرض کیا، وہی جو ماں باپ چاہتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، جا فکر نہ کر تیرا لڑکا کل واپس آجائے گا۔

دوسرے دن صبح کے وقت اُس کا لڑکا گھر واپس آگیا۔

باپ نے پوچھا، بیٹے! تجھ پر کیا گزری؟

اُس نے کہا۔ دشمنوں نے قبر کھود لی تھی، میرے ہاتھوں پاؤں باندھ دیے تھے اور مجھے پہاڑی کے اوپر سے پھینکنے ہی والے تھے کہ ایک طرف سے دس پاک و طیب ہستیاں نمودار ہوئیں اور مجھ سے پوچھا۔

اے لڑکے! تو کیوں روتا ہے؟

میں نے اُن سے تمام روداد بیان کر دی۔

اُنھوں نے کہا، اگر تو یہاں سے چھوٹ جائے تو روضۂ نبوی پر زیارت کو جائے گا؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں ضرور حاضری دوں گا۔

اُنھوں نے، اُس حاجب و نگراں کو جو میرے درپئے آزار تھا پکڑ کر پہاڑی سے ایسا پھینکا کہ اُس کے چیخنے، چلّانے کی آواز بھی کسی نے نہ سنی۔ پھر وہ لوگ مجھے آپ کے پاس لے آئے اور وہ باہر کھڑے ہوئے میرا انتظار کر رہے ہیں۔

یہ کہہ کر وہ لڑکا باپ سے رخصت ہوا اور چلا گیا۔ اُس کا باپ امام علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور سارا قصہ بیان کیا۔ آپؑ اُس کی بات سنتے جاتے اور مسکراتے جاتے تھے اور فرماتے کہ وہ لوگ وہ باتیں نہیں جانتے جنھیں ہم جانتے ہیں۔ (مناقب جلد ۴ صفحہ ۴۱۶)

• کتاب دلائل حمیری میں حسن بن علی وشّاء سے روایت ہے کہ حضرت امام ابوالحسن رضا کی کنیز ام محمد جو مقامِ حیر میں حسن بن موسیٰ کے ساتھ رہتی تھی، نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ اپنی کمسنی میں حضرت امام علی النقی علیہ السلام آئے اور اُم ابیہا بنت موسیٰ کی آغوش میں بیٹھ گئے۔

اُنھوں نے پوچھا کیا بات ہے؟

آپؑ نے فرمایا، بخدا، ابھی ابھی میرے پدر بزرگوار نے وفات پائی۔

اُنھوں نے کہا، نہیں نہیں ایسی بات منہ سے نہیں نکالا کرتے۔

آپؑ نے فرمایا، میں نے جو کہا ہے وہ سچ ہے۔
ہم لوگوں نے اُسی دن خط بھیجا تو بات سچی تھی، اُسی روز حضرت ابوجعفرؑ نے وفات پائی تھی۔

• متوکل نے عتاب بن ابی غناب کو مدینہ بھیجا، تاکہ وہ علیؑ بن محمدؑ یعنی حضرت امام علی النقی علیہ السلام کو لیکر سرمن رائے آئے۔ شیعوں میں چرچا تھا کہ حضرت امام علی النقیؑ علم غیب کے عالم ہیں۔ مگر عتاب کے دل میں کچھ شک تھا۔ جب مدینہ سے چلے تو آپؑ نے بیادہ (برساتی) پہن لیا، حالانکہ اُس وقت آسمان ابر سے بالکل صاف وشفاف تھا، مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد ابر چھا گیا اور بارش ہونے لگی۔

عتاب نے کہا، یہ (آپؑ کے علم غیب کی) پہلی نشانی ہے۔
جب آپؑ شطِ قاطول پر پہونچے تو دیکھا کہ عتاب کچھ فکرمند سا ہے۔
آپؑ نے فرمایا، اے ابواحمد! کیا بات ہے؟
اُس نے کہا، میں نے اپنی حاجات امیرالمومنین سے طلب کی ہیں (دیکھیں کیا ہوتا ہے)
آپؑ نے فرمایا، تیری تمام حاجات پوری ہوں گی (فکر نہ کر)
تھوڑی دیر کے بعد آدمی پہونچا، اُس نے خوشخبری دی کہ:
اے عتاب! تیری ساری حاجتیں پوری ہوگئیں۔
عتاب نے آپؑ سے عرض کیا کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ آپؑ علم غیب کے حامل ہیں، اس کی دونشانیاں تو میرے سامنے ظاہر ہوگئیں۔ (مناقب جلد ۴ صـ ۴۱۳)

(۱۷) ـــ علمِ مافی الضمیر

محمد بن حسین بن مصعب مدائینی نے ایک مرتبہ آپؑ کو خط لکھا اور شیشہ پر سجدہ کرنے کے متعلق دریافت کیا۔ اُس کا بیان ہے، جب میں خط لکھ چکا تو دل نے کہا، یہ بھی تو زمین ہی کی پیداوار ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ جو چیز زمین سے پیدا ہو، اُس پر سجدہ جائز ہے۔

آپؑ نے میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا، شیشہ پر سجدہ نہ کرو۔ اگرچہ تمہارا دل یہ کہتا ہے کہ یہ زمین ہی کی پیداوار ہے، مگر یہ ریت اور نمک ہے اور نمک شورہ ہے (کشف الغمہ صـ ۲۵۴)

• علی بن محمد نوفلی سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی النقی علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: آپؑ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کے اسمِ اعظم تہتر ۷۳ ہیں

جن میں سے صرف ایک اسم آصف بن برخیا کو معلوم تھا، انھوں نے وہ اسمِ اعظم پڑھا، زمین وہاں سے ملکِ سبا تک شگافتہ ہوتی چلی گئی اور تختِ بلقیس چشم زدن میں حضرت سلیمانؑ کے سامنے حاضر ہوگیا، اور ہمارے پاس بہتر ۷۲ اسمِ اعظم الہٰی ہیں، صرف ایک اسمِ اعظم وہ (اللہ تعالیٰ) اپنے علم غیب میں رکھے ہوئے ہے۔ (مناقب جلد ۴ ص ۴۰۶)

• محمد بن فضل بغدادی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت الوالحسنؑ کو خط لکھا، کہ میرے پاس دو عدد دکانیں ہیں جو میرے والد میرے لیے چھوڑ گئے تھے، میں ان دونوں کو فروخت کرنا چاہتا ہوں، مگر اُس کی فروخت مشکل نظر آرہی ہے، آپؑ اللہ سے دعا فرمائیں کہ وہ آسانی کے ساتھ مناسب قیمت پر فروخت ہوجائیں اور ان کی فروخت میں ہمارے لیے بھلائی ہو، مگر آپؑ نے ان دونوں دکانوں کے متعلق کوئی جواب نہ دیا۔ اب جب ہم لوگ بغداد واپس آئے تو دیکھا کہ وہ دونوں دکانیں بہت پہلے جل چکی تھیں۔

(۱۸) = علم ما فی الارحام

ایوب بن نوح کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام الوالحسن علیہ السلام کو عریضہ بھیجا کہ میرے یہاں ولادت ہونے والی ہے، دعا فرمائیں کہ فرزند نرینہ پیدا ہو۔

آپؑ نے جواب تحریر فرمایا، جب لڑکا پیدا ہو تو اُس کا محمدؐ رکھنا۔

اُس کا بیان ہے کہ لڑکا پیدا ہوا تو میں نے اس کا نام محمدؐ رکھا۔

راوی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن زکریا کے وہاں ولادت ہونے والی تھی۔

اُس نے آپؑ کو خط لکھا کہ، ہمارے یہاں ولادت ہونے والی ہے۔ دعا فرمائیے، اللہ، فرزند نرینہ عطا فرمائے۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا، کچھ لڑکیاں، لڑکوں سے بھی اچھی ہوتی ہیں چنانچہ اُس کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی۔

• ایوب بن نوح کا بیان ہے کہ میں نے حضرت الوالحسن علیہ السلام کو خط میں تحریر کیا کہ جعفر بن عبدالواحد، قاضیٔ کوفہ مجھے بہت ستاتا ہے طرح طرح کی اذیتیں پہونچاتا ہے۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا، برداشت کرلو۔ دو ماہ بعد تم کو اس سے نجات مل جائے گی۔ بالآخر دو ہی مہینہ میں وہ کوفہ سے معزول کردیا گیا اور مجھے اس کے ظلم سے نجات مل گئی (کشف الغمہ ص ۲۴۷)

(۱۹) علمِ منایا (موت کا علم)

کتاب الواحدہ میں حسن بن جمہور عمی سے
روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں ابوالحسین سعید بن سہل بصری المعروف بہ ملاح کے ہمراہ سُرَّ مَن رائے میں تھا۔ وہ واقفی تھے اور اُن کے ساتھ جعفر بن قاسم ہاشمی بھی تھے۔ اتفاقاً راستے میں حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام نے ان کو دیکھ لیا۔
آپؑ نے ارشاد فرمایا: یہ غفلت کی نیند کب تک سوتے رہو گے۔ اب وقتِ بیداری آگیا ہے، جاگ جاؤ۔
ملاح نے جعفر سے کہا، جو کچھ علیؑ بن محمدؑ نے مجھ سے کہا وہ تم نے سُنا؟ خدا کی قسم اُنھوں نے میرے دل میں بیداری کی روح پھونک دی۔

- کچھ دن بعد خلیفہ کے کسی لڑکے کے ولیمے میں مجھے بھی مدعو کیا گیا اور حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام بھی مدعو تھے۔ ہم لوگ پہونچے تو آپؑ کو دیکھ کر تعظیماً سب خاموش ہو گئے مگر ایک نوجوان نے آپؑ کا احترام نہ کیا، بلکہ مسلسل محوِ گفتگو رہا۔ اور ہنستا رہا۔

آپؑ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، تم یہ قہقہے لگا رہے ہو اور ذکر اللہ کو بھولے ہوئے ہو حالانکہ آج سے تین دن بعد تمھارا شمار اہلِ قبور میں ہوگا۔
ہم نے کہا، دیکھیں گے تین دن کے بعد کیا ہوتا ہے۔ یہ بھی آپؑ کی امامت کی ایک واضح و روشن دلیل ہوگی۔
راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ نوجوان خاموش ہو گیا، ہم لوگوں نے ماحضر میں شرکت کی، کھانے سے فارغ ہو کر چلے آئے۔ پھر دوسرے ہی دن وہ نوجوان بیمار ہوا اور تیسرے ہی دن صبح کو مر گیا۔ اور شام کو اہلِ قبور سے جا ملا۔ (اعلام الوریٰ ص ۲۴۶)

- سعید بن سہل سے یہ روایت بھی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ بعض اہلِ سرمن رائے کے یہاں ولیمے میں جمع تھے۔ حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام ہمارے ساتھ تھے۔ مجمع آپؑ کی وجہ سے باادب ہو گیا اور آپؑ کا احترام کیا ماسوا ایک شخص کے، جس نے قطعاً آپؑ کی عظمت کا لحاظ نہ کیا اور برابر ہنسی مذاق میں مشغول رہا۔

آپؑ نے اس مُغفّل و بدلحاظ کو دیکھا اور جعفر سے فرمایا: یہ شخص یہاں کھانا نہیں کھا سکے گا۔ تھوڑی ہی دیر میں اس کے گھر سے ایک غمناک خبر آئے گی اور یہ شخص ساری گپ شپ اور ہنسی مذاق بھول جائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ اتنے میں دسترخوان بچھا دیا گیا اور چُن دیا گیا۔
جعفر نے کہا، اب اس کے کھانا کھانے میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ آپؑ کی بات جھوٹی ثابت ہو جائے گی۔
مگر بخدا، اِدھر اُس نے ہاتھ دھو کر کھانے کی طرف بڑھایا، اُدھر اُس کے غلام نے آکر خبر دی کہ جلدی چلیے، آپ کی والدہ بامِ خانہ سے نیچے گر کر مر گئیں۔
جعفر نے کہا، خدا کی قسم، اب اس واقعے کے بعد تو میں توقّف نہ کروں گا اور آپؑ کی امامت کا معترف ہو جاؤں گا۔ اور آپؑ ہی کے حلقۂ اثر اور محبّوں میں شامل ہو جاؤں گا۔
(اعلام الورٰی ص ۳۴۷)

- مناقب میں بھی سعید بن سہل سے اسی کے مثل روایت مرقوم ہے۔
(مناقب جلد ۴ ص ۴۱۴ و ص ۴۱۵)

- مشارق الانوار میں محمد بن داؤد اور محمد طلحی، دونوں سے روایت ہے کہ قم اور اس کے اطراف سے جو مالِ خمس، نذر، تحفے و جواہرات وغیرہ جمع ہوئے تھے وہ ہم لوگوں نے ایک اونٹ پر بار کیے اور انھیں اپنے آقا و سید حضرت ابوالحسن ہادی (امام علی النقی علیہ السلام) کی خدمت میں پہونچانے کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں آپؑ کا آدمی ملا۔
اُس نے کہا، اسے لیکر واپس جاؤ یہ وقت ان سب چیزوں کے وصول کرنے کا نہیں ہے
ہم لوگ مجبوراً قم واپس ہوئے اور ساری چیزیں احتیاط سے رکھ دیں۔ چند دنوں کے بعد آپؑ کا حکم آیا کہ میں نے تمھارے پاس ایک اونٹ بھیجا ہے اس پر سارا سامان بار کر کے چھوڑ دو۔
راوی کا بیان ہے کہ ہم نے حکمِ امامؑ کے بموجب تمام سامان اس اونٹ پر بار کیا اور اسے خدا کے سپرد کر کے وہاں سے ہنکا دیا۔
اس کے بعد جب ہم آپؑ کی زیارت کے لیے آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے
آپؑ نے فرمایا، دیکھو! تمھارا بھیجا ہوا تمام مال ہمارے پاس بحفاظت پہونچ گیا:
پھر آپؑ نے ہمیں وہ مال دکھایا، تو ہم نے پہچان کر اعتراف کر لیا کہ یہی وہ مال تھا جو ہم نے آپؑ کے فرستادہ اونٹ پر بار کیا تھا۔

- اہلِ نہرین کے ایک بزرگ حسن بن اسماعیل کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم اور ہمارا ایک رشتہ دار دونوں کوئی شے لیکر حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ میرے گاؤں کے ایک شخص نے ایک پرچہ دیا اور آپؑ تک پہونچانے کے لیے کچھ تحائف دیے نیز کہا، کہ مولا کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دینا اور دریافت کرنا کہ فلاں چڑیا جو جھاڑیوں میں رہتی ہے ہم

کے انڈوں کا کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

جب ہم آپؑ کے بیت الشرف پر پہونچے تو سارا سامان ایک کنیز کے حوالے کر دیا، اتنے میں خلیفۂ وقت کا آدمی آگیا۔ آپؑ سواری پر سوار ہونے کے لیے چلے گئے۔ اور ہم واپس ہوئے۔ آپؑ سے کوئی مسئلہ بھی نہ پوچھ سکے۔ جب ہم لوگ شاہراہ پر پہونچے تو حضرت ابوالحسن علیہ السلام اپنی سواری پر سوار ہوکر ہمارے پاس پہونچے اور میرے ایک ہمسفر سے نبطی زبان میں فرمایا :

اُس شخص کو بھی میرا سلام پہونچانا اور کہنا کہ فلاں چڑیا کا انڈا نہ کھانا وہ مسوخات میں سے ہے۔

• روایت ہے کہ اہلِ مدائن میں سے ایک شخص نے آپؑ کو خط لکھا اور دریافت کیا کہ : متوکل کی حکومت اب کتنے دنوں تک باقی رہے گی۔ ؟

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ○ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ○ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ۧ (سورہ یوسف ۴۷۔۴۸۔۴۹)

ترجمہ۔ اس نے کہا ، (یوسفؑ نے کہا) کہ تم لوگ سات برس تک متواتر کاشت کرتے رہو گے۔ اس (مدت) کے دوران جو فصل تم کاٹو گے اُسے بالیوں میں ہی رہنے دینا سوائے تھوڑی سی (فصل) کے جسے تم خود کھا سکو۔ پھر اس کے بعد سات برس بڑے سخت (قحط سالی کے) آئیں گے، کہ جو کچھ اُن (سالوں) کے لیے تم نے جمع کر رکھا ہوگا، سب کھا یا جائے گا، سوائے قدرے قلیل کے جو تم (بیج کیلئے) بچا سکو گے۔ پھر اس کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں لوگوں کے لیے خوب بارشیں ہوں گی جس میں وہ (پھلوں کا) رس خوب نچوڑیں گے۔)

چنانچہ پندرہویں دن کی ابتداء ہی میں متوکل قتل کر دیا گیا۔

• احمد بن یحییٰ الاودی کا بیان ہے کہ میں ایک مسجدِ جامع میں نمازِ ظہر ادا کرنے گیا۔ جب نماز پڑھ چکا تو دیکھا کہ حرب بن حسن طحان اور ہمارے اصحاب کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی ہے میں اُن کی طرف بڑھا، اُن کو سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ اس مجمع میں حسن بن سماعہ بھی تھا وہاں پر حسن بن علی کا تذکرہ ہوا اور یہ کہ اُن پر کیا گذری۔ اس کے بعد زید بن علی کا ذکر آیا، کہ ان پر کیا گذری۔ اسی مجمع میں ایک اجنبی شخص بھی تھا جسے ہم پہچانتے نہ تھے، اُس نے کہا : اے قوم ! ہمارے یہاں

سر من رائے میں ایک مردِ علوی ہے جو مدینہ کا رہنے والا ہے وہ یا تو ساحر ہے یا کاہن ہے۔

ابنِ سماعہ نے کہا، یہ تم کس کا ذکر کرتے ہو؟

اُس نے کہا، یہ علیؑ بن محمدؑ بن رضاؑ کا ذکر ہے۔

لوگوں نے پوچھا، تجھے کیسے معلوم ہوا کہ وہ ساحر یا کاہن ہیں۔؟

اُس نے کہا، سنو! ایک مرتبہ ہم چند لوگ اُن کے دروازے پر اُن کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، وہ سر من رائے میں ہمارے پڑوسی تھے اُن کے پاس عموماً عشاء کے وقت بیٹھا کرتے اور اُن سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ہم بیٹھے ہوئے مصروفِ گفتگو تھے کہ اُدھر سے بادشاہ کی محلسرا کا ایک افسر گذرا اس کے ساتھ اور بھی بہت سے سردار اور نوکر چاکر تھے۔

جب علیؑ بن محمدؑ نے اس کو آتے ہوئے دیکھا تو اُس کی طرف بڑھے، اُسے سلام کیا، اور اس کا اکرام کیا۔

جب وہ چلا گیا، تو بولے: یہ اِس وقت تو اپنے جاہ و حشم کو دیکھ کر بہت خوش ہے مگر کل ہی نماز سے پہلے دفن ہو جائے گا۔

یہ سن کر ہمیں بڑا تعجب ہوا، اُن کے پاس سے اُٹھ کر ہم نے کہا، یہ تو علم غیب ہے۔ پھر ہم تین آدمیوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ جو کچھ انھوں نے کہا ہے، اگر اس کے مطابق نہ ہوا تو ہم ان ہی کو قتل کر کے ان سے چھٹکارہ حاصل کریں گے۔

الغرض، میں اپنے گھر پر تھا اور ابھی نمازِ صبح سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ شور و غل کی آواز سُنی۔ دروازے پر گیا تو میں نے دیکھا کہ فوجیوں اور دوسرے لوگوں کا مجمع لگا ہوا ہے اور وہ لوگ کہہ رہے ہیں فلاں سردار گذشتہ شب کو شراب کے نشے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جارہا تھا کہ قدم لڑکھڑائے زمین پر گرا، گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا۔

میں نے کہا، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ۔ پھر گھر سے نکلا، تو دیکھا کہ واقعاً ابوالحسنؑ کا کہنا سچ ہو گیا، وہ شخص مرا ہوا پڑا تھا اُسے دفن کر کے اپنے گھر واپس آیا۔

یہ واقعہ سن کر ہم سب لوگوں کو تعجب ہوا۔

(رجال نجاشی ص ۳۲)

بارش کا علم علی بن یقطین بن موسیٰ کا بیان ہے کہ میں ایک مردِ معتزلی تھا میرے پاس حضرت ابوالحسن علیؑ بن محمدؑ کے واقعات پہونچتے تھے اور میں ہمیشہ اُن کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک مرتبہ مجھے خلیفہ سے ملنے کے لیے سر من رائے جانا پڑا۔ جب خلیفہ

کے اجلاسِ عام کا دن آیا تو حکم ہوا کہ سب لوگ میدان میں چلیں۔

دوسرے دن سب لوگ اپنی اپنی سواریوں پر چلے۔ گرمی کے باریک کپڑے پہنے ہوئے ہر ایک کے ہاتھ میں پنکھا تھا۔ اور حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے جاڑے کا لباس پہن رکھا تھا، لبادہ اور برساتی تھی اور اپنے گھوڑے کی دُم بھی باندھ رکھی تھی جسے دیکھ کر لوگ ہنس رہے تھے آپؑ نے فرمایا : اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۚ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ○

(سورۂ ھود آیت ۸۱)

ترجمہ: " بیشک اُن کے طے شدہ وعدۂ (عذاب) کا وقت صبح (سویرے) ہے۔ کیا صبح کا وقت قریب نہیں ہے۔"

جب سب لوگ صحرا میں پہونچے اور شہر کی حدود سے نکل گئے تو ایک طرف سے بادل اُٹھا اور ہر طرف گھنگھور گھٹا چھا گئی موسلا دھار بارش شروع ہو گئی، سواریوں کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنسنے لگے، گھوڑوں کی حرکت کی وجہ سے اُن کے سوار کیچڑ میں لت پت ہو گئے تو سب لوگ بُرے حالوں واپس ہوئے مگر حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو کوئی زحمت نہ اٹھانی پڑی۔

میں نے کہا، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس راز سے قبل از وقت آگاہ فرما دیا تھا، یقیناً آپؑ ہی اللہ کی طرف سے ہم سب پر حجّت ہیں۔

اس کے بعد آپؑ ایک سائبان میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ برساتی اُتار کر تین تہہ کر کے زین پر رکھ کر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا :

اگر یہ حلال جانور کے چمڑے کی بنی ہوئی ہو تو نماز اس میں جائز ہے اور اگر حرام جانور کے چمڑے کی بنی ہوئی ہو تو اس میں نماز پڑھنا ناجائز ہے۔

میں نے عرض کیا، آپؑ نے سچ فرمایا۔

پھر میں آپؑ کے فضل و شرف کا قائل ہو کر آپؑ کے دامن سے وابستہ ہو گیا۔

(۲۰) علم منایا

خیران اسباطی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ مدینہ میں حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپؑ نے پوچھا، واثق کیسا ہے ؟

میں نے کہا ٹھیک ہے۔

آپؑ نے فرمایا، جعفر کا کیا حال ہے ؟
میں نے عرض کیا، جب میں چلا تھا تو وہ قید خانے میں بُرے حال میں تھے۔
آپؑ نے دریافت فرمایا، اور ابن زیات کس حال میں ہے ؟
میں نے عرض کیا، وہ بھی اپنے کام دھام میں لگا ہوا ہے۔ میں دس دن پہلے وہاں سے چلا تھا۔
آپؑ نے فرمایا، اچھا سنو! واثق مر گیا ہے اور اُس کی جگہ متوکل جعفر بیٹھ گیا ہے۔ اور ابن زیات قتل ہو چکا ہے۔
میں نے عرض کیا، یہ سب کب ہو گیا ؟
آپؑ نے فرمایا، تمھارے وہاں سے چلنے کے چھ روز بعد۔
پھر ان سب باتوں کی تصدیق ہو گئی! جو آپؑ نے فرمائی تھیں۔

(ارشاد صـ ۲۰۹ ۔ مناقب جلد ۴ صـ ۴۱۱ ، کافی جلد ۱ صـ ۴۹۸)

• علی بن جعفر سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام ابوالحسن علی نقی علیہ السلام سے پوچھا ہم میں سب سے زیادہ دین سے محبت کرنے والا کون ہے ؟
آپؑ نے ارشاد فرمایا، جو اپنے امام سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہو۔
یہ ایک طویل حدیث ہے جس میں آگے بڑھ کر آپؑ نے فرمایا!
" اے علی، سنو! متوکل مدینہ کے درمیان ایک مکان کی تعمیر کر رہا ہے، مگر وہ اس کو مکمّل نہ کر سکے گا، اور دورانِ تعمیر ترکی کے ایک فرعون کے ہاتھوں قتل کر دیا جائے گا۔"

(۲۱) زیرِ مصلّٰی جوابِ مسئلہ

محمد بن فرج سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ حضرت علی بن محمدؑ علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جب کبھی تم کو کوئی مسئلہ پوچھنا ہو، تو ایک کاغذ پر لکھو اور اس کو اپنے مصلّے کے نیچے رکھ دو کچھ دیر بعد اس کو اُٹھاؤ اور دیکھو، تمھیں تمھارے سوال کا جواب مل جائے گا۔
راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا اور اس پر مسئلے کا جواب لکھا ہوا پایا:

(الخرائج والجرائح)

• ابو یعقوب سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کو احمد بن خصیب (متوکل کا سردارِ فوج) اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا، لیکن آپؑ آگے نہ بڑھے، تو

ابنِ خصیب نے اصرار کیا۔

آپؑ نے فرمایا، نہیں تم مقدم ہو۔

اس بات کو کہے ہوئے ابھی چار دن ہوئے تھے کہ اُس کے پاؤں میں رسّی پڑ گئی اور وہ قتل کر دیا گیا۔ (اعلام الوریٰ ص ۳۴۳)

• اس سے قبل ابن خصیب نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام پر بڑا دباؤ ڈالا تھا کہ جس گھر میں آپؑ رہتے ہیں وہ مجھے دیدیں اور آپؑ وہاں سے کہیں اور منتقل ہو جائیں۔

حضرت ابوالحسن علی النقی علیہ السلام نے فرمایا، اچھا اس گھر کے ساتھ اللہ تجھے ایسا بٹھائے گا کہ اُٹھ نہ سکے گا۔

چنانچہ ان ہی ایّام میں اللہ نے اس کی ایسی گرفت کی کہ وہ قتل ہو گیا۔

(مختار الخرائج والجرائح ص ۲۳۸)

• اعلام الوریٰ اور کتاب الارشاد میں بھی ابی یعقوب سے اسی قسم مثل روایت ہے۔

(اعلام الوریٰ ص ۳۴۲ الارشاد ص ۳۱۱)

(۲۲) دعائے قبول حاجات

منصدی نے اپنے باپ کے چچا سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک دن میں امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا: مولا، اُس شخص نے مجھے بالکل مجبور کر دیا ہے، روزی کے سارے ذرائع منقطع کر دیے ہیں اور یہ سب آپؑ کے دامن سے متمسک ہونے کی وجہ سے ہے۔

آپؑ نے فرمایا، فکر نہ کرو، انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔

یہ تو دن کا واقعہ تھا، لیکن جب شب نمودار ہو کر پھیل گئی تو متوکّل کے فرستادہ نے میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا، اور اُس کے پیچھے دوسرا فرستادہ بھی آ پہونچا، میں باہر نکلا تو دیکھا کہ فتح بن خاقان دروازے پر کھڑا ہے۔

اس نے کہا کہ اس رات کی تاریکی میں میں تمہارے گھر کبھی نہ آتا مگر اس شخص نے تاکید کی، کہ ابھی جاؤ اور اسے بُلا لاؤ۔

میں گیا تو دیکھا کہ متوکل اپنے بستر پر دراز ہے۔

اُس نے مجھے دیکھتے ہی کہا، اے ابوموسیٰ! ہمیں تمہارا خیال ہی نہ رہا، بالکل ہی ذہن سے محو ہو گئے، یہ بتاؤ کہ ہمارے ذمّہ تمہارا کیا باقی ہے۔؟

میں نے کہا، فلاں اُجرت اور فلاں روزینہ، فلاں چیز اور فلاں چیز وغیرہ وغیرہ۔
میں نے سب بیان کر دیا۔
اُس نے حکم دیا کہ ابھی ابھی اِس کو سب کچھ جو ہم پر واجب الادا ہے دیدیا جائے، بلکہ اصل اُجرت وغیرہ سے دوگنا دیا جائے۔
میں نے فتح سے پوچھا، آخر کیا بات ہے اس قدر کرم گستری اور مہربانی کیوں ہو رہی ہے کیا حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے آکر سفارش فرمائی ہے ؟
اُس نے کہا، نہیں۔
میں نے پوچھا، کیا اُن کا کوئی خط آیا تھا۔ ؟
اُس نے کہا، نہیں۔
اب جب میں وہاں سے چلا تو فتح میرے پیچھے پیچھے آیا اور بولا،
مجھے یقین ہے کہ تم نے اُن سے دعا کی درخواست کی ہوگی جس کا نتیجہ تم نے دیکھ لیا۔ اب تم میرے لیے بھی اُن سے دعا کے لیے کہہ دو۔
پھر میں خوشی خوشی حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔
آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا، کیوں، ابو موسیٰ، اب تو خوش ہو ؟
میں نے عرض کیا، آقا یہ آپؑ ہی کی برکت ہے۔ مگر لوگ کہتے ہیں کہ آپؑ نے اُس سے میری سفارش فرمائی یا کوئی خط وغیرہ اُس کے پاس بھیجا، جس کی بنا پر وہ اس قدر مہربان ہوگیا۔
آپؑ نے فرمایا، اللہ خوب جانتا ہے کہ ہم اپنی تمام مہمات میں بس اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کیا کرتے ہیں اور اُسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جب بھی کسی چیز کا سوال کرتے ہیں تو وہ اسے قبول فرما لیتا ہے اور جب کسی مصیبت کو دور کرنے کے لیے عرض پرداز ہوتے ہیں تو وہ اُس کو ٹال دیتا ہے۔
میں نے عرض کیا کہ فتح نے مجھ سے اپنی سفارش کے لیے درخواست کی ہے کہ آپؑ دعا فرمادیں تاکہ مشکل حل ہوجائے۔
آپؑ نے فرمایا، تم اُسے نہیں جانتے، وہ بظاہر ہمارا دوستدار بنتا ہے مگر باطنی طور سے وہ ہم سے کنارہ کش رہتا ہے۔ دعا اُس کے لیے کی جاتی ہے جو اللہ کی اطاعت میں مخلص ہو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہم اہلِ بیت کے حق کا اعتراف کرتا ہو۔ دیکھو! میں نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے وہ دعا قبول فرمالی۔
میں نے عرض کیا، مولا، آپؑ اُن دعاؤں میں سے جو آپؑ کی مخصوص دعا ہے مجھے بھی تعلیم فرمادیں۔

آپؑ نے فرمایا کہ یہ دعاء میں اکثر بوقت حاجات پڑھا کرتا ہوں اور میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعاء کی ہے کہ میرے بعد اگر کوئی مردِ مومن اس دعاء کو میری قبر پر آکر پڑھے تو وہ اپنے مقصد میں ناکام و نامراد واپس نہ ہو: وہ دعاء یہ ہے:

"يَا عُدَّتِي عِنْدَ الْعُدَدِ وَ يَا رَجَائِي وَالْمُعْتَمَدِ وَ يَا كَهْفِي وَ السَّنَدِ وَ يَا وَاحِدُ يَا اَحَدُ يَا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَسْئَلُكَ اللّٰهُمَّ بِحَقِّ مَنْ خَلَقْتَهُ مِنْ خَلْقِكَ وَلَمْ تَجْعَلْ فِي خَلْقِكَ مِثْلَهُمْ اَحَدًا اَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِمْ وَتَفَضَّلْ لِي كَيْتَ وَكَيْتَ."

(۲۳) ـــ استجابتِ دُعاء

ابو الہاشم جعفری نے جو آپؑ کے پدر بزرگوار حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور آپؑ جدِ نامدار حضرت امام علی الرضا علیہ السلام کے بعد آپؑ کی امامت کے قائل تھے، ایک مرتبہ آپؑ سے عرض کیا، مولا، جب آپؑ سے رخصت ہو کر بغداد جاتا ہوں تو شوقِ زیارت بیحد ستاتا ہے۔ آپؑ میرے لیے دعاء فرمائیں، اس لیے کہ کبھی کبھی اتنی استطاعت نہیں ہوتی کہ کشتی سے سفر کروں، اور سوائے اس خچر کے میرے پاس کوئی اور سواری نہیں ہے، یہ بیحد کمزور ہے آپؑ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپؑ کی زیارت کی قوّت عطا فرمائے۔

آپؑ نے فرمایا، اے ابوالہاشم! اللہ تمھیں بھی قوّت عطا فرمائے اور تمھارے خچر کو بھی قوت و طاقت عطا فرمائے۔

راوی کا بیان ہے کہ آپؑ کی دعاء کا یہ اثر ہوا کہ ابوالہاشم صبح کی نماز بغداد میں پڑھ کر اپنے خچر پر سوار ہو کر چلتے تو دوپہر تک سرمن رائے (عسکر) پہونچ جاتے، اور پھر اگر چاہتے تو اُسی روز آپؑ کی زیارت کر کے سرمن رائے سے بغداد واپس آجاتے تھے۔ یہ بھی آپ کی امامت کی دلیل ہے جس کا تجربہ و مشاہدہ ثبوت ہیں۔
(مختار الخرائج والجرائح ص ۲۳۷)

- اعلام الوریٰ میں ابوالہاشم سے اسی کے مثل روایت ہے (اعلام الوریٰ ص ۳۴۴)
- مناقب میں بھی صالحی سے اسی کے مثل روایت ہے۔ (مناقب جلد ۴ ص ۴۰۹)
- یوسف بن سخت کا بیان ہے کہ علی بن جعفر، بغداد کے آس پاس کے ایک قریہ ہمینا کے رہنے والے اور حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے وکیل تھے کسی نے متوکل سے ان کی چغلی لگائی اور اس نے ان کو قید میں ڈال دیا اور بہانہ یہ نکالا کہ یہ عبدالرحمٰن بن خاقان کی طرف سے تین ہزار دینار کا ضامن بنا تھا۔ جب قید کی مدت طویل ہو گئی تو عبید اللہ نے اس کے متعلق متوکل سے

سفارش کی۔

اس نے کہا، اے عبیداللہ! اگر تم پر مجھے پہلے سے کوئی شک ہوتا تو آج یقین کر لیتا کہ تم رافضی ہو۔ تمھیں معلوم نہیں، یہ فلاں کا وکیل ہے میں تو اسے قتل کرنا چاہتا ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ خبر علی بن جعفر کو ملی، اُس نے حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کو خط لکھا: کہ: میرے آقا و سردار! خدا کے لیے میرے متعلق دعا کیجیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ میں شک و ریب میں مبتلا ہو جاؤں۔

آپؑ نے ایک پرچے میں اس کا جواب تحریر فرمایا کہ تم ایسی منزل پر پہونچ گئے ہو جسے میں دیکھ رہا ہوں۔ اچھا میں اللہ سے تمھارے لیے دعا کرتا ہوں۔

یہ شبِ جمعہ کا واقعہ ہے، صبح ہوئی تو متوکل کو بخار آ گیا اور ایسا بڑھا کہ اس کی شدت سے چیخنے چلّانے لگا۔

اُس نے حکم دیا کہ رہائی کے لیے قیدیوں کے نام ہمارے سامنے پیش کیے جائیں۔ ضمناً علی بن جعفر کا بھی ذکر کیا اور عبیداللہ سے کہا کہ تم نے اس کا نام میرے سامنے کیوں نہیں پیش کیا۔

عبیداللہ نے کہا، اب ایسی بات تو تا ابد نہ کروں گا۔

متوکل نے کہا، نہیں، اس کو فوراً رہا کر دو اور اس سے کہو کہ وہ مجھے معاف کر دے۔

پھر علی بن جعفر امام ابوالحسن علیہ السلام کے حکم سے مکہ چلا گیا اور وہاں کا مجاور ہو گیا۔ ادھر متوکل اچھا ہو گیا۔ (رجال کشی ص ۵۰۵)

علی بن جعفر کا بیان ہے کہ جب میرا معاملہ متوکل کے سامنے پیش ہوا تو اُس نے عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان کی طرف رُخ کیا اور بولا:

دیکھو! تم اپنا دل ایسی باتوں میں نہ اُلجھاؤ، تمھارے چچا نے خود مجھے بتایا ہے کہ یہ شخص رافضی اور علیؑ بن محمدؑ کا وکیل ہے۔

پھر اُس نے قسم کھائی کہ اب تو مرنے کے بعد ہی قید خانے سے نکالوں گا۔

جب میں نے یہ سُنا تو اپنے آقا کو خط لکھا کہ میں بہت دل تنگ ہو چکا ہوں اور ڈر ہے کہ کہیں میرے دل میں کجی پیدا نہ ہو جائے۔

آپؑ نے اِس کے جواب میں تحریر فرمایا: اچھا اگر تم اس منزل کو پہونچ گئے ہو تو میں اللہ سے تمھارے لیے دعاء کرتا ہوں۔

پھر اگلا جمعہ بھی نہیں آنے پایا تھا کہ میں قید سے رہا ہو گیا۔ (رجال کشی ص ۵۰۶)

اللہ بہترین کفایت کرنے والا ہے، دشمن ذلیل ہو گیا اور بری طرح مرا، دنیا و آخرت اس کی خراب ہوئیں۔

• علی بن محمد حجالی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں خط ارسال کیا کہ جس وقت میں آپؑ کی خدمت میں حاضر تھا، میرے پاؤں میں ایسی تکلیف ہوئی کہ اب تک رفع نہ ہوسکی اور فی الحال چلنے پھرنے سے بھی عاری ہوں، کھڑا ہونا بھی دشوار ہے اگر مناسب ہو تو میرے لیے دعاءِ صحت فرمائیں تاکہ میں اپنے فرائض ادا کرسکوں اور وہ تقصیریں جو مجھ سے دانستہ یا نادانستہ طور پر سرزد ہوئی ہیں ان کی تلافی ہوسکے اور دعا فرمائیں کہ میں اپنے موجودہ دین پر ثابت قدم رہوں جسے اللہ نے اپنے رسولؐ کے لیے منتخب فرمایا ہے۔

آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا "اللہ نے تیری اور تیرے باپ دونوں کی تکلیف دور کردی۔"

اُس وقت میرے والد بھی بیمار تھے مگر میں نے اُن کی بیماری کے لیے اپنے خط میں کچھ نہ لکھا تھا۔ تاہم آپؑ نے ازخود اُن کے لیے بھی دعاء فرمادی۔ (کشف الغمہ ص ۲۵۱)

(۲۴) آپؑ کی سخاوت

ایک مرتبہ ابوعمرو بن عثمان بن سعید و احمد بن اسحاق اشعری اور علی بن جعفر ہمدانی، حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

احمد بن اسحاق نے عرض کیا کہ میں بےحد مقروض ہوگیا ہوں۔

آپؑ نے اپنے وکیل ابوعمرو بن عثمان سے فرمایا: تیس ہزار درہم ان کو دے دو۔ تیس ہزار درہم علی بن جعفر کو دے دو اور تیس ہزار درہم تم خود لے لو۔

واقعاً اس قسم کی سخاوت کرتے ہوئے اِس زمانہ میں کسی کو نہیں دیکھا گیا۔

(مناقب جلد ۴ ص ۴۰۷)

(۲۵) احیائے موتیٰ

عیون المعجزات میں ہاشم بن زید سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؑ بن محمدؑ علیہ السلام کو دیکھا کہ آپؑ کے پاس گونگے لائے جاتے اور صحتیاب ہوکر واپس جاتے، آپؑ مٹی سے چڑیوں کی شکل کا مجسمہ بناکر اس میں پھونک مارتے، وہ چڑیاں جاندار بن کر اُڑ جایا کرتی تھیں۔

میں نے کہا، آپؑ میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تو کوئی فرق ہی نہیں۔

آپؑ نے فرمایا، فرق کیسے ہوگا، میں اُن میں سے ہوں اور وہ ہم میں سے ہیں۔

● محمد بن سنان رامزی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام حج پر تشریف لے گئے۔ جب مدینہ واپس ہونے لگے تو دیکھا کہ ایک مردِ خراسانی اپنے مرے ہوئے گدھے کے پاس کھڑا ہوا رو رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ ہائے اب میں اپنا سامان کس پر بار کروں گا۔ ؟

آپؑ اُدھر سے گذر رہے تھے تو کسی نے کہا کہ یہ مردِ خراسانی آپ اہلِ بیتؑ کے دوستداروں میں سے ہے۔

یہ سن کر آپؑ اُس مردہ گدھے کے قریب گئے اور فرمایا، بنی اسرائیل کی گائے اللہ کے نزدیک مجھ سے زیادہ محترم تو نہ تھی کہ اس کے بعض عضو سے میت کو مَس کیا گیا اور وہ شخص زندہ ہو گیا۔

پھر آپؑ نے اپنے داہنے پاؤں سے ٹھوکر ماری اور فرمایا قُم بِاِذنِ اللہ (اللہ کی اجازت سے کھڑا ہو)۔

ٹھوکر لگتے ہی اُس مردہ گدھے میں حرکت پیدا ہوئی، اور وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ پھر مردِ خراسانی نے اس پر اپنا سامان بار کیا۔ جب آپؑ مدینہ تشریف لائے تو جس راستے سے گذرتے، لوگ اپنی انگلیوں سے اشارہ کر کے کہتے،

اِنھوں نے خراسانی کے گدھے کو زندہ کیا تھا۔

(۲۶) سال کے چار دن جن میں روزے رکھے جائیں

اسحاق بن عبداللہ علوی عریضی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میرے والد اور چچا کے درمیان اِس امر میں اختلاف تھا کہ سال میں وہ کون سے چار دن ہیں جن میں روزے رکھے جائیں۔ یہ دونوں اِس اختلاف کو دور کرنے کے لیے حضرت ابوالحسن امام علی بن محمدؑ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت سر من رائے جانے سے پہلے مقامِ صریا میں مقیم تھے۔

آپؑ نے دیکھتے ہی فرمایا، تم دونوں یہ پوچھنے آئے ہو کہ سال کے اندر وہ کون سے چار دن ہیں جن میں روزے رکھے جاتے ہیں۔

دونوں نے عرض کیا، جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا، سنو! وہ چار دن یہ ہیں۔ ۱۷ ربیع الاول تاریخِ ولادت جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، (۲) ۲۷ رجب، روزِ بعثت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۳) ۲۵ ذی القعدہ، جس میں زمین بچھائی گئی (۴) ۱۸ ذی الحجہ، یوم غدیر خم جس دن حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کا اعلان کیا گیا۔ (مناقب جلد ۴ ص۱۷۴)

(۲۷) = ایک مومن کے قرض کی ادائیگی

محمد بن طلحہ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت امام علی النقی علیہ السلام بیرونِ سرّ من رائے کسی کام سے تشریف لے گئے۔ اِدھر ایک اعرابی آپؑ کو ڈھونڈتا ہوا بیت الشرف جا پہونچا۔

لوگوں نے اُسے بتایا کہ آپؑ فلاں مقام پر تشریف لے گئے ہیں۔

وہ اعرابی وہاں پہونچ گیا۔

آپؑ نے دریافت فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو؟

اُس نے عرض کیا، میں کوفہ کا باشندہ ہوں اور آپؑ کے جد جناب امیر المومنین علیہ السلام کے دامن سے متمسک ہوں، مجھ پر کافی قرض واجب الادا ہے اور آپؑ کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کے پاس اپنی حاجت لیکر جاؤں۔

آپؑ نے فرمایا، فکر نہ کرو، اور آج یہیں قیام کرو۔

دوسرے دن جب صبح ہوئی تو حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے اس سے فرمایا میری تجھ سے ایک درخواست ہے کہ جیسے میں کہوں ویسے ہی کرنا۔

اس نے کہا، میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپؑ کے حکم کی مخالفت نہ کروں گا۔

آپؑ نے خود اپنے ہاتھ سے ایک دستاویز لکھ کر دی اور اقرار کیا کہ مجھ پر اِس اعرابی کی اتنی رقم واجب الادا ہے۔

اس دستاویز کو دیکر اُس اعرابی سے فرمایا، اسے لیلو اور جب میں سرّ من رائے میں واپس پہونچوں تو میرے پاس آنا، وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں گے، تم اُن ہی کے سامنے اِس مطلوبہ و مکتوبہ رقم کا مجھ سے مطالبہ کرنا اور شدید تقاضا کرنا اور مہلت دینے سے بھی انکار کرنا۔ اور دیکھو! خدا کے لیے اس کے خلاف ہرگز نہ کرنا۔

اُس نے کہا، بہتر ہے میں ایسا ہی کروں گا۔

پھر دستاویز لیکر چلا گیا۔

جب امام علی النقی علیہ السلام سرّ من رائے پہونچے اُس وقت جبکہ آپؑ کے پاس خلیفۂ وقت کے اصحاب اور دیگر لوگ بھی جمع تھے، وہ شخص آیا۔ اُس نے دستاویز نکالی اور اپنی رقم کا مطالبہ کیا۔

آپؑ اس سے نرمی سے بات کرتے، معذرت کرتے اور ادائیگی کا وعدہ فرماتے اور اُس کو بہرصورت راضی کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ لیکن وہ کسی صورت سے راضی نہ ہوتا اور اُس رقم کی فوری ادائیگی کا مطالبہ کرتا رہا۔

چنانچہ یہ خبر بڑی تیزی کے ساتھ متوکل تک پہونچ گئی۔

اس نے حکم دیا کہ امام علی النقی علیہ السلام کو تیس ہزار درہم بھیج دیے جائیں۔

جب یہ رقم آپؑ کے پاس آئی تو آپ نے اسے رکھ لیا، اور جب وہ اعرابی پھر آیا تو آپؑ نے فرمایا، لو یہ سب رقم لے جا کر اپنی ضرورت پوری کرو۔

اعرابی نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! خدا کی قسم میں تو اس رقم کی تہائی کی اُمید لیکر حاضر ہوا تھا۔ واقعاً اللہ جسے چاہے اپنا عہدہ (امامت) سپرد فرمائے۔

یہ کہہ کر اُٹھا اور ساری رقم لیکر رخصت ہو گیا۔ (کشف الغمہ جلد ۳ صفحہ ۲۳۱، ۲۳۰)

(۲۸) تارک التقیہ تارک الصلوٰۃ کے برابر ہے

داؤد ضریر کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ میں نے مکہّ کا ارادہ کیا اور حضرت ابو الحسن امام علی النقی علیہ السلام سے رخصت ہو کر چلا، لیکن جمّال نے اس شب کو چلنے سے انکار کر دیا۔ مجبوراً میں بھی رُک گیا۔ صبح کو پھر قبرِ نبیؐ سے رخصت ہونے کے لیے میں آنحضرتؐ کے روضۂ مبارک پر پہونچا۔ تو امام علیہ السلام نے اپنا آدمی بھیج کر مجھے بلا لیا۔ میں حاضرِ خدمت ہوا مگر شرمندہ تھا۔ میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان! گذشتہ شب جمّال نے چلنے سے انکار کر دیا تھا۔

یہ سن کر آپؑ مسکرائے پھر مجھے آپؑ نے بہت سی اشیاء کے دیے جانے کا حکم دیا۔

اس کے بعد فرمایا: اچھا تم کیسے کہو گے کہ مجھے آپ کی باتیں یاد نہیں رہتیں۔

یہ کہہ کر آپؑ نے تحریر فرمایا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم انشاء اللہ یاد رکھو گے اور تمام اُمور تمہارے اختیار میں ہیں۔

یہ دیکھ کر میں مسکرا دیا۔

آپؑ نے فرمایا، کیوں مسکرا دیے؟

میں نے عرض کیا کچھ نہیں، یوں ہی مسکرا دیا۔

آپؑ نے اصرار فرمایا کہ بتاؤ، کیوں مسکرائے؟

میں نے عرض کیا، مجھے اس وقت ایک حدیث یاد آ گئی جسے میرے اصحاب میں سے کسی نے

بیان کیا ہے کہ جب آپؑ کے جدِ بزرگوار کسی کو کوئی شے دیتے تھے تو یہ تحریر فرمایا کرتے تھے کہ "انشاء اللہ تم اس کو یاد رکھو گے"۔

آپؑ یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا "اے داؤد! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ تارکِ تقیہ ویسا ہی ہے جیسا تارک الصّلوٰۃ تو یہ بات سچ کہوں گا۔

(۲۹) بتائیے محمدؐ میرے جد ہیں یا آپ کے؟

ایک دن حضرت امام علی النقیؑ متوکل کے پاس تشریف لے گئے۔

متوکل نے کہا، یا ابا الحسنؑ! آپؑ کے نزدیک سب سے اچھا شاعر کون ہے؟

اِس سے پہلے یہی سوال وہ ابنِ جہم سے کر چکا تھا، اُس نے شعرائے جاہلیت اور شعرائے اسلام کے نام لیے تھے۔ مگر جب اُس نے امام علی النقی علیہ السلام سے سوال کیا

آپؑ نے فرمایا، میرے نزدیک سب سے اچھا شاعر فلاں ابن فلاں علوی ہے جس نے یہ کہا ہے:

ترجمہ اشعار: قریش کے ایک گروہ نے ہمارے مقابلہ میں مفاخرت کی کہ ہم بڑے ذی وجاہت اور سخی ہیں۔ اس بحث کے فیصلے کے لیے وہ سب ایک قاضی کے پاس گئے قاضی نے صوامع (عبادت گاہوں) کی آواز پر اُن لوگوں کے خلاف اور ہمارے موافق فیصلہ سنا دیا۔

متوکل نے پوچھا صوامع کی آواز کا کیا مطلب ہے؟

آپؑ نے فرمایا، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد انّ محمّداً رسول اللہ:

یہ بتائیے کہ حضرت محمّدؐ میرے جد ہیں یا آپ کے؟

یہ سن کر متوکل بہت ہنسا، اور بولا، یہ جد تو آپؑ ہی کے ہیں بھلا اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے۔

(۳۰) فارسی زبان کا علم

ابوالہاشم سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کو چیچک کے دانے نکل آئے تھے میں آپ کے

پاس بیٹھا تھا، میں نے طبیب سے کہا " آب گرفت "۔

یہ سن کر آپؑ مسکرائے اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا، کیا تمھارا خیال ہے کہ میں فارسی نہیں جانتا ؟

طبیب نے عرض کیا، کیا آپؑ بھی فارسی جانتے ہیں ؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں میں بہت اچھی فارسی جانتا ہوں۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ " دانتوں میں پانی بھر آیا ہے "۔

• ابو ہاشم سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقیؑ کے پسِ پشت ایک غلام کھڑا تھا؛

آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ اس غلام سے فارسی زبان میں گفتگو کرو۔

میں نے اُس سے کہا " نام تو چیست " ؟

غلام نے کوئی جواب نہ دیا، اور خاموش رہا۔

آپؑ نے اُس سے عربی زبان میں فرمایا، یہ تمھارا نام پوچھ رہے ہیں۔

(بصائر الدرجات ص ۳۳۸)

• ابراہیم بن مہزیار کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام نے علی بن مہزیار کو خط لکھا اور اس میں ہدایت فرمائی کہ اُن کے لیے ایک مقدارِ ساعات (گھڑی) بنا دی جائے۔

گھڑی تیار کر کے ہم آپؑ کی خدمت میں اس کو لیکر روانہ ہوئے۔ جب مقام سیّار پر پہونچے تو علی بن مہزیار نے آپؑ کو اپنی آمد کی اطلاع پہونچا دی اور باریابی کی اجازت چاہی۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تم لوگ بعدِ ظہر حاضر ہو جانا۔

لہٰذا، ہم سب لوگ بعدِ ظہر وہاں پہونچ گئے۔ شدید گرمی کا دن تھا، ہمارے ساتھ علی بن مہزیار کا غلام مسرور بھی تھا۔ آپؑ کے مکان کے قریب آپؑ کا غلام بلال ہمارے انتظار میں کھڑا تھا۔

اُس نے کہا، آپ لوگ اندر آجائیں۔

ہم ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ گرمی کی وجہ سے پیاس بڑی شدید محسوس ہو رہی تھی۔ ابھی ہم ذرا دیر بیٹھے ہی تھے کہ ایک غلام پانی کے چند کوزے لیکر آیا۔ پانی بیحد شیریں اور ٹھنڈا تھا ہم نے خوب سیر ہو کر پیا۔ اس کے بعد آپؑ نے علی بن مہزیار کو بلایا اور اس کے ساتھ عصر کے بعد تک مصروفِ گفتگو رہے۔ پھر مجھے بلایا، میں نے پہونچ کر سلام عرض کیا، اور دست بوسی کی اجازت چاہی

آپؑ نے ہاتھ بڑھایا، میں نے ہاتھ کے بوسے لیے۔ آپؑ نے مجھے دعا دی۔ تھوڑی دیر بیٹھا، پھر اُٹھ کر آپؑ سے رخصت ہوا۔ جب میں دروازے سے باہر نکلا تو آپؑ نے مجھے آواز دی اور فرمایا:

اے ابراہیم!

میں نے عرض کیا، لبیک یا سیّدی!

آپؑ نے فرمایا، ابھی نہ جاؤ۔

میں واپس آکر بیٹھ گیا مسرور غلام بھی ہمارے ساتھ تھا۔

آپؑ نے فرمایا، اِس مقدارِ ساعات (گھڑی) کو نصب تو کردو۔

پھر آپؑ وہاں سے باہر تشریف لائے، آپؑ کے لیے ایک کرسی بچھادی گئی، آپؑ اُس پر تشریف فرما ہو گئے۔ آپؑ کے بائیں جانب ایک اور کرسی رکھ دی گئی، اُس پر علی بن مہزیار بیٹھ گئے میں مقدارِ ساعات کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں مقدارِ ساعات سے ایک کنکری گری۔

مسرور نے کہا، ہشت۔

آپؑ نے فرمایا، ہشت یعنی ثمانیہ (آٹھ ساعت)

میں نے عرض کیا، جی ہاں۔

ہم سب شام تک وہاں رہے۔ چلتے وقت آپؑ نے علی بن مہزیار سے فرمایا: کل مسرور کو میرے پاس بھیج دینا۔

دوسرے دن جب مسرور آپؑ کے پاس پہونچا تو آپؑ نے اُس سے فرمایا:

"بار خدا چوں"

اُس نے جواب میں عرض کیا "نیک"

اس کے بعد جب نصر ادھر سے گذرا تو آپؑ نے فرمایا: "دربند، دربند"

دروازہ بند کر دیا گیا اور نصر سے پوشیدہ رکھنے کے لیے مجھ کو چادر اُڑھادی

پھر مہزیار آیا تو پوچھا، کیا یہ چادر نصر کے خوف سے ڈال دی گئی تھی۔

اُس نے کہا، جی ہاں، میں اس سے تقریباً اتنا ہی ڈرتا ہوں جتنا عمر بن فرح سے۔

(بصائر الدرجات ص ۲۳۷)

(۳۱) سقلابی زبان میں مسلسل گفتگو

علی بن مہزیار کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ میں نے آپؑ کے پاس اپنے ایک سقلابی غلام کو بھیجا۔

جب وہ واپس آیا تو بڑا حیرت زدہ سا تھا۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟

اُس نے عرض کیا کہ امام علیہ السلام مجھ سے مسلسل میری سقلابی زبان میں اس تیزی اور فصاحت سے گفتگو فرما رہے تھے جیسے آپؑ ہماری قوم کے ایک فردِ خاص ہیں۔

(بصائر الدرجات ص۳۳۳)

- مناقب میں بھی مہزیار سے یہی روایت ہے۔ (مناقب جلد۴ ص۴۰۸)
- کشف الغمہ میں کتاب الدلائل سے مہزیار کی یہی روایت مرقوم ہے۔

(کشف الغمہ ص۲۵۲)

- محمد بن ریان بن صلت کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی النقیؑ کو خط لکھا کہ اگر اجازت ہو تو میں بھی دشمن کے کید و مکر اور اس کی چالوں کا جواب دوں۔

آپؑ نے اس سے منع فرمایا اور کچھ ایسا مضمون تحریر فرمایا جس کا مفہوم یہ تھا کہ:

"تو اللہ کو کافی سمجھ"

واقعاً ہوا بھی ایسا ہی، اللہ میرے لیے کافی ہوا اور وہ ذلیل و رسوا ہوا۔

(کشف الغمہ ص۲۵۱ جلد۳)

(۳۲) = عطائے محمدؐ عطائے علیؑ

احمد بن عیسیٰ کاتب سے روایت ہے کہ میں نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں آرام فرما رہے ہیں اور آپؐ نے مجھے پچیس کھجوریں عنایت فرمائیں۔

ابھی تھوڑے ہی دن گذرے تھے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کو ایک فوجی سردار لیکر آیا، اور اُس نے آپؑ کو میرے مکان کے قریب ایک حجرے میں اُتارا وہ سردار برابر میرے یہاں آدمی بھیج کر اپنی سواریوں کے لیے چارہ منگوایا کرتا۔

ایک دن اُس نے مجھ سے کہا، اس چارے کی قیمت کیا ہے ؟

میں نے کہا، میں تم سے اس کی کوئی قیمت نہ لوں گا۔

اُس نے کہا، اچھا تم اس سید علوی سے ملنا چاہتے ہو، تاکہ اسے سلام کرو ؟

میں نے کہا، ہاں، مجھے ان سے ملنے میں کوئی عذر بھی نہیں ہے۔

اس کے بعد، میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اس موضع میں آپؑ کے دوستدار اور ماننے والے ہیں اگر آپؑ کی اجازت ہو تو انھیں بلالوں۔ ؟

آپؑ نے منع فرمایا، کہ ایسا نہ کرو۔

میں نے عرض کیا، میرے پاس بہترین قسم کی کھجوریں ہیں اگر حکم ہو تو تھوڑی سی آپؑ کی خدمت میں پیش کروں۔

آپؑ نے فرمایا، اگر لانا ہے تو پھر اس فوجی سردار کو لا کر دو، وہ اُن میں سے مجھے بھی کھلادے گا۔

آپ کے فرمانے کے بموجب میں نے اچھی قسم کی کھجوریں اس فوجی سردار کو لا کر پیش کیں۔ اُن میں سے جو بہت ہی عمدہ کھجوریں تھیں، وہ اور چند پنیر کے ٹکڑے اپنی آستین میں چھپالیں۔

سردار نے کہا، کیا تم اپنے امام سے ملنا چاہتے ہو ؟

میں نے کہا، ہاں، خواہش تو ہے۔

اُس نے مجھے اجازت دی، میں اندر گیا تو دیکھا کہ وہ کھجوریں جو میں نے سردار کو دی تھیں اُن میں سے کچھ آپؑ کے سامنے رکھی ہوئی ہیں۔ پھر میں نے اپنی آستین سے کھجوریں اور پنیر نکال کر آپؑ کے سامنے پیش کیں۔

آپؑ نے اُن میں سے ایک مٹھی کھجوریں مجھے عطا فرمائیں اور ارشاد فرمایا، لو! اگر میرے جدِ امجد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمھیں اِن سے زیادہ عطا فرمائی ہوتیں تو میں بھی اضافہ کردیتا، (بس ان ہی پر قناعت کرو۔)

میں نے شمار کیا تو خواب میں جتنی کھجوریں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عطا فرمائی تھیں اتنی ہی آپؑ نے بھی مجھے عنایت فرمائیں۔ نہ کم، نہ زیادہ۔

(۳۳) === حضرت امام علی النقیؑ اور گھوڑے کا مکالمہ

احمد بن ہارون کا بیان ہے کہ:

میں حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کے گھر کے خیمے میں بیٹھا ہوا آپؑ کے ایک غلام کو پڑھا رہا تھا کہ آپؑ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے۔ ہم احتراماً کھڑے ہوگئے اور آپؑ کی طرف پیش قدمی کی لیکن ہمارے پہونچنے سے پہلے آپ گھوڑے سے اُتر پڑے اور اپنے گھوڑے کی لگام خیمے کی ایک طناب میں اٹکا دی اور خیمے کے اندر تشریف لے آئے اور ہمارے ساتھ بیٹھ گئے۔

پھر فرمایا، اے احمد ! مدینہ کب جاؤ گے ؟

میں نے کہا، آج شب ہی میں روانگی کا ارادہ ہے۔

آپؑ نے فرمایا، ایک خط لکھتا ہوں، فلاں تاجر کو دیدینا۔

میں نے عرض کیا، بہت اچھا۔ لکھ دیجیے۔

آپؑ نے غلام سے کاغذ اور دوات طلب فرمایا۔

وہ غلام کاغذ اور دوات لانے کے لیے گیا۔

اسی دوران آپؑ کے گھوڑے نے ہنہنانا اور دُم ہلانا شروع کیا۔

آپؑ نے اس سے فارسی زبان میں گفتگو شروع کی اور فرمایا کیوں پریشان ہو۔

وہ دوبارہ ہنہنایا۔

آپؑ نے اُسے ہاتھ سے تھپتھپایا، اور فارسی زبان میں فرمایا، لجام چھڑائے باغ کے ایک گوشے میں جا اور وہیں اپنی ضروریات (پیشاب اور لید) سے فارغ ہو کر آجا اور اسی مقام پر آکر کھڑے ہو جانا۔

گھوڑے نے اپنا سر اُٹھایا، لگام چھڑائی اور باغ کے ایک گوشے میں خیمے کی پشت کی طرف ایسی جگہ چلا گیا کہ کسی کی نظر اُس پر نہ پڑے۔ وہیں اُس نے پیشاب اور لید کیا، پھر اپنے مقام پر واپس آکر کھڑا ہو گیا۔

یہ سب کچھ دیکھ کر خدا ہی جانتا ہے کہ میرے دل پر کیا اثر ہوا، دل میں شیطان نے وسوسہ ڈالا۔

آپؑ نے فرمایا، اے احمد! اللہ تعالیٰ نے محمدؐ و آلِ محمدؐ اور داؤدؑ اور آلِ داؤدؑ کو جو کچھ عطا فرمایا ہے اس کے پیشِ نظر جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کو بڑی بات نہ سمجھو۔

میں نے عرض کیا، فرزندِ رسول! آپؑ نے سچ فرمایا، مگر یہ بتائیے کہ اِس نے آپؑ سے کیا کہا تھا، اور آپؑ نے اس کا کیا جواب دیا۔؟

آپؑ نے فرمایا، گھوڑے نے مجھ سے کہا، آقا! اُٹھیے اور سوار ہو کر گھر چلیے تاکہ میں فارغ ہو جاؤں۔

میں نے پوچھا، مگر تم کو اس قدر عجلت اور پریشانی کیوں درپیش ہے؟

اس نے کہا، میں تھک گیا ہوں۔

میں نے کہا کہ یہاں پر مجھے ایک کام ہے یعنی مدینہ ایک خط لکھ کر بھیجنا ہے اس سے فارغ ہو کر چلوں گا۔

اس نے کہا، مگر مجھے پیشاب وغیرہ کی حاجت درپیش ہے اور آپؑ کے سامنے یہ کام کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔

میں نے کہا، اچھا، اس باغ کے ایک گوشے میں جا کر فارغ ہو جاؤ۔

پھر اس نے وہ کیا جو تم نے دیکھا۔

اتنے میں وہ غلام دوات اور کاغذ لیکر آگیا، مگر آفتاب غروب ہوچکا تھا۔ آپؑ نے کاغذ اپنے سامنے رکھکر لکھنا شروع کیا۔ یہانتک کہ اندھیرا چھا گیا، اتنا کہ خط نظر نہ آتا تھا۔ مجھے خیال ہوا کہ جس طرح مجھے نظر نہیں آتا، آپؑ کو بھی نظر نہ آتا ہوگا۔ اِس لیے میں نے غلام سے کہا کہ اندر سے کوئی شمع وغیرہ لے آؤ تاکہ تمھارے آقا کو کچھ نظر تو آئے کہ کیا لکھ رہے ہیں۔

غلام چلا، تو آپؑ نے فرمایا، نہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

چنانچہ اسی تاریکی میں آپؑ نے ایک طویل خط لکھا۔ سرخیٔ شفق بھی غائب ہوچکی تھی۔ آپؑ نے خط تمام کرکے اپنی مُہر لگائی اور میرے حوالے کیا۔ میں چلنے کو تیار ہوا، تو جی میں آیا کہ جانے سے پہلے اسی خیمے میں نماز بھی پڑھ لوں، پھر مدینہ جاؤں۔

آپؑ نے فرمایا، اے احمد! تم مغرب وعشاء کی نماز مسجدِ رسول میں پڑھنا اور مکتوب الیہ کو وہیں روضۂ رسول میں تلاش کرنا۔ وہ انشاء اللہ وہیں ملے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں خط لیکر وہاں سے جلدی جلدی چلا، مسجدِ رسولؐ میں آیا تو عشاء کی اذان ہورہی تھی۔ میں نے پہلے مغرب کی، پھر عشاء کی نماز پڑھی۔ آپؑ کے ارشاد کے مطابق مکتوب الیہ کو تلاش کیا، وہ واقعاً، وہیں ملا۔ میں نے آپؑ کا خط اس کو دیا۔ اس نے پڑھنے کے لیے کھولا تو روشنی کم تھی، اُس سے پڑھا نہ گیا۔ میں نے وہ خط اُس سے لیکر مسجد کے چراغ کی روشنی میں پڑھ کر سُنا دیا۔ میں نے دیکھا کہ تحریر کے حروف آپس میں ملے ہوئے تھے۔

خط سُننے کے بعد اُس شخص نے کہا، میں کل اِس کا جواب لکھدوں گا، آکر لے لینا۔

دوسرے دن میں نے جاکر خط کا جواب لیا اور پھر حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں لیکر حاضر ہوا۔

آپؑ نے دریافت فرمایا، وہ شخص جہاں میں نے کہا تھا، وہیں ملا تھا ؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا، بہت خوب۔

(۳۴) — پرندوں کی نظر میں احترامِ امامؑ

ابو ہاشم جعفری کا بیان ہے کہ:

متوکل کی ایک جالیدار نشست گاہ تھی جس میں دھوپ چھن چھن کر اندر آتی تھی۔ وہاں اس نے بہت سی چڑیاں پال رکھی تھیں جو ہر وقت چہچہاتی رہتی تھیں۔ سلامی کے دن جب وہ وہاں بیٹھتا تو اُن کی چہچہاہٹ میں پتہ نہ چلتا کہ وہ کیا کہتا ہے اور لوگ اُس سے کیا کہتے ہیں۔ مگر جب حضرت امام علی النقیؑ

تشریف لاتے تو چڑیاں بالکل خاموش ہو جاتی تھیں اور جب تک آپؑ وہاں موجود رہتے کسی چڑیا کی بھی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ آپؑ کے جانے کے بعد چڑیاں پھر بولنے لگتی تھیں۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کی دیواروں میں بہت سے کبوتر بھی پلے ہوئے تھے۔ جب بیروہاں آکر بیٹھتا تو وہ کبوتر چھوڑے جاتے اور اوپر اُڑ کر ایک دوسرے سے لڑتے اور متوکل انھیں دیکھ کر ہنستا اور خوش ہوتا مگر جب حضرت امام علی النقی علیہ السلام تشریف لاتے تو سارے کبوتر دیوار پر اپنی اپنی کابکوں میں چھپ کر بیٹھ جاتے اور جب تک آپؑ وہاں سے واپس نہ ہوتے وہ اسی میں بیٹھے رہتے۔ آپؑ کے جانے کے بعد پھر اُڑ کر آپس میں جنگ کرتے لگتے۔

(مختار الخرائج والجرائح ص ۲۲۰)

(۳۵) ـــ امامؑ کی فوج اور اس کی شان

روایت کی گئی ہے کہ متوکل یا واثق یا خلفائے بنی عباس میں سے کسی نے سرمن رائے کی فوج کو حکم دیا، جو نوّے ہزار ترکی سواروں پر مشتمل تھی، کہ ہر ایک اپنے گھوڑوں کے چارہ کھانے کے توبڑے میں سُرخ مٹی بھر کر لائے اور اُسے فلاں مقام پر ڈال دے سب نے ایسا ہی کیا۔ جس سے وہاں ایک بڑا مٹی کا پہاڑ بن گیا اور اس کا نام تلّہ مخالی پڑ گیا، یعنی (توبڑوں کا پہاڑ) پھر وہ اس کے اوپر چڑھا اور حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کو بُلا کر انھیں بھی اس ٹیلے پر بٹھالیا، اور بولا:

میں نے تم کو اس لیے بُلایا ہے تاکہ میری فوج کو ایک نظر دیکھ لو یہ کتنی ہے، کیا کیا اسلحے ہیں، کیا کیا ان کے سامان ہیں، کیا شان و شوکت و رُعب و ہیبت ہے۔

اُس کا مقصد یہ تھا کہ اُس کے خلاف جس کسی کے بھی خروج کا ارادہ ہو دل ٹوٹ جائے، ہمّت پست ہو جائے۔ خصوصاً اُس کو اِس کا خوف تھا کہ کہیں حضرت ابوالحسن علیہ السلام اپنے کسی خاندان کے شخص کو حکم نہ دیدیں کہ خلیفۂ وقت کے خلاف خروج کرو۔

حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام نے فرمایا، تو نے اپنی فوج اور اس کی شان و شوکت تو دکھادی، اب میری فوج اور اُس کی شان و شوکت بھی دیکھے گا؟

اُس نے کہا، جی ہاں دکھائیں۔

آپؑ نے اللہ سے دعا کی اور اُس نے دیکھا کہ زمین سے آسمان تک اور مشرق سے مغرب تک فرشتوں کی فوج ہے جو ہر طرح کے اسلحوں سے آراستہ ہیں۔

یہ دیکھ کر خلیفہ کو غش آگیا۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو آپؑ نے فرمایا، اطمینان رکھو ہمارا تمھارا جھگڑا اور مناقشہ دنیا میں نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ ہم آخرت کے کاموں میں مشغول ہیں اور تمھارا خیال غلط ہے۔

(الخرائج والجرائح)

(۳۶) متوکل نے امامؑ کی زیارت پر پابندی لگادی لیکن؟

ابوالقاسم بن قاسم نے حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے ایک خادم سے روایت کی ہے کہ متوکل کا حکم تھا کہ کوئی شخص بھی حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے گھر نہ جائے۔

ایک دن حضرت امام علی النقی علیہ السلام متوکل کے گھر تشریف لائے۔ میں نے دیکھا کہ شیعوں کی ایک جماعت مکان کی دیوار کے پیچھے بیٹھی ہوئی ہے۔

میں نے پوچھا کیا بات ہے، تم لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟

اُن لوگوں نے جواب دیا، ہم اپنے مولا و آقا کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں کہ وہ آئیں تو آپؑ کو سلام کریں اور آپؑ کی زیارت کریں۔

میں نے پوچھا، اگر اُن کو دیکھو گے تو پہچان لوگے؟

اُنھوں نے کہا، ہاں ہم سب اُن کو پہچانتے ہیں۔

الغرض جب آپؑ تشریف لائے، تو یہ سب تعظیم کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپؑ کو سلام کیا، آپؑ سواری سے اُترے اور اپنے مکان میں داخل ہوگئے۔ وہ لوگ واپس جانے لگے تو میں نے کہا: ذرا ٹھہرو! مجھے ایک بات پوچھنی ہے۔ بتاؤ، تم نے اپنے مولا کو دیکھ لیا؟

اُن لوگوں نے کہا، ہاں۔

میں نے کہا، بتاؤ وہ کیسے ہیں؟

ایک نے کہا، بوڑھے ہیں سر کے بال بھی سفید ہوگئے ہیں مگر چہرہ سرخی مائل ہے۔

دوسرے نے کہا، جھوٹ نہ بولو، چہرہ گندمی ہے، ریشِ مبارک سیاہ ہے۔

تیسرے نے کہا، نہیں نہیں گورے رنگ کے ہیں مگر ذرا ڈھکا ہوا رنگ ہے۔

میں نے کہا، تم لوگ تو کہتے تھے کہ اُن کو پہچانتے ہو۔ اچھا اب جاؤ خدا حافظ۔

(الخرائج والجرائح)

(۳۷) انتہائے پریشانی میں اللہ پر بھروسہ کرنا ایمان کی نشانی ہے (ایک نصرانی کا واقعہ)

ہبۃ اللہ بن ابی منصور موصلی سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ دیارِ ربیعہ کا ایک نصرانی کاتب تھا جو فلسطین کے ایک گاؤں کفر توثا کا رہنے والا تھا اس کا نام یوسف بن یعقوب تھا۔ اس کی اور میرے والد کی بڑی دوستی تھی۔ ایک مرتبہ وہ

آیا، اور میرے والد کے وہاں قیام کیا۔

والد نے پوچھا کیا بات ہے، اس وقت کیسے آنا ہوا۔؟

اُس نے کہا، میں متوکل کے دربار میں حاضر ہونے کے لیے طلب کیا گیا ہوں۔ معلوم نہیں کیا معاملہ ہے، میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا، میں نے اپنے نفس کو اللہ کے ہاتھ ایک ہزار دینار پر فروخت کیا ہے اور وہ رقم علیؑ بن محمدؑ بن رضاؑ کے لیے میں اپنے ساتھ لایا ہوں۔

میرے والد نے کہا، اللہ تجھے اور توفیق دے۔

اس کے بعد وہ متوکل کے دربار میں گیا اور چند دنوں بعد واپس آیا، بہت خوش اور بہت مسرور تھا۔

میرے والد نے پوچھا، اپنا واقعہ تو بیان کرو۔

اس نے کہا، میں یہاں سے سرمن رائے گیا اور آبادی میں داخل ہونے اور کہیں قیام کرنے سے پہلے میں نے دل میں کہا کہ متوکل کے دربار میں داخلے اور اس سے پہلے کہ کسی کو میرے آنے کی اطلاع ہو، میں یہ رقم حضرت علیؑ بن محمدؑ بن رضاؑ کو پہونچادوں۔ وہاں پہونچ کر یہ بھی معلوم ہوا کہ: آپؑ کے کہیں آنے جانے پر متوکل نے پابندی لگادی ہے، وہ اپنے گھر میں نظر بند ہیں۔ مگر میں نے سوچا کہ یہ کیسے کروں۔ لوگ سوچیں گے کہ ایک مردِ نصرانی، علیؑ بن محمدؑ بن رضاؑ کا گھر کیوں دریافت کررہا ہے یہ تو اور زیادہ خطرے کی بات ہے۔

تھوڑی دیر میں سوچتا رہا، پھر دل میں آیا کہ میں اپنے گدھے پر سوار ہو کر شہر میں چلوں اور جدھر یہ گدھا جائے اسے جانے دوں، شاید کہیں ابن محمدؑ ابن رضا (علی نقی علیہ السلام) کے گھر کا پتہ مل جائے اور کسی سے پوچھنا نہ پڑے۔ یہ سوچ کر میں نے وہ دینار ایک پوٹلی میں رکھے اور اُسے اپنی آستین میں ڈال لیا اور گدھے پر سوار ہوگیا۔ وہ گدھا بازاروں اور گلیوں کو چیرتا ہوا اپنی مرضی سے چلتا رہا۔ یہانتک کہ ایک گھر کے دروازے پر جاکر کھڑا ہوگیا۔ میں نے کوشش کی کہ آگے بڑھے مگر، ایک قدم آگے نہ بڑھایا۔ وہیں جم کر کھڑا ہوگیا۔

میں نے اپنے غلام سے کہا کسی سے پوچھو کہ یہ کس کا گھر ہے۔؟

اُس نے پوچھا، تو لوگوں نے بتایا کہ یہ علی بن محمدؑ بن رضاؑ کا گھر ہے۔

میں نے کہا، اللہ اکبر، بخدا، یہی دلیل کافی ہے۔

اتنے میں ایک حبشی غلام اندر سے نکلا اور بولا: کیا تم یوسف بن یعقوب ہو؟

میں نے غلام سے کہا، ہاں۔

اُس نے پھر کہا، اچھا تو، اپنی سواری سے اترو۔

میں سواری سے اُتر پڑا۔ اُس نے مجھے دہلیز پر بٹھا دیا۔ اور خود اندر چلا گیا۔ میں نے دل میں سوچا، یہ دوسری دلیل ہوئی جب کہ میں اس شہر میں نہ کبھی آیا اور نہ کسی سے شناسائی، پھر اس غلام کو میرا نام کیسے معلوم ہو گیا۔

اتنے میں غلام دوبارہ باہر نکلا، اور بولا: ایکہزار دینار جو ایک پوٹلی میں بندھے ہوئے تمھاری آستین میں ہیں، اسے نکال کر مجھے دو۔

میں نے فوراً نکال کر اسے دیدیے۔ اور دل میں کہا، یہ تیسری دلیل ہوئی۔

اس کے بعد غلام پھر آیا، اور بولا، اندر آؤ۔

میں اندر گیا تو دیکھا کہ حضرت علی بن محمدؑ بن رضاؑ علیہ السلام تنہا بیٹھے ہوئے ہیں۔

آپؑ نے مجھے دیکھ کر فرمایا اے یوسف! تم نے کیا طے کیا؟

میں کہا، مولا! دلیلیں تو کئی ایک دیکھیں اور اسے سمجھنے کے لیے کافی بھی ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، افسوس، تم ابتک اسلام نہیں لائے، خیر تو نہ سہی، تمھارا فلاں لڑکا عنقریب اسلام لائے گا اور وہ میرے شیعوں میں سے ہوگا۔ اے یوسف! لوگ سمجھتے ہیں کہ ہماری شفاعت تم جیسے لوگوں کے لیے مفید نہ ہوگی۔ خدا کی قسم، وہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں، ہماری شفاعت تمھارے امثال کے لیے بھی مفید ہوگی۔ اب جس سے ملنے کے لیے تم بلائے گئے ہو، جاؤ اُس سے ملو، انشاءاللہ تمھارا کام تمھارے حسب خواہش ہو جائے گا۔

پھر میں وہاں سے اُٹھ کر متوکل کی ڈیوڑھی پر گیا، اور جو کچھ مجھے کہنا تھا کہہ کر واپس آیا۔

ہبۃ اللہ کا بیان ہے کہ اس کے بعد، یعنی اس کی وفات کے بعد مجھ سے اس کے بیٹے کی ملاقات ہوئی۔ بخدا وہ مسلمان تھا اور اچھے معیار کا شیعہ تھا، اُس نے مجھے بتایا کہ اُس کا باپ تو اپنے مذہب یعنی نصرانیت پر ہی مرا، مگر وہ اسلام لایا اور وہ برابر کہا کرتا تھا کہ میں اپنے مولا کی بشارت ہوں۔

(مختار الخرائج والجرائح ص ۲۱۰)

(۳۸) رُعبِ امامت

محمد بن حسن بن اشتر علوی سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے، کہ میں اپنے والد کے ساتھ دروازۂ متوکل پر تھا۔ آپؑ اُس وقت تمام طالبیوں، عباسیوں اور فوجیوں وغیرہ کے درمیان سب سے چھوٹے تھے اور یہ دستور تھا کہ جب حضرت امام ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام تشریف لاتے تو سب اپنی اپنی سواریوں سے اُتر کر پا پیادہ ہو جاتے تھے اور جبتک آپؑ اندر تشریف نہ لیجاتے سب پا پیادہ رہتے۔

ایک مرتبہ اُن میں سے چند لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم لوگ اِس کم سن بچے کے لیے

کیوں پاپیادہ ہوں نہ اس میں ہم لوگوں سے زیادہ شرف ہے نہ یہ ہم سے بڑا ہے نہ ہم سے زیادہ اُس کا سِن ہے، نہ ہم سے زیادہ اس کا علم ہے۔ لہٰذا اب ہم لوگ اس کے لیے سواریوں سے نہ اُتریں گے۔

ابو ہاشم نے کہا، مگر خدا کی قسم تم لوگ ان کو دیکھو گے تو ضرور بالضرور سواریوں سے اُتر جاؤ گے۔

ابھی گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ آپؑ تشریف لائے اور آپؑ کو دیکھتے ہی تمام لوگ پاپیادہ ہو گئے۔

ابوہاشم نے کہا، تم لوگ تو کہتے تھے کہ ہم سواریوں سے نہ اُتریں گے ؟

اُن لوگوں نے جواب دیا، خدا کی قسم، ہم لوگ اپنے قابو سے باہر ہو گئے اور سواریوں سے اُتر پڑے۔ (مناقب جلد ۴ ص ۴۰۷)

• اعلام الورٰی میں بھی محمد بن حسن سے یہی روایت مرقوم ہے۔

(۳۹) ـــــ میں امامت کا کیوں قائل ہوا ؟

ابوالعباس احمد بن نضر اور ابوجعفر محمد بن علویہ وغیرہ کا بیان ہے کہ اصفہان میں ایک شخص تھا جس کا نام عبدالرحمٰن تھا اور وہ شیعہ تھا۔ اُس سے پوچھا گیا کہ سبب کیا ہے کہ اس زمانے کے لوگوں کو چھوڑ کر تم حضرت ابوالحسن علیہ السّلام کی امامت کے قائل ہوئے ؟

اُس نے جواب دیا کہ میں نے کچھ ایسی بات دیکھی جس سے اُن کی امامت کا قائل ہونا پڑا۔ پھر اُس نے اپنا قصّہ اس طرح شروع کیا۔

اُس نے کہا، سنو! میں ایک مردِ فقیر تھا، میرے پاس صرف زبان تھی اور جُراٴت تھی۔ اہلِ اصفہان مجھے اور چند دوسرے لوگوں کے ساتھ ایک بار دربارِ متوکل میں فریاد کرنے کے لیے لے گئے۔

ایک دن ہم لوگ بابِ متوکل پر تھے کہ حکم نکلا کہ علیؑ بن محمدؑ بن رضاؑ کو حاضر کیا جائے۔ میں نے اپنے قریب کسی سے پوچھا، یہ کون شخص ہے، جس کے حاضر کیے جانے کا حکم نکلا ہے۔

اُس نے کہا کہ، یہ ایک مردِ علوی ہے، رافضی اس کو اپنا امام کہتے ہیں اور اندازہ یہ ہے کہ متوکل نے اس کو قتل کرنے کے لیے بُلایا ہے۔

میں نے اپنے جی میں کہا، اب میں بغیر اس شخص کو دیکھے ہوئے یہاں سے نہ جاؤنگا۔
اُس کا بیان ہے کہ پھر میں نے دیکھا، وہ مردِ علوی گھوڑے پر سوار آیا۔ لوگ راستہ پر دونوں طرف صفیں باندھے ہوئے کھڑے اُس کو دیکھ رہے تھے۔ جب میری نظر اس پر پڑی، تو بے اختیار دل میں اس کی محبّت آ گئی اور دل ہی دل میں اللہ سے دُعا کرنے لگا کہ اللہ اس کو متوکل کے شر سے محفوظ رکھے۔ وہ اسی طرح دونوں صفوں کے درمیان گھوڑے پر سوار آگے بڑھتے گئے اُن کی نظر صرف اپنے گھوڑے کی ایال پر تھی، نہ داہنے جانب تھی نہ بائیں جانب، اور میں مسلسل دُعا میں مشغول تھا۔ جب وہ میرے قریب پہونچے تو میری طرف رُخ کر کے کہا،

"اللہ نے تیری دعا قبول فرمالی اور تجھے طولِ عمر و کثرتِ مال و اولاد سے نوازا۔
یہ سن کر میں کانپ اٹھا اور وہیں گر پڑا۔
لوگوں نے پوچھا، کیا بات ہوگئی؟
میں نے کہا کچھ نہیں، ویسے سب خیریت ہے
اس کے بعد ہم لوگ اصفہان واپس آئے اور یہاں آکر اللہ نے مجھ پر مال و دولت کے دروازے کھول دیے۔ آج یہ حال ہے کہ میرے گھر میں دس لاکھ کا مال ہے اور جو باہر ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔ پھر اللہ نے مجھے دس اولادیں دیں اور میری عمر اس وقت پچھتّر ۷۵ سال کی ہے اور میں اُس شخص کی امامت کا قائل ہوں جو میرے دل کی بات کو جان گیا۔ اور اس کی دعا، اللہ نے میرے حق میں قبول فرمائی۔ (مختار الخرائج والجرائح ص ۲۰۹)

(۴۰) زمین کے ہر خطّے میں قبریں ہیں

یحییٰ بن ہرثمہ سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ متوکل نے مجھے طلب کیا اور کہا، تم تین سو آدمی جسے چاہو منتخب کر لو اور کوفہ جاؤ وہاں اپنے سامان چھوڑ دو، وہاں سے صحرا کی جانب سے سیدھے مدینہ جاؤ اور علی بن محمد بن رضا ؑ کو تعظیم و تکریم کے ساتھ میرے پاس لاؤ۔
میں نے اُس کے حکم کی تعمیل کی۔ وہاں سے چلا، میرے ساتھ شراۃ (خارجیوں) کا ایک سردار بھی تھا، اور میرا منشی مردِ شیعہ تھا، مگر میں حشویہ مذہب پر تھا۔ وہ خارجی شاری میرے اُس منشی سے مناظرہ کیا کرتا، اور اسی طرح ان دونوں کے مناظرہ میں راستہ طے ہوتا گیا۔
جب آدھا راستہ طے ہو گیا، تو اُس خارجی نے منشی سے کہا:
"کیا تمھارے امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ "روئے زمین کا

کوئی ٹکڑا ایسا نہیں جہاں قبر نہ ہو یا قبر نہ بننے والی ہو۔"

اب اسی سرزمین کو دیکھو یہاں کون مرا ہوگا۔ اور تم لوگوں کے خیال کے مطابق یہاں کن لوگوں کی قبریں ہوں گی ؟

میں نے اپنے منشی سے پوچھا، کیا واقعی تم لوگ یہ کہتے ہو ؟

اس نے کہا، جی ہاں۔

میں نے کہا، پھر یہ خارجی سچ کہتا ہے اتنے لمبے چوڑے صحرا میں کون مرا ہوگا، چہ جائیکہ یہ قبروں سے بھرا ہو۔ یہ کہہ کر ہم لوگ آپس میں ہنسنے لگے۔ اور وہ منشی سب کے سامنے نادم و شرمندہ ہو گیا۔

وہاں سے ہم لوگ روانہ ہو کر مدینہ پہونچے اور حضرت ابوالحسن علیؑ بن محمدؑ بن رضاؑ علیہ السلام کے درِ دولت پر آئے، حاضری کی اجازت لی، اندر گئے، متوکل کا خط دیا آپؑ نے پڑھا اور فرمایا:

تم لوگ قیام کرو، مجھے چلنے میں کوئی عذر نہیں۔

دوسرے دن، میں آپؑ کی خدمت میں پھر حاضر ہوا، سخت گرمی پڑ رہی تھی، دیکھا کہ آپؑ کے پاس ایک درزی بھی موجود ہے اور وہ جاڑے کے موٹے کپڑے قطع کر رہا ہے۔ کچھ صدریاں قطع کی جا رہی ہیں، جو آپؑ کے اور آپؑ کے غلاموں کے لیے ہیں۔

اس کے بعد آپؑ نے خیاط سے کہا، تم بہت سے درزیوں کو جمع کر لو اور آج ہی اِن سب کو سی ڈالو۔ اور کل اسی وقت میرے پاس لاؤ۔

پھر میری طرف نظر اٹھائی اور فرمایا، اے یحییٰ تم لوگوں کو مدینہ میں کچھ ضروری کام کاج ہو، تو آج ہی کر ڈالو۔ اور کل اسی وقت یہاں سے کوچ کے لیے تیار ہو جاؤ۔

یحییٰ کہتا ہے کہ میں وہاں سے نکلا، مگر صدریوں اور بنڈلیوں کی وجہ سے مجھے سخت تعجب تھا۔ دل میں کہہ رہا تھا کہ یہ گرمی کا دن ہے اور پھر حجاز کی گرمی اور یہاں سے عراق دس دن کی راہ ہے بھلا یہ ان کپڑوں کا کیا کریں گے۔ پھر دل میں کہا، معلوم ہوتا ہے اس شخص نے کبھی سفر نہیں کیا ہے، اس کا خیال ہے کہ ہر سفر میں ایسے کپڑوں کی ضرورت ہوتی ہے اور ان رافضیوں پر تعجب ہے کہ اس شخص کے اس فہم و سمجھ کے باوجود یہ لوگ اس کی امامت کے قائل ہیں۔

دوسرے دن میں پھر آیا، تو سارے کپڑے سلے ہوئے تیار تھے۔

آپؑ نے اپنے غلاموں کو آواز دی کہ آؤ اپنے اپنے کپڑے اور لبادے و کنٹوپ لے جاؤ

پھر فرمایا، اچھا، اب کوچ کرو۔

میں نے دل میں کہا، یہ تو اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات ہے، کیا یہ سمجھتے ہیں کہ راستے ہی میں جاڑے کا موسم آجائے گا، کہ انھوں نے اپنا لباس اور کنٹوپ لے لیا ہے۔

الغرض میں نے اسے اُن کی کم فہمی پر محمول کرتے ہوئے وہاں سے کوچ کیا اور مسافت طے کرتے ہوئے اس مقام پر پہونچے جہاں قبروں کے متعلق مناظرہ ہوا تھا۔ وہاں پہونچتے ہی ایک سیاہ بادل اٹھا اور گرج وچمک کے ساتھ ہم لوگوں کے سروں پر آگیا اور بڑے بڑے اولے برسانے لگا۔ آپؑ نے اور آپؑ کے غلاموں نے صدریاں پہن لیں، سروں پر کنٹوپ اور جسم پر لبادہ ڈال لیا۔

پھر اپنے غلاموں سے کہا، ایک لبادہ یحییٰ کو اور ایک کنٹوپ اس منشی کو دے دو۔

ہم پر اولے برستے رہے اور ہمارے ساتھیوں میں سے اَسّی آدمی مر گئے۔ پھر اولے پڑنے موقوف ہوئے۔ گرمی پہلے جیسی پھر پلٹ آئی۔

آپؑ نے فرمایا، اے یحییٰ! اپنے بچے ہوئے ساتھیوں سے کہو، اُتریں اور اپنے مُردوں کو دفن کریں۔ دیکھو! اس طرح اللہ تعالیٰ صحرا کو بھی قبروں سے بھر دیتا ہے۔

یہ سن کر میں فوراً اپنی سواری سے کود پڑا، دوڑتا ہوا آپؑ کے پاس آیا، آپؑ کے پاؤں اور رکابوں کو بوسہ دیا اور کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے، محمدؐ اُس کے بندے اور اُس کے رسولؐ ہیں اور آپؑ لوگ زمین پر اللہ کے واقعی خلیفہ ہیں۔

میں پہلے کافر تھا، اب آپؑ کے ہاتھوں پر اسلام لایا۔

یحییٰ کہتا ہے کہ پھر میں شیعہ ہوگیا، مرتے دم تک آپؑ کی خدمت میں رہا۔

(مختار الخرائج والجرائح)

(۴۱) — طی الارض

اسحاق جلّاب سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کے لیے بہت سی بھیڑ، بکریاں خریدیں۔ آپؑ نے مجھے بلایا اور گھر کے باڑے سے ایک ایسی وسیع جگہ لے آئے جس سے میں واقف نہ تھا وہاں پر آپؑ نے مجھے بکریاں چھانٹنے کا حکم دیا، میں وہ بکریاں چھانٹنے لگا۔ اس کے بعد آپؑ کے بڑے صاحبزادے ابوجعفر اور اُن کی والدہ وغیرہ کو بھی اطلاع دیدی جنھوں نے خریدنے کے لیے کہا تھا۔ پھر میں نے آپؑ سے بغداد جانے کی اجازت چاہی۔

آپؑ نے فرمایا، کل تک یہیں قیام کرو پھر چلے جانا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں ٹھہر گیا اور عرفہ کے دن بھی آپؑ ہی کے وہاں قیام کیا۔ عیدالاضحیٰ کی شب آپؑ کے سائبان میں سویا۔ سحر کے وقت آپؑ تشریف لائے۔ اور فرمایا،

اے اسحاق اُٹھو !

میں اُٹھا اور آنکھ کھولی تو دیکھا کہ میں بغداد میں اپنے دروازے پر کھڑا ہوں۔

میں اپنے والد کے پاس پہونچا اور میرے دوست احباب میرے پاس آئے۔

میں نے ان سے کہا، عرفہ کے دن تو میں مقامِ عسکر میں تھا اور عید کرنے بغداد آگیا۔

(بصائر الدرجات)

۴۲ زینبؑ بنتِ فاطمہؑ ہونے کی دعویدار

ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے

کہ دورِ متوکل میں ایک عورت نمودار ہوئی جس نے دعویٰ کیا کہ وہ زینب بنتِ فاطمہؑ بنتِ رسولؐ ہے

متوکل نے کہا، مگر تو ایک نوجوان عورت ہے اور نواسئی رسول اللہؐ کو گذرے ہوئے اتنے سال ہوچکے ہیں۔

اُس نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا دی تھی کہ پروردگارا ! اس بچی کو ہر چالیس سال بعد از سرِ نو جوان کر دیا کرنا۔

مگر اتنے دنوں تو میں نے لوگوں پر اس کا اظہار نہیں کیا۔ اب میں آپ لوگوں کے سامنے بر بنائے ضرورت آئی ہوں۔

متوکل نے آلِ ابی طالب، آلِ عباس و قریش کو بلایا اور اُن سے دریافت کیا۔

اُن میں سے بہت سے لوگوں نے کہا کہ زینب بنتِ فاطمہؑ نے فلاں سن میں وفات پائی

متوکل نے اس عورت سے پوچھا، بتا، اس روایت کے متعلق کیا کہتی ہے ؟

اُس نے کہا، یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں اور غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ میں اتنے دنوں لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہی، اِس لیے ان لوگوں کو میرے مرنے اور جینے کا کیا پتہ۔

متوکل نے ان لوگوں سے پوچھا، اس روایت کے علاوہ تم لوگوں کے پاس کوئی اور بھی دلیل ہے

ان لوگوں نے کہا، نہیں۔

متوکل نے کہا، اگر اس کے اس دعویٰ کو کسی دلیل سے رد نہ کیا گیا تو میں اس عورت کو بری کر دوں گا۔

لوگوں نے کہا، اچھا تو پھر امام علی النقی علیہ السلام کو بلا لو، شاید اُن کے پاس کوئی دلیل ہو جو ہمارے پاس نہیں ہے۔

متوکل نے آدمی بھیجا، آپؑ تشریف لائے۔ متوکل نے اس عورت کا واقعہ بیان کیا۔

آپؑ نے فرمایا، وہ غلط کہتی ہے۔ حضرت زینبؑ نے فلاں سن فلاں مہینہ اور فلاں دن میں وفات پائی۔

اُس نے کہا، ہاں، ان لوگوں نے بھی یہی کہا تھا مگر میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر کسی اور دلیل سے اس کے دعوے کو باطل نہ کیا جائے گا تو میں اسے رہا کر دوں گا۔

آپؑ نے فرمایا، کوئی حرج نہیں، میرے پاس ایسی دلیل ہے جو اسے بھی خاموش کر دے اور دوسرے کو بھی۔

متوکل نے پوچھا وہ کیا دلیل ہے ؟

آپؑ نے فرمایا، اللہ نے اولادِ فاطمہؑ کا گوشت درندوں پر حرام کیا ہے۔ اس کو درندوں کے کٹہرے میں ڈال دیا جائے، اگر یہ اولادِ فاطمہؑ میں سے ہے تو اسے کوئی درندہ گزند نہ پہونچائے گا۔

متوکل نے اس عورت سے پوچھا، بول کیا کہتی ہے ۔ ؟

اُس نے کہا، ان کا مطلب یہ ہے کہ میں اس طرح قتل ہو جاؤں۔ اگر یہ صحیح کہتے ہیں تو اس مجمع میں اولادِ فاطمہؑ بہت سی بیٹھی ہوئی ہے ان میں سے کسی کو درندوں کے کٹہرے میں ڈال کر دیکھ لیا جائے، پتہ چل جائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر سارے مجمع میں سناٹا چھا گیا۔ بعض لوگ جو آپؑ سے بغض رکھتے تھے، بولے :

یہ خود درندوں کے کٹہرے میں جا کر دکھائیں، دوسروں کو خطرے میں کیوں ڈالتے ہیں۔

لوگوں کا یہ جواب سُن کر متوکل آپؑ کی طرف متوجہ ہوا اور بولا :

یا ابا الحسن ! پھر خود ہی کیوں نہ زحمت فرمائیں ؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں، ہاں۔ تمھیں اختیار ہے مجھے بھیج دو۔

متوکل نے کہا، پھر تشریف لے جائیں۔

آپؑ نے فرمایا، میں جاتا ہوں ۔

راوی کا بیان ہے کہ آپؑ کو ایک سیڑھی دی گئی اور اس کے ذریعے سے آپ درندوں کے کٹہرے میں اُترے، اُس میں چھ عدد شیر پلے ہوئے تھے۔ آپؑ کٹہرے کے اندر جا کر بیٹھ گئے۔ جب درندوں نے آپؑ کو دیکھا تو آپؑ کی طرف بڑھے اور آپؑ کے سامنے آکر سرنگوں ہو گئے۔ اپنے دونوں ہاتھ آگے پھیلا دیے۔ آپؑ نے ہر ایک کے سر پر اپنا ہاتھ مشفقانہ انداز میں پھیرا، پھر اشارہ کیا کہ اس گوشے میں چلے جاؤ۔

وہ سب کے سب ایک گوشے میں (اطاعت گذاروں کی طرح) جا کر بیٹھ گئے۔

یہ دیکھ کر متوکل کے وزیر نے کہا، یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ انھیں اس کٹہرے سے جلد نکال لیا جائے ورنہ، اگر یہ خبر عام ہوگئی تو غضب ہو جائے گا۔

متوکل نے کہا، اے ابوالحسن! میں نے کسی بُری نیت سے آپؑ کو اس میں نہیں بھیجا تھا، بلکہ آپؑ کی بات کا یقین کرنا چاہتا تھا۔ اچھا، اب آپؑ سیڑھی کے ذریعے سے باہر نکل آئیں۔

جب آپؑ سیڑھی کی طرف بڑھے تو وہ سارے شیر پھر آپؑ کے پاس آئے آپؑ کے کپڑوں کو مسح کرنے لگے۔

آپؑ نے سیڑھی کے پہلے زینہ پر قدم رکھ کر اشارے سے کہا، اب واپس جاؤ۔

وہ سب واپس ہو گئے۔ آپؑ اوپر آگئے۔ اور فرمایا:

اچھا، اب اگر اور کسی کو دعویٰ ہو کہ ہیں اولادِ فاطمہؑ میں سے ہوں تو وہ کٹہرے میں جا کر میری جگہ بیٹھ جائے۔

متوکل نے اُس عورت سے کہا، اس کٹہرے میں جا۔

اُس نے کہا، نہیں نہیں، واقعاً میں نے غلط دعویٰ کیا تھا۔ میں تو فلاں شخص کی بیٹی ہوں

متوکل نے حکم دیا، اس کو پکڑ کر درندوں کے کٹہرے میں ڈال دو۔

وہ ڈال دی گئی اور درندوں نے اسے چیر پھاڑ کر کھا لیا۔ (مختار الخرائج والجرائح)

(۴۲) مالِ کثیر کا مفہوم قرآن کی روشنی میں

ابوعبداللہ زیادی کا بیان ہے کہ جب متوکل کو زہر دیا گیا تو اُس نے نذر کی کہ اگر اللہ نے مجھے صحت دیدی تو میں مالِ کثیر تصدّق کروں گا

جب وہ صحتیاب ہوا، تو فقہاء نے مالِ کثیر کے متعلّق اختلاف کیا۔

اُس کے حاجب حسن نے کہا، یا امیر المومنین! اگر میں اس کا صحیح جواب لا دوں، تو آپ مجھے کیا انعام دیں گے۔

متوکل نے کہا دس ہزار درہم، ورنہ سَو کوڑے لگواؤں گا۔

حسن نے کہا مجھے منظور ہے۔

اِس کے بعد وہ حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السّلام کے پاس آیا اور آپؑ سے اس کے متعلّق دریافت کیا۔

آپؑ نے فرمایا: وہ اَسّی ۸۰ درہم تصدّق کرے۔

حاجب نے آکر متوکل کو بتایا:

اس نے کہا، اس کی وجہ کیا ہے ؟

وہ پھر امام علیہ السلام کے پاس آیا اور وجہ دریافت کی۔

آپؑ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے فرمایا ہے:

"لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ (سورہ برأت آیت ۲۵)

(اللہ نے کثیر مقامات پر تم لوگوں کی مدد کی)

جب ان مقامات کو شمار کیا گیا تو وہ اسّی مقامات ہوئے۔

حاجب نے جاکر متوکل کو بتایا۔ وہ خوش ہو گیا اور حاجب کو دس ہزار درہم عطا کیے۔

(۴۴) یحییٰ بن اکثم کے مسائل اور اُن کے جوابات

ایک مرتبہ متوکل نے ابن سکیت سے کہا کہ امام علی النقی علیہ السلام سے میرے سامنے مشکل مسائل پوچھ کر دیکھو۔

ابن سکیت نے امام علیہ السلام سے پوچھا، یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو عصا کا معجزہ، حضرت عیسیٰؑ، بیماروں کو صحت دینے اور مُردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن اور تلوار دیکر کیوں بھیجا ؟

حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے جواب دیا کہ چونکہ اُس زمانے میں سحر وجادو کا بڑا زور تھا، اِس لیے حضرت موسیٰؑ کو عصا اور ید بیضا کا معجزہ عطا فرمایا، جس کے مقابلے میں ان لوگوں کا سارا سحر وجادو باطل ہو گیا، اور اُن پر حجت تمام ہو گئی۔

حضرت عیسیٰؑ کے دور میں طب کا زور تھا، اس لیے اُن کو بیماروں کو صحت دینے اور مُردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ دیکر ان کے طب وغیرہ کو باطل کر دیا جس سے وہ لوگ مغلوب ہو گئے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تلوار اور اشعار کا بڑا زور تھا، اس لیے تلوار اور قرآن دیکر آنحضرتؐ کو اُن لوگوں پر اپنی حجت تمام کی اور اُن کے اشعار اور تلوار باطل ہو گئے۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا، اے ابن سکیت! ان کو بحث ومناظرے سے لگاؤ نہیں میں ان سے کچھ سوالات پوچھتا ہوں۔

یہ کہکر یحییٰ ابن اکثم نے ایک کاغذ اُن کو دیا جس میں بہت سے سوالات تھے۔

حضرت امام علی النقی علیہ السلام تمام سوالوں کے جوابات بولتے گئے اور ابن سکیت

سے فرمایا، اسے لکھتے جاؤ۔

(۱) تم نے قرآن مجید کی آیت قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ (سورۃ النمل آیت ۴۰)
کے متعلق سوال کیا ہے۔ توسنو! اس سے مراد آصف بن برخیا ہیں، اور ایسا نہیں ہے کہ صرف آصف بن برخیا کو جو (اسمِ اعظم) معلوم تھا وہ حضرت سلیمان کو معلوم نہ تھا، بلکہ وہ بھی جانتے تھے مگر وہ چاہتے تھے کہ اپنی امت کو جو جن و انس پر مشتمل تھی، بتادیں کہ میرے بعد یہ حجتِ خدا ہیں اور یہ (اسمِ اعظم) حضرت سلیمان کے پاس تھا جو آپ نے آصف بن برخیا کو حکمِ خدا سے سپرد فرمایا تھا تاکہ ان کی نیابت میں لوگ اختلاف نہ کریں اور لوگوں پر یہ دلیل مستحکم ہو جائے۔

(۲) تمھارا یہ سوال کہ حضرت یعقوبؑ نے اپنے فرزند کو سجدہ کیا۔؟
سنو! یہ سجدہ حضرت یوسفؑ کو نہ تھا، بلکہ حضرت یعقوبؑ اور ان کے فرزندوں نے یہ سجدہ اللہ کی اطاعت میں کیا تھا، اور حضرت یوسفؑ کو سلام کرنا تھا۔ جس طرح ملائکہ کا سجدہ حضرت آدمؑ کے لیے نہ تھا۔

پس حضرت یعقوبؑ اور ان کے فرزندوں کا سجدہ جس میں خود حضرت یوسفؑ بھی شریک تھے، اُن لوگوں کا اجتماعی سجدۂ شکر تھا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت یوسفؑ نے بوقت سجدۂ شکر یہ کہا تھا "رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ (سورۂ یوسف آیت ۱۰۱)
(پروردگارا! بیشک تو نے مجھے ملک میں سے (کچھ حصہ) عطا فرمایا)

(۳) تمھارا سوال اس آیت کے متعلق: فَاِنْ کُنْتَ فِیْ شَکٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ فَسْئَلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْکِتٰبَ (سورۂ یونس آیت ۹۴)
ترجمہ: (پس اگر تجھے اس میں شک ہے جو ہم نے تجھ پر نازل کیا، تو اُن سے پوچھ، جو کتاب پڑھتے ہیں۔)

اس کے مخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور اللہ نے جو آیات آپؐ پر نازل فرمائی تھیں اُن میں آپ کو کوئی شک نہ تھا، مگر جہلائے عرب یہ کہتے تھے کہ اللہ نے ملائکہ میں سے کسی کو نبی بنا کر کیوں نہ بھیجا اور اس کے اور دیگر لوگوں کے درمیان یہ فرق کیوں نہ رکھا کہ وہ نہ کھانا کھائے نہ پانی پیے اور نہ بازاروں میں گھومے پھرے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر یہ وحی نازل فرمائی کہ ان جہلائے عرب کے سامنے ان لوگوں سے پوچھو جو کتبِ سماوی کے پڑھنے والے ہیں، کیا اللہ نے کبھی کسی ایسے نبی کو اس سے پہلے بھیجا ہے جو کھانا نہ کھاتا تھا یا پانی نہیں پیتا تھا؟ پھر اُن ہی کی سیرت تو اے محمدؐ! تمھارے لیے بھی نمونۂ عمل ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ "اگر تم کو کوئی شک ہو"

تو آپؐ کو واقعتاً کوئی شک نہ تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ نے بر بنائے انصاف فرمایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آیۂ مباہلہ میں ارشاد فرمایا تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ
(سورۂ آلِ عمران آیت ۶۱)

ترجمہ: (آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ)

اگر آپؐ اس کی جگہ یہ فرماتے کہ آؤ مباہلہ کریں اور ہم تم لوگوں پر اللہ کی لعنت کی بددعا کریں تو وہ ہرگز مباہلہ کے لیے نہ آتے، حالانکہ اللہ بھی جانتا تھا کہ اس کا نبی اور اُس کا رسُول کاذبین میں سے نہیں ہے۔ اور اسی طرح اللہ کا رسول بھی جانتا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے وہ سچ ہے۔ مگر رسولؐ نے چاہا کہ وہ اپنی طرف سے انصاف کریں۔

(۴) تمہارا اس آیت کے متعلق سوال " لَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ ...." (سورۂ لقمان آیت ۲۷)

یہ ارشادِ قدرت کہ اگر تمام اشجار قلم بن جائیں، تمام سمندر روشنائی بن جائیں بلکہ اس میں سات دریا زمین سے پھوٹ کر مزید شامل ہو جائیں" ایسا ہی ہے جیسا طوفانِ نوحؑ میں ہوا تھا۔ پھر بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہو سکتے۔ اور وہ سات چشمے یہ ہیں۔

(۱) عینِ کبریت، (۲) عینِ یمن، (۳) عینِ برہوت، (۴) عینِ طبریہ (۵) عینِ حمّہ ماسیدان جس کو لسان بھی کہتے ہیں (۶) حمّہ افریقہ جس کو سیلان بھی کہتے ہیں اور عینِ باحوران (۷) اور ہم لوگ وہ کلمات ہیں کہ جن کے فضائل کا درک نہیں کیا جا سکتا اور نہ ان کا احاطہ کیا جا سکتا ہے۔

(۵) تمہارا سوال جنّت کے متعلق: تو اس میں کھانے پینے کی چیزیں ہوں گی، دلچسپی کے سامان ہوں گے، بلکہ ہر وہ شے ہوگی جس کی لوگ خواہش کریں گے اور ان کی آنکھوں کو بھلی لگیں گی۔ یہ تمام چیزیں اللہ نے وہاں ابنِ آدمؑ کے لیے مباح کر دی ہیں۔ مگر وہ درخت جس کے قریب جانے سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور اُن کی زوجہ کو منع کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ اس کا پھل نہ کھانا تو وہ شجرِ حسد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے عہد لیا تھا کہ ان لوگوں کو حسد کی نگاہ سے نہ دیکھنا جن کو اللہ نے تم دونوں سے افضل بنایا ہے۔

(۶) اور اس آیت کے متعلق تمہارا سوال: اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا"
(سورہ شوریٰ آیت ۵۰)

اس آیت کو ماقبل سے دیکھو، اس کا ترجمہ یہ ہے: اللہ جسے چاہتا ہے صرف لڑکے دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے صرف لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں دونوں ملا کر دیتا ہے)

اللہ تعالیٰ فرمانبردار اور اپنے مطیع بندوں کی ترویج کرتا ہے۔ اللہ ایسی بات ہرگز نہیں کہتا جس سے تمھیں شبہ اور ارتکاب محارم کی رخصت ہو۔

"وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا " (سورۃ الفرقان آیت ۶۹)

ترجمہ :" اور جو ایسا کرے گا وہ گناہ کی سزا پائے گا۔ قیامت کے دن دُہرے عذاب میں ماخوذ ہوگا اور اس میں ہمیشہ رہے گا۔ " بشرطیکہ اس نے توبہ نہ کرلی ہو۔

(۷) یہ سوال کہ وہ عورت کون سی ہے جس کی تنہا ایک ہی کی شہادت جائز ہے ؟ سنو! وہ قابلہ ہے مگر رضا کے ساتھ اگر اس میں ناخوشی ہے تو پھر کم از کم دو عورتیں، اس لیے کہ مرد یہ گواہی نہیں دے سکتا (یہ گواہی تو قابلہ یعنی دائی ہی دے سکتی ہے کہ اس نے لڑکا جنایا ہے یا لڑکی۔) اگر دو نہ ہوں صرف ایک ہی عورت ہو تو اس کا قول قسم کے ساتھ قبول ہوگا۔

(۸) اور خنثیٰ کے متعلق حضرت علی علیہ السلام کا قول تو وہ درست ہے۔ وہ مال کی میراث پائے گا" مگر کچھ عادل لوگ اس کو دیکھیں گے اور اس کی صورت یہ ہوگی، اُن عادلوں میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں آئینہ ہوگا اور خنثیٰ ان لوگوں کے پیچھے برہنہ کھڑا ہو جائے گا، وہ لوگ آئینہ میں اُس کے عضوِ مخصوص کو دیکھیں گے اور فیصلہ کریں گے۔

(۹) یہ مسئلہ کہ ایک شخص نے دور سے چرواہے کو کسی بکری یا بھیڑ کے ساتھ بدفعلی کرتے ہوئے دیکھا، اگر وہ اس بکری یا بھیڑ کو پہچانتا ہے تو اُس کو ذبح کرکے جلائے گا، اور اگر نہیں پہچانتا تو سارے گلّہ کو دو حصّوں میں تقسیم کرکے قرعہ اندازی کرے گا۔ جس حصّہ پر قرعہ آئے گا اس کو دو حصّوں پر تقسیم کرکے پھر قرعہ اندازی کرے گا، جس حصّہ پر قرعہ آئے گا، اس کو دو حصّوں پر تقسیم کرے گا اور اسی طرح جس حصّہ پر قرعہ آتا جائے گا، اس کو دو حصّوں پر تقسیم کرتا جائے گا "تا اینکہ دو باقی رہ جائیں، پھر اُن دونوں پر قرعہ ڈالے گا۔ جس پر قرعہ آجائے گا اس بکری یا بھیڑ کو ذبح کرکے جلا دے گا اور اس کو سہمِ امام میں شمار نہیں کرے گا، کیونکہ سہم امام، اللہ کا سہم ہے اس میں کمی نہ ہوگی۔

(۱۰) نمازِ فجر میں قرأت باآوازِ بلند کرنا اِس لیے ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، منہ اندھیرے قرأت باآوازِ بلند فرمایا کرتے تھے۔

(۱۱) جناب امیر المومنینؑ کا یہ کہنا کہ ابن صفیہ (زبیر بن العوام) کے قاتل کو جہنم کی خبر دیدو یہ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دشمن ہتھیار ڈال دے تو اس کو امن دو اور زبیر یوم جمل جناب امیر المومنینؑ کے سمجھانے پر میدان جنگ چھوڑ کر چلے گئے تھے، اور جناب امیر المومنینؑ نے اُنکے قاتل جرموز کو اس لیے قتل نہیں کیا، بلکہ معلوم تھا کہ یہ نہروان میں قتل ہوگا۔

(۱۲) تمہارا یہ سوال کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام جنگِ صفین میں آگے آکر مقابلہ کرنے والوں اور پیٹھ پھیر کر بھاگنے والوں سے جنگ کرتے تھے بلکہ ان کے زخمیوں کو بھی نہیں چھوڑتے تھے مگر جنگِ جمل میں آپؑ نے ایسا نہیں کیا، نہ بھاگنے والوں کا پیچھا کیا اور نہ زخمیوں کو قتل کیا، بلکہ حکم دیا تھا کہ جو شخص تلوار رکھ دے اور اسلحہ اُتار دے اُس کے لیے امن ہے۔

آپؑ نے فرمایا: بات یہ ہے کہ اہلِ جمل کے سردار قتل ہو چکے تھے، وہاں کوئی گروہ ایسا باقی نہ تھا کہ جس کے پاس یہ لوگ جائیں۔ لہٰذا سب لوگ بھاگ بھاگ کر اپنے اپنے گھر جا رہے تھے اب نہ اُن کا جنگ کا ارادہ تھا، اور نہ کسی حیلہ جوئی کا، نہ جاسوسی کا اور نہ ہی مقابلہ پر آنے کا۔ اِس لیے آپؑ نے حکم دیا کہ انھیں چھوڑ دو، ان کے لیے تلوار روک لینے اور انھیں جانے کا موقع دینے کا حکم اس لیے دیا کہ وہ آپؑ کے خلاف لڑنے کے لیے مددگار بُلانے نہیں جا رہے تھے۔

لیکن اہلِ صفین بھاگ بھاگ کر اپنے سردار کے پاس جاتے، وہ انھیں اسلحے دیتا انھیں پھر جنگ پر آمادہ کرتا، انعام و اکرام دیتا، پھر اپنے زخمیوں کی مرہم پٹی کر کے انھیں جنگ کے قابل بناتا، پیادوں کو مال دیتا، سواروں کو پوشاک دیتا، اور یہ لوگ پھر پلٹ کر میدانِ جنگ میں آتے تھے۔

اہلِ جمل کے واسطے، اہلِ بصرہ کو یہ حکم تھا کہ ان پر تلوار نہ چلاؤ، اِس لیے کہ اُنھوں نے اسلحے ڈال دیے ہیں، وہ کسی گروہ کے پاس مدد کے لیے نہیں جا رہے ہیں اور اہلِ صفین کے لیے یہ حکم تھا کہ ان کے بھاگنے والوں کا بھی پیچھا کرو، ان کے زخمیوں کو بھی نہ چھوڑو۔ اہلِ بصرہ اور اہلِ صفین دونوں برابر نہیں تھے کہ اُن دونوں کا حکم ایک ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر جناب امیر المومنین علیہ السلام اہلِ جمل اور اہلِ صفین کے لیے مختلف فیصلے نہ کر گئے ہوتے تو نافرمان اہلِ توحید کے گروہ سے کس طرح جنگ کرتے۔

(۱۳) ایک شخص نے آپؑ کے سامنے آکر لواطہ کا اقرار کر کے عرض کیا کہ مجھے اس گناہ کی سزا دیکر آخرت کے عذاب سے بچا دیا جائے۔

حالانکہ اس جرم کا نہ کوئی گواہ تھا، نہ شاہد، نہ حکومت نے اسے اس جرم میں پکڑا تھا

آپؑ نے فرمایا، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تین سزائیں بتائی ہیں بتا، ان میں سے تجھے کون سی سزا منظور ہے۔؟

اُس نے پوچھا، ان میں سب سے زیادہ سخت کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا، آگ میں جلانا۔

اُس نے کہا، مجھے منظور ہے، یہی سزا جاری فرمائیں۔

چنانچہ گڑھا کھودا گیا، اس میں آگ روشن کر دی گئی۔ اُدھر اُس نے دو رکعت نماز پڑھی

دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے اور رونا شروع کیا، اس قدر رویا کہ اس کو روتا دیکھ کر امیرالمومنینؑ بھی رونے لگے اور سارا مجمع رو پڑا۔

جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا، اے شخص اُٹھ، تو نے تو آسمان و زمین کے فرشتوں کو بھی رُلا دیا۔ جا، اللہ نے تیری توبہ قبول فرمالی، پھر ایسا گناہ کبھی نہ کرنا۔

سوال یہ ہے کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے اس سزائے شرعی کو معاف کیسے کر دیا؟

سنو! وہ امام جو اللہ کی جانب سے مقرر کیا گیا ہے، اگر اس کو شرعی سزا دینے کا حق ہے تو اُسے معاف کر دینے کا بھی حق ہے۔ کیا تم نے حضرت سلیمان پیغمبرِ خدا کا یہ قول نہیں سُنا کہ

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ • (سورہ صٓ آیت ۳۹)

ترجمہ: (یہ ہماری بے حساب عطا تھی۔ اب تو کسی کو عطا کر یا روک لے)

جب یحییٰ بن اکثم نے ان جوابات کو پڑھا تو متوکل سے بولا؛ میں چاہتا ہوں کہ اب ان سے کوئی مسئلہ نہ پوچھا جائے، اس لیے کہ اب جو مسئلہ ہوگا وہ ان مسائل سے آسان ہی ہوگا اور ان کے علم کے اظہار سے رافضیوں کو تقویت ہوگی۔ (مناقب جلد ۴ ص ۴۰۵ تا ص ۴۰۳)

(۴۵) سزا کے خوف سے اسلام لانا؟

جعفر بن رزق اللہ کا بیان ہے کہ:

متوکل کے پاس ایک نصرانی لایا گیا جس نے ایک زنِ مسلمہ سے زنا کیا تھا۔ متوکل نے اس پر حد جاری کرنے کا ارادہ کیا۔

اُس نصرانی نے کہا، میں اسلام لے آیا۔

یحییٰ بن اکثم نے فتویٰ دیا کہ ایمان گذشتہ گناہوں کو محو کر دیتا ہے (لہٰذا اب کوئی حد جاری نہیں کی جاسکتی)۔

بعض فقہاء نے کہا، اس پر تینوں قسم کی حدیں جاری ہونی چاہیے۔

متوکل نے حضرت امام علی النقی علیہ السلام سے یہ مسئلہ لکھ کر دریافت کیا۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اُسے اتنا مارو کہ مر جائے۔

جب یہ جواب دیگر فقہاء نے سُنا تو اُنھوں نے اعتراض کیا۔

متوکل نے آپؑ کے پاس لکھ کر اس کی وجہ اور تفصیل دریافت کی۔

آپؑ نے جواب میں یہ آیت تحریر فرمائی: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ • (سورہ غافر ۸۴)

ترجمہ: پس جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم ایک خدا پر ایمان لے آئے حالانکہ اور جن کو اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے، اب ہم اُن سے انکار کرتے ہیں۔ (مومن ۸۴ سورۃ آیت)

یہ جواب پاکر متوکل نے اس کو مارنے کا حکم دیا:
اس کو اتنا مارا کہ مر گیا۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ ص ۴۰۶-۴۰۵)

(۴۶) معرفتِ الٰہی، معرفتِ رسولؐ اور معرفتِ ائمہؑ پر ایک تفصیلی گفتگو

کتاب الدلائل میں ایوب سے روایت ہے:
اس کا بیان ہے کہ فتح بن یزید جرجانی نے مجھے بتایا کہ میں مکہ سے خراسان جارہا تھا اور آپؑ عراق تشریف لے جارہے تھے۔ راستہ میں مجھ سے ملاقات ہوگئی۔

آپؑ نے (امام علی النقی علیہ السلام نے) فرمایا: "جو اللہ سے ڈرتا ہے اُس سے لوگ ڈرتے ہیں اور جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے اُس کی لوگ اطاعت کرتے ہیں"۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں نے آپؑ کے پاس پہونچنے کی کوشش کی، اور جب آپؑ کی خدمت میں پہونچ گیا تو سلام بجالایا۔

آپؑ نے جوابِ سلام دیا اور فرمایا: بیٹھ جاؤ۔

پھر آپؑ نے بغیر میرے کچھ کہے ہوئے، خود ہی ارشاد فرمایا: اے فتح! سنو "جو شخص اپنے خالق کی اطاعت کرتا ہے وہ مخلوق کی ناراضگی کی پروا نہیں کرتا۔ جو اپنے خالق کو ناراض کرتا ہے یقین کرو کہ اللہ اُسے مخلوق کی ناراضگی کے حوالے کر دیتا ہے۔ خالق کی صرف وہی تعریف کی جاسکتی ہے جو تعریف خود اس نے اپنی ذات کے متعلق بتائی ہے۔ مگر حواس اس کے ادراک سے قاصر ہیں۔ اوہام اس تک پہونچ نہیں سکتے ممکن نہیں کہ خیال اُس کا احاطہ کرسکے اور آنکھیں اُس کی حدود معلوم کرسکیں، تعریف کرنے والے جو اُس کی تعریف کرتے ہیں، وہ اُس سے کہیں بالا ہے، توصیف کرنے والے جو اُس کی توصیف کرتے ہیں وہ اُس سے بلند ترین ہے، وہ دور ہونے کے باوجود قریب ہے، اور قریب ہونے کے باوجود دور ہے، وہ کیف الکیف ہے، اُس کے لیے کَیفَ (کیسا) نہیں کہا جاسکتا، وہ اَین الاین ہے اُس کے لیے اَینَ (کہاں) نہیں کہا جاسکتا۔ وہ واحد ہے صمد ہے، نہ اُس کا کوئی والد ہے، نہ وہ کسی کا والد ہے، اور اُس کا کوئی ہمسر و کفو نہیں ہے کیسی جلیل ہے اُس کی ذاتِ گرامی۔

(اللہ تو پھر اللہ ہی ہے) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کُنہِ حقیقت کیسے بیان

ہوسکتی ہے جبکہ اُس ربِّ جلیل نے آپؐ کو اپنے اسم کا قرین (ساتھی) بنایا، اور اپنی عطا میں آپؐ کو شریک کیا، جو شخص آپؐ کی اطاعت کرے گا، اُس کی اطاعت کی جزا وہ اُسے ضرور عنایت فرمائے گا۔ چنانچہ اُس نے اپنی عطا میں شریک کرنے کے متعلق یہ فرمایا: وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ (سورۃ برأت آیت ۷۴)

ترجمہ: (اور انھوں نے صرف اس لیے مخالفت کی کہ اللہ اور اُس کے رسولؐ نے انھیں غنی کر دیا اپنے فضل سے۔)

اور اپنے رسولؐ کی اطاعت کے متعلق ان لوگوں کے قول کو نقل کیا ہے جو جہنّم کے مختلف طبقات میں عذاب پائیں گے۔ " یٰلَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰہَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝

(سورۃ الاحزاب آیت ٦٦)

ترجمہ: (کاش، ہم نے اللہ کی اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کی ہوتی۔)

پھر اُن لوگوں کی بھی کُنہ (حقیقت) کیسے بیان ہوسکتی ہے جن کی اطاعت کو اللہ نے رسولؐ کی اطاعت کے برابر اور قرین قرار دیا۔ چنانچہ فرماتا ہے:

" اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ

(سورۃ النساء آیت ۵۹)

ترجمہ: (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور (اطاعت کرو) اُن کی جو تم میں صاحب الامر ہیں)

نیز فرمایا: " وَلَوْ رَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓی اُولِی الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ ط (سورہ النساء آیت ۸۳)

ترجمہ: (اور اگر وہ اُس کو رسولؐ کے اور اپنے میں سے صاحبانِ امر کے سامنے پیش کر دیتے تو اُن میں سے تحقیق کرنے والے لوگ اُس کی حقیقت جان لیتے۔)

پھر فرمایا: " اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا

(سورہ النساء آیت ۵۸)

ترجمہ: (بیشک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو اُن کے مالکوں کی طرف لوٹا دیا کرو۔)

نیز فرمایا: " فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ "

(سورۃ النحل آیت ۴۳)

ترجمہ: (پس تم اہلِ ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے)

اے فتح! جس طرح ربِّ جلیل کا نہ وصف بیان کیا جاسکتا ہے، نہ رسول و خلیل کا

نہ اولادِ بتول (جنابِ فاطمہ کی اولاد کا) کا، اسی طرح اُس مومن کا بھی وصف بیان نہیں ہو سکتا جو ہمارے امرِ امامت کو تسلیم کرتا ہے۔ ہمارے نبیؐ افضل الانبیاء ہیں ہمارے خلیل تمام خلیلوں سے افضل ہیں اور ہم میں سے جو وصی ہے وہ تمام اوصیاء سے زیادہ مکرم ہے۔ اُن دونوں شہزادوں کے اسماء، افضلِ اسماء، اور ان کی کنیت تمام کنیتوں سے افضل و بہترین ہے۔

سنو! اگر ہم یہ طے کر لیتے کہ اپنے کفو کے سوا کسی کو اپنے برابر نہ بٹھائیں گے یا، یہ طے کر لیتے کہ اپنے کفو کے سوا کسی سے تزویج و نکاح نہ کریں گے، تو پھر کوئی ایسا نہیں تھا کہ جس کو اپنے برابر بٹھاتے اور کوئی ایسی عورت کفو نہ ملتی جس سے ہم عقد کرتے۔ یہ لوگ سب سے زیادہ متواضع، سب سے زیادہ حلیم، سب سے زیادہ سخی تھے، ان دونوں کے اوصیاء کو ان ہی دونوں کا علم میراث میں ملا ہے۔ پس جو امر ہو اس میں ان دونوں کی طرف رجوع کرو اور ان کے اوصیاء کے سپرد کرو۔ اللہ تم پر رحم کرے، اگر تم چاہو گے تو اللہ اُن کی موت کی طرح تمھیں موت دے گا، اور اُن کی زندگی کی طرح تمھیں زندگی دے گا۔

فتح کا بیان ہے کہ، پھر میں وہاں سے نکلا، دوسرے دن میں نے پھر آپؑ کے پاس تک پہونچنے کی کوشش کی، پہونچ گیا اور سلام عرض کیا۔ آپؑ نے جوابِ سلام دیا۔

میں نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! اگر اجازت ہو تو ایک سوال پوچھوں، جو رات بھر میرے دل میں گردش کرتا رہا ہے؟

آپؑ نے فرمایا، پوچھو، لیکن میں اس کی وضاحت کروں یا خاموش رہوں بہرصورت مجھے اختیار ہے۔ دیکھو! اپنی نگاہ صحیح رکھنا اور تمہارے سوال کا جو جواب دوں اُسے اچھی طرح دل لگا کر سُننا، پھر ایسا سوال نہ پیش کرنا جس کا جواب سُنتے سُنتے تم بھی تھک جاؤ اور بولتے بولتے میں بھی تھک جاؤں، کیونکہ عالم اور متعلم رُشد و ہدایت میں دونوں شریک ہیں، اُن دونوں کو نصیحت پر مامور کیا گیا ہے اور فریب سے منع کیا گیا۔

لیکن وہ چیز جو تمھارے دل میں گردش کر رہی ہے اسے عالمِ (اہلبیت) چاہے تو بتادے، اِس لیے کہ جو علم رسول اللہ کے پاس تھا وہ اس عالم کے پاس بھی ہے، اِس لیے کہ اللہ اپنے غیب پر صرف اسی کو مطلع فرماتا ہے جس کو رسالت کے لیے منتخب کر لیا ہے۔ لہٰذا جو کچھ رسولؐ کے پاس ہے وہ سب (امام) عالم کے پاس ہے اور ہر وہ چیز جس کا علم رسولؐ کو ہے، رسولؐ کے اوصیاءؑ کو بھی اس کا علم ہے، تاکہ زمین حجتِ خدا سے خالی نہ رہے اور اُس کا علم اُس کے قول کی تصدیق اور جوازِ عدالت پر دلیل ہے۔

اے فتح! کیا ایسا تو نہیں ہے کہ شیطان نے تمھیں التباس (شک) میں ڈال دیا ہو

اور جو راز میں نے تمھارے سپرد کیا ہے یا جو باتیں میں نے تمھیں بتائی ہیں اس کے اندر تم کو شک اور وہم ہو گیا ہو اور تم نے کہا ہو کہ جب یہ لوگ ایسے ہیں تو پھر یہی رب ہیں۔

خدا کی پناہ (ایسا نہ سمجھنا) کیونکہ یہ لوگ اللہ کی مخلوق ہیں، ان کا بھی رب اللہ ہی ہے، یہ لوگ بھی اللہ کی اطاعت کرتے ہیں، مال رکھتے ہیں، رغبت رکھتے ہیں۔ لہٰذا اگر شیطان تمھارے پاس بہکانے کے لیے آئے تو میں نے جو باتیں بتائی ہیں اُن سے اُس کا قلع قمع کر دینا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، مولا! میں آپؑ پر قربان، آپؑ نے میری مشکل حل فرمادی اور شیطان نے جو وسوسہ پیدا کر دیا تھا، آپؑ نے اس کی وضاحت فرمادی اور اب میرے دل میں کوئی وسوسہ نہیں رہا۔ واقعاً میرے دل میں یہی خیال آیا تھا کہ آپ لوگ رب ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام سجدے میں گئے اور یہ کہتے رہے: "اے میرے خالق! میں تیری بارگاہ میں نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ اپنی ناک زمین پر رکھے ہوئے ہوں۔"

آپؑ یونہی مسلسل سجدے میں رہے یہانتک کہ رات گذر گئی۔

پھر آپؑ نے فرمایا، اے فتح! تم بھی ہلاکت میں پڑنے والے ہی تھے۔ مگر سنو! جو لوگ حضرت عیسیٰ کے بارے میں گمراہ ہوئے اس سے حضرت عیسیٰ کو کوئی ضرر نہیں پہونچا۔ اچھا، اللہ تم پر رحم فرمائے، اب اگر تم جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔

پھر میں وہاں سے نکلا اور اس بات پر بہت خوش تھا کہ اللہ نے ہمارے سارے وسوسے دور کر دیے اور واقعاً یہ لوگ وہی ہیں جو آپؑ نے بتایا ہے۔ اس پر میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

اب اس کے بعد جب دوسری منزل آئی تو میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ آپؑ تکیے کے سہارے بیٹھے ہوئے ہیں، سامنے کچھ بھنے ہوئے گیہوں ہیں جنھیں تناول فرما رہے ہیں۔ میرے دل میں شیطان نے پھر وسوسہ پیدا کیا کہ ان لوگوں کو کھانا پینا مناسب نہیں، اس لیے کہ یہ نقص کی دلیل ہے اور امام میں کوئی نقص نہیں ہوتا۔

آپؑ نے فرمایا، بیٹھو! اے فتح، سنو! ہم لوگ بھی رسولوں کی سیرت پر عمل کرتے ہیں، وہ لوگ بھی کھاتے، پیتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ ہر جسم کو غذا کی ضرورت ہے سوائے اُس خالق و رازق کے، اس لیے کہ وہ جسم نہیں رکھتا، نہ اس میں اجزا کی شمولیت ہے اور نہ اس میں زیادتی و کمی کا تصوّر ہے۔ وہ اپنی ذات میں ان تمام چیزوں سے مبرّا ہے۔ اس کی ذات جسم سے مرکب نہیں ہے، وہ واحد ہے، احد ہے، صمد ہے، نہ وہ کسی کا والد ہے، نہ اس کا کوئی والد ہے، اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔ وہ موجدِ اشیاء ہے، جسم کو جسم سے بنانے والا ہے، وہ سننے والا ہے، جاننے والا ہے

لطیف و خبیر ہے، رؤف و رحیم ہے، وہ پاک اور برتر ہے، اُن تمام باتوں سے جو اس کے متعلق ظالم لوگ کہتے ہیں، وہ بہت زیادہ پاک اور برتر ہے۔

اگر وہ ایسا ہی ہوتا جیسا، یہ ظالم لوگ اس کا وصف بیان کرتے ہیں تو پھر رب اور مربوب میں، خالق اور مخلوق میں، موجد اور اس کی ایجاد کردہ چیز میں فرق ہی کیا رہ جاتا لیکن اس نے اپنے اور اپنے بنائے ہوئے اجسام میں دیگر اشیاء کے درمیان فرق رکھا ہے۔ اس لیے کہ وہ نہ اُن چیزوں سے مشابہ ہے جو نظر آتی ہیں اور نہ کوئی چیز اُس سے مشابہ ہے۔ (کشف الغمہ جلد ۳ صفحہ ۲۴۷ تا ۲۵۱)

(۴۷) = یزداد طبیب

محمد بن جریر طبری کہتا ہے کہ مجھ سے ابوالحسن محمد بن اسمٰعیل بن احمد قہقلی کاتب سر من رائے نے ۳۳۸ھ میں بتایا کہ اس کے باپ نے یہ واقعہ اس سے بیان کیا تھا جبکہ وہ سر من رائے میں تھا اور درب الحصا میں کہیں جا رہا تھا کہ بختیشوع کا شاگرد یزداد طبیب نصرانی موسیٰ بن بغا کے گھر سے واپس آتا ہوا نظر آیا۔ ہم دونوں ساتھ ساتھ چلنے لگے اور اسی دوران میں گفتگو بھی ہوتی رہی۔

اُس نے کہا، تم اس دیوار کو دیکھتے ہو؟ اس کا مالک کون ہے؟

میں نے پوچھا، کون ہے اس کا مالک؟

اُس نے کہا، اگر مخلوق میں کوئی عالم الغیب ہے تو وہ یہ ہیں۔

میں نے پوچھا، وہ کیسے؟

اُس نے کہا، ایک ایسی تعجب خیز بات تمھیں بتاتا ہوں جسے تم نے یا کسی اور نے کبھی نہ سُنا ہوگا، مگر اس کا اقرار کرو کہ تم کسی سے نہ کہوگے، اس لیے کہ میرا پیشہ طبابت ہے سلطان کا علاج کرتا ہوں، میں نے سُنا ہے خلیفہ نے ان کو حجاز سے یہاں بُلا لیا ہے، اُس کو ڈر ہے کہ لوگ ان کی طرف مائل ہو گئے تو خلافت خاندانِ بنی عباس سے چلی جائے گی۔

میں نے کہا، اطمینان رکھو میں کسی سے نہ کہوں گا، بتاؤ کیا بات ہے؟

اُس نے کہا، سنو! میں چند دن ہوئے ان سے ملا تھا۔ وہ سیاہ گھوڑے پر سوار اور سیاہ لباس پہنے ہوئے، خود اُن کا رنگ بھی سیاہی مائل تھا میں اُن کو دیکھتے ہی تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا۔ دل میں کہا مسیح کی قسم میرے منہ سے کسی کے لیے کوئی بات نہیں نکلی، مگر ان کا لباس بھی سیاہ گھوڑا بھی سیاہ اور رنگ بھی سیاہ۔ یعنی سیاہی در سیاہی در سیاہی۔

جب آپؑ گھوڑا بڑھاتے ہوئے میرے پاس پہونچے تو تیز نظر سے میری طرف دیکھا اور فرمایا:

تیرا دل سیاہ ہے جس کی وجہ سے تو اپنی آنکھوں سے سیاہی در سیاہی دیکھ رہا ہے۔

میرے والد نے کہا، خیر، یہ بات تم بھی کسی سے نہ کہنا، مگر، یہ بتاؤ کہ پھر تم نے کیا کیا اور کیا کہا؟

وہ بولا، میں نے بہت سوچا، لیکن کوئی جواب بن نہ پڑا۔ بالآخر کہا، آپؑ کا دل سفید ہے۔ آپ نے فرمایا، واللہ اعلم۔

میرے والد کا بیان ہے کہ جب یزداد بیمار ہوا تو اس نے آدمی بھیج کر مجھے بلایا اور کہا، سنو! میرا قلب پہلے سیاہ تھا، اب سفید ہو گیا ہے "میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے اُس کا کوئی شریک نہیں، محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور علیؑ بن محمدؐ تمام مخلوقات پر اللہ کی حجت ہیں، یہ ناموسِ اعظم ہیں۔

اس کے بعد یزداد اسی بیماری میں مر گیا اور میں نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

• زید بن علی بن الحسین بن زید سے روایت ہے۔ انکا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ بیمار ہوا تو رات کے وقت طبیب آیا اور ایک دوا تجویز کی کہ میں اُسے صبح کے وقت استعمال کروں لیکن وہ دوا شب کے وقت مجھے حاصل نہ ہو سکی اور طبیب چلا گیا۔ اتنے میں حضرت امام علی النقیؑ کے ایک صحابی آئے اُن کے ہاتھ میں ایک پڑیا تھی جس میں بعینہ وہی دوا تھی۔

اُنھوں نے کہا کہ حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام نے تم کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ دوا استعمال کرو۔

میں نے استعمال کیا اور اچھا ہو گیا۔ (ارشاد ص ۳۱۲ مناقب جلد ۴ ص ۴۰۱)

بحار الانوار

باب ۴

خلفائے وقت

ANSAR

۱ ـــــ خلفائے وقت

آپؑ کے زمانۂ امامت میں معتصم کی حکومت کا بقیہ حصہ پھر واثق، متوکل، منتصر، مستعین و معتز کی حکومتیں رہیں۔ معتمد کے آخری دور میں آپؑ زہر سے شہید کیے گئے۔ اور ابن بابویہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کو معتمد نے زہر دیا۔ (مناقب جلد ۴ صفحہ ۴۰۱)

• روایت کی گئی ہے کہ متوکل ۳ شوال ۲۴۷ھ میں قتل کیا گیا اور یہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی امامت کا ستائیسواں سال تھا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے محمد بن جعفر المنتصر کی بیعت کی گئی۔ مگر وہ سات ماہ حکومت کر کے مرگیا۔ پھر احمد المستعین بن متوکل کی بیعت کی گئی۔ اس کی حکومت چار سال رہی۔ اس کے بعد وہ خلافت سے نا اہل قرار دے کر ہٹا دیا گیا اور المعتز بن متوکل کی بیعت کی گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کا نام زبیر تھا۔ اس کی بیعت ۲۵۲ھ میں کی گئی اور یہ حضرت امام ابوالحسن، علی النقی علیہ السلام کی امامت کا بتیسواں سال تھا۔ ۲۵۴ھ میں آپؑ نے اپنے فرزند حضرت ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام کو بلایا اور ان کو نور و حکمت مواریثِ انبیاء اور بزرگوں کے اسلحے سپرد کیے۔ ان کی امامت پر نص فرمایا، اور اپنے ثقہ اصحاب کے سامنے ان کو اپنا وصی بنایا، پھر دنیا سے رخصت ہوئے۔ اس وقت آپؑ کا سن چالیس سال کا تھا۔ آپ سرمن رائے میں دفن کیے گئے۔ (عیون المعجزات)

۲ ـــــ متوکل کا ارادۂ قتل

ابو سعید سہل بن زیاد کا بیان ہے کہ میں سامرہ میں ابوالعباس فضل بن احمد بن اسرائیل کاتب کے گھر میں تھا، وہاں حضرت ابوالحسن علیہ السلام کا ذکر چھڑا تو اُس نے کہا: اے ابو سعید! میں تم سے ایک واقعہ بیان کروں جو میرے والد نے مجھ سے بیان کیا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ ہم لوگ معتز کے ساتھ تھے میرے والد اس کے کاتب تھے ایک مرتبہ ہم لوگ ان کے گھر گئے، دیکھا کہ متوکل اپنے تخت پر بیٹھا ہے معتز نے سلام کیا اور کھڑا ہو گیا

میں اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اس سے پیشتر جب معتز جاتا تو متوکل اس کو مرحبا کہتا اور بیٹھنے کے لیے کہتا، مگر اس بار اُس نے کچھ نہ کہا، معتز کو کھڑے کھڑے بہت دیر ہو گئی، وہ ایک پاؤں اُٹھاتا تو دوسرا رکھتا، مگر متوکل نے بیٹھنے کی اجازت نہ دی۔ میں نے دیکھا کہ متوکل کا چہرہ ہر لمحہ بدلتا جاتا ہے۔

وہ فتح بن خاقان کی طرف رُخ کر کے کہتا ہے، تم اسی شخص کے متعلق طرح طرح کی صفائی پیش کرتے ہو۔؟

فتح اس کے غصّے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے، یا امیرالمومنین! ان پر جھوٹ الزامات لگائے گئے ہیں۔

یہ سن کر وہ اور جل اُٹھتا اور کہتا ہے، واللہ، میں اس ریاکار زندیق کو ضرور قتل کروں گا۔ وہ غلط دعویٰ کر کے میری سلطنت میں رخنے ڈالتا ہے۔

اِس کے بعد اُس نے حکم دیا کہ چار خزری سپاہیوں کو بلاؤ۔

جب وہ آ گئے تو ان کو چار تلواریں دیں اور کہا، تم لوگ اپنی زبان میں باتیں کرنا اور جب ابوالحسن آئیں تو اپنی تلواروں سے اُن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔!

اس نے یہ بھی کہا کہ میں قتل کے بعد ان کی لاش کو نذرِ آتش بھی کر دوں گا۔

اس وقت میں پردے کے پاس معتز کے پیچھے کھڑا ہوا تھا کہ یکایک حضرت ابوالحسن علیہ السلام اندر داخل ہوئے اور لوگ دوڑے ہوئے آئے کہ وہ آ گئے وہ آ گئے۔ میں نے نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ آپؑ کے دونوں لب حرکت میں ہیں اُن پر کسی قسم کا خوف و ہراس نہیں ہے۔

متوکل نے جب آپؑ کو دیکھا تو فوراً تخت سے کود پڑا اور آگے بڑھ کر ان کی پیشانی اور ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہنے لگا۔ اے ہمارے سیّد! اے فرزندِ رسولؐ! آپ نے اِس وقت آنے کی کیسے زحمت کی۔؟

آپؑ نے فرمایا، آپ کا آدمی پہونچا تھا۔ اُس نے کہا تھا متوکل آپؑ کو بلاتے ہیں۔

متوکل نے کہا، وہ حرامزادہ جھوٹا ہے یا سیّدی! آپؑ کو زحمت ہوئی، تشریف لے جائیں۔ اے فتح، اے عبیداللہ، اے معتز! اپنے اور میرے سیّد کو گھر تک پہونچا کر آؤ۔

اِدھر جب خزری سپاہیوں نے آپؑ کو دیکھا تو مارے خوف کے سجدے میں گر گئے تھے۔

آپؑ جا چکے تو متوکل نے ان سپاہیوں کو بلایا ترجمان سے کہا، ان سے پوچھو کہ ان کو جو حکم دیا گیا تھا اس پر عمل کیوں نہیں کیا۔؟

انھوں نے جواب دیا کہ اُن کی اتنی شدید وعظیم ہیبت تھی کہ جو سو تلواروں میں بھی نہ ہوگی، ہم خود کو قابو میں نہ رکھ سکے اور اسی ہیبت کی وجہ سے ہم آپ کے حکم کی تعمیل نہ کر سکے۔ اُن کی ہیبت ہمارے دلوں پر چھا گئی۔

متوکل نے کہا، اے فتح! یہ ہیں تمہارے امام۔

یہ کہہ کر متوکل فتح کو دیکھ کر ہنسنے لگا اور فتح متوکل کو دیکھ کر ہنسنے لگا اور بولا:
اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے اُن کے چہرے کو روشن اور پُر ہیبت بنا کر لوگوں کے دلوں پر ان کا سکّہ بٹھا دیا اور اُن کو اپنی حجّت ظاہر کر دیا۔

(مختار الخرائج والجرائح ص ۲۱۲، ۲۱۳)

(۳) ــــ ارادۂ گرفتاری

ایک بطحانی نے متوکل کے پاس حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کی چغلی لگائی کہ اُنھوں نے بہت سے اسلحے اور اموال جمع کر رکھے ہیں

متوکل نے اپنے حاجب سعید سے کہا، رات کے وقت ان کے گھر پر چھاپہ مارو اور اس میں جتنے اسلحے اور اموال ہوں وہ سب لیکر آؤ۔

ابراہیم بن محمد کہتا ہے کہ سعید حاجب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں شب کے وقت حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے گھر پہونچا، میرے ساتھ سیڑھی تھی جس کے ذریعے چھت پر چڑھ گیا اور شب کے اندھیرے میں اندر اترا، مگر سمجھ میں نہ آتا تھا کہ گھر کے اندر کیونکر جاؤں۔

اتنے میں حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے گھر میں سے آواز دی، اے سعید! اپنی جگہ کھڑے رہو، میں شمع لا رہا ہوں۔

فوراً آپ شمع لیکر تشریف لائے میں نے دیکھا کہ آپ کے جسمِ مبارک پر ایک صوف کا جُبّہ ہے، صوف کی ٹوپی ہے، ایک چٹائی پر مصلّے ہے آپ قبلہ رُو ہیں۔

مجھ سے کہا یہ سارا گھر تمھارے سامنے ہے۔ دیکھ لو۔

میں نے اندر جا کر ہر حجرے کی تفتیش کی مگر اس میں کچھ نہ ملا۔ ہاں ایک بدرہ تھا جس پر متوکل کی ماں کی مہر لگی ہوئی تھی اور اس کے ساتھ ایک کیسہ بھی تھا اس پر بھی مہر تھی۔

پھر حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا، یہ مصلّے ابھی سامنے ہے اسے بھی دیکھ لو۔

میں نے مصلّے اُلٹ کر دیکھا، ایک تلوار نیام میں رکھی ہوئی ملی میں یہ تمام چیزیں لیکر متوکل کے پاس آیا۔

جب اس نے بدرہ (تھیلی) پر اپنی ماں کی مُہر دیکھی تو ماں کو بُلایا اور پوچھا: یہ بدرہ آپ نے امام ابوالحسنؑ کے پاس بھیجا تھا؟

اُس کی ماں نے کہا، ہاں جب تم بیمار تھے تو میں نے نذر کی تھی کہ اگر تم اچھے ہو گئے تو میں حضرت امام ابوالحسنؑ کو دس ہزار دینار دوں گی۔

اُس نے دوسرا کیسہ کھولا، تو اس میں چار سو دینار تھے۔

متوکل نے حکم دیا کہ اس بدرہ کے ساتھ ایک دوسرا بدرہ اور شامل کیا جائے، یہ بدرہ، کیسہ اور تلوار سب حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو لیجا کر واپس کر دی جائیں۔

میں نے یہ سب اُٹھا کر آپؑ کی خدمت میں پیش کیے اور اظہارِ ندامت کیا، اور عرض کیا، یا سیدی! مجھے آپؑ کے گھر میں بغیر آپؑ کی اجازت کے داخل ہونا پسند نہ تھا، مگر کیا کرتا مجھے یہی حکم دیا گیا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۝
(سورہ شعراء آیت آخری)

- دعوات راوندی میں بھی اسی کے مثل روایت ہے۔

(۴) — آپؑ کی اسیری اور پھر ارادۂ قتل

ابو سلیمان نے ابن اورمہ سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ دورِ متوکل میں سر من رائے گیا اور جب سعید حاجب کے پاس پہونچا۔ متوکل نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو قتل کرنے کے لیے اس کے حوالے کیا تھا

اُس نے کہا، کیا تم اپنے اللہ کو دیکھنا چاہتے ہو۔؟

میں نے کہا، پاک ہے وہ اللہ جس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔

اُس نے کہا، مگر اسی کو تو تم لوگ سمجھتے ہو کہ یہ تمہارا امام ہے۔

میں نے کہا، یہ کتنی بُری بات تم نے کہی۔

اُس نے کہا، مگر نے اس کے قتل کا حکم دیدیا ہے اور کل ہی ایسا کرنے والا ہوں اس وقت اُس کے پاس ایک قاصد گیا ہوا ہے۔ جب وہ نکل آئے تو تم چلے جانا۔

جب قاصد نکل آیا تو مجھ سے کہا، اب تم اندر جاؤ۔

میں اُس گھر کے اندر داخل ہوا جس میں آپؑ قید تھے۔ دیکھا کہ آپؑ کے پہلو میں قبر کھُدی ہوئی ہے۔ میں نے قریب پہونچ کر آپؑ کو سلام کیا اور زار و قطار رونے لگا۔

آپؑ نے پوچھا، کیوں روتے ہو ؟
میں نے عرض کیا، جو کچھ دیکھ رہا ہوں اُس پر روتا ہوں۔
آپؑ نے فرمایا، اس کے لیے نہ روؤ، یہ لوگ اِس وقت ہرگز ایسا نہ کرسکیں گے۔
یہ سن کر مجھے سکون ہوا۔
آپؑ نے فرمایا، دو دن بھی نہ گذریں گے کہ اللہ اس کا اور اس کے ساتھی کا خون بہادے گا جس کو تم باہر دیکھ آئے ہو۔
راوی کا بیان ہے کہ بخدا، واقعاً دو دن بھی نہیں گذرے کہ وہ قتل کردیا گیا۔
(الخرائج والجرائح ص ۲۱۲)

• مسعودی نے اپنی کتاب "مروج الذہب" میں تحریر کیا ہے کہ متوکل کے پاس کسی نے حضرت علی بن محمد علیہ السلام کی چغلی لگائی، کہ آپؑ کے گھر میں خطوط اور اسلحے ہیں جو قم کے شیعوں نے آپؑ کے پاس بھیجے ہیں اور اُن کا ارادہ ہے کہ حکومت پر قبضہ کریں۔
یہ سن کر متوکل نے ترکوں کا ایک دستہ روانہ کیا جس نے آپؑ کے گھر پر رات کو حملہ کردیا، مگر انھیں آپؑ کے گھر میں کچھ نہ ملا۔ انھوں نے دیکھا کہ آپؑ ایک بند حجرے میں صوف کی بنڈی پہنے ہوئے ریت اور سنگریزوں پر بیٹھے ہوئے ہیں اللہ سے لَو لگائے ہوئے تلاوتِ کلامِ پاک کررہے ہیں وہ لوگ اسی حال میں پکڑ کر آپؑ کو متوکل کے پاس لے گئے اور کہا، ہمیں اُن کے گھر میں سے تو کوئی چیز نہیں ملی بس یہ دیکھا، یہ قبلہ رُو بیٹھے ہوئے قرآن پڑھ رہے ہیں۔ اور متوکل اس وقت شراب کی محفل میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں شراب کا پیالہ تھا۔ آپؑ جب اس کے سامنے گئے تو آپ کو دیکھتے ہی اس پر ہیبت سی طاری ہوگئی اُس نے آپؑ کو اپنے پہلو میں بٹھالیا اور اپنے ہاتھ کا پیالہ آپؑ کی طرف بڑھایا۔
آپؑ نے فرمایا، میرا گوشت اور خون کبھی شراب سے آلودہ نہیں ہوا، مجھے معاف کر
اُس نے کہا، اچھا خیر شراب نہ پیجیے مگر کوئی شعر تو سنائیے۔
آپؑ نے فرمایا، مجھے شعر بہت کم یاد ہیں۔
اُس نے کہا، اب تو آپؑ کو سُنانا پڑے گا۔
آپؑ نے فرمایا، اچھا، سنو ! (اور پھر آپؑ نے یہ اشعار سُنائے جن خلاصہ یہ ہے)
" کچھ لوگ ایسے عالی مرتبہ تھے جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر شب بسر کرتے تھے مگر ان چوٹیوں نے اُن کو کوئی فائدہ نہ دیا۔ اور اس اعزاز اور شان وشوکت کے بعد وہ ایسے گرے کہ گوشۂ قبر میں پہونچ گئے۔ اور واقعاً ان کے لیے یہ کیتنی بُری منزل ہے۔ اُن کے قبر میں

دفن ہونے کے بعد منادی نے ندا دی، بتاؤ وہ زیورات، وہ تمھارا تاج، وہ تمھارے حُلّے کہاں ہیں؟ وہ تمھارے نرم و نازک چہرے کہاں ہیں جن کے لیے پردے پڑے رہتے تھے۔؟

قبر اُن کی طرف سے جواب دے گی کہ اب تو اُن ہی چہروں پر کیڑے رینگ رہے ہیں۔ اُنھوں نے ایک طویل عرصہ تک کھایا اور پیا ہے، مگر اس کھانے اور پینے کے عوض آج ان کو خود کھایا جا رہا ہے۔"

یہ اشعار سن کر متوکل کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور اتنا رویا کہ ساری داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ اور حاضرین بھی رونے لگے۔ پھر اُس نے حضرت علی بن محمّد علیہ السّلام کو چار ہزار دینار دیے اور عزت و احترام کے ساتھ آپؑ کے گھر آپؑ کو رخصت کیا۔

- کراچکی نے کنز الفوائد میں تحریر کیا ہے، پھر متوکل نے اپنے ہاتھ کا پیالہ زمین پر پٹک دیا، اور اس دن اس کی شراب نوشی کا مزا کرکرا ہوگیا۔ (کنز الفوائد کراچکی)

(تذکرہ سبطِ ابن جوزی ص۲۰۳)

(۵) مدینہ سے روانگی

یحیٰی بن ہرثمہ سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ متوکل کو حضرت امام علی النقی علیہ السّلام کے متعلق کچھ غلط اطلاعات پہونچیں، تو اُس نے مجھے آپؑ کو لانے کے لیے مدینہ بھیجا۔ جب میں (مع اپنی فوج کے) وہاں پہونچا تو اہلِ مدینہ زار و قطار رونے اور چیخنے چلّانے لگے، اتنا رونا اور چیخنا تو میں نے زندگی میں کبھی نہ سُنا تھا۔ میں نے ان کو تسکین دی اور حلف سے کہا کہ مجھے ان کو کوئی گزند پہونچانے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔

میں نے وہاں پہونچ کر آپؑ کے گھر کی خانہ تلاشی لی، مگر چند مصحف اور دعاؤں کی کتابوں یا اسی طرح کی دو ایک چیزوں کے علاوہ اور کچھ نہ ملا۔ میں ان کو مدینہ سے لیکر چلا، ان کی خدمت کرتا رہا۔ اور آپ کا میرا ساتھ اچھا گذرتا رہا۔

جب میں مدینۃ السّلام پہونچا تو اسحاق بن ابراہیم طاہری کا سامنا ہوا وہ بغداد کا حاکم تھا اس نے کہا، اے یحیٰی! یہ شخص اولادِ رسولؐ میں سے ہے اور تمھیں معلوم ہی ہے کہ متوکل کون ہے، اگر تم نے اس کو ذرا اُبھارا، تو وہ انھیں قتل کر دے گا اور قیامت کے دن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمھارے خلاف مدعی ہوں گے۔

میں نے کہا، خدا کی قسم، میں نے ان میں نیکی کے علاوہ اور کوئی برائی نہیں دیکھی۔

چنانچہ میں آپؑ کو لیے ہوئے سامرہ پہونچا۔ وہاں وصیف ترکی سے ملاقات ہوئی

اُس نے مجھ سے کہا سنو! اگر اس شخص کے سر کا ایک بال بھی ٹوٹا تو یاد رکھنا کہ اس کا انتقام میرے سوا کوئی اور نہ لے گا۔

مجھے ان دونوں کی باتوں پر بڑا تعجب ہوا میں نے متوکل سے، جو خوبیاں آپؑ میں خود دیکھیں یا لوگوں سے سُنی تھیں، وہ سب بیان کیں۔ اس نے امام علی النقی علیہ السلام کو بہت سا انعام جائزہ دیا اور بہت حسنِ سلوک اور اکرام سے پیش آیا۔

محمد بن فرج نے ابی دعامہ سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ جب حضرت علی بن محمدؑ علیہ السلام مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو میں آپؑ کی عیادت کو گیا۔ مزاج پرسی کے بعد واپسی کا ارادہ کیا۔

آپؑ نے فرمایا، اے ابو دعامہ! مجھ پر تمھارا حق ہے، میں ایک حدیث بیان کروں جسے سُن کر تم خوش ہو جاؤ۔؟

میں نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! اس سے بہتر کیا بات ہوگی، ضرور بیان فرمائیے۔

آپؑ نے فرمایا، مجھ سے بیان کیا میرے پدرِ بزرگوار محمدؑ بن علیؑ نے، اُنھوں نے کہا مجھ سے بیان کیا میرے پدرِ بزرگوار علیؑ بن موسیٰؑ نے، اُن کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے پدرِ بزرگوار موسیٰؑ بن جعفرؑ نے، اُن کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے پدرِ بزرگوار جعفرؑ بن محمدؑ نے، اُن کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے پدر محمدؑ بن علیؑ نے، اُن کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے پدرِ بزرگوار علیؑ ابن الحسینؑ نے، اُن کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے پدرِ بزرگوار حسینؑ ابنِ علیؑ نے، اُن کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے پدرِ عالی قدر حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ نے، اُنھوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ! لکھو!

میں نے عرض کیا، کیا لکھوں؟ ارشاد فرمائیے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا لکھو! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم "ایمان وہ ہے جو دل میں رہتا ہے اور اعمال سے اس کی تصدیق ہوتی ہے، اور اسلام وہ ہے جو زبان پر جاری ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے مناکحت جائز ہوتی ہے۔"

ابو دعامہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! میں نہیں بتا سکتا کہ ان دونوں میں کون بہتر ہے، یہ حدیث یا اس حدیث کے اسناد؟

فرمایا، یہ حضرت علی بن ابی طالبؑ علیہ السلام کے ہاتھ کی تحریر ہے جسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے گئے ہیں اور حضرت علی علیہ السلام لکھتے گئے ہیں۔ یہ تحریر ہم لوگوں کو بڑوں سے چھوٹوں کو وراثت میں ملتی چلی آئی ہے۔

• روایتِ دیگر: روایت کی گئی ہے کہ بریحہ عباسی نے متوکل کو خط لکھا، اگر تجھے مکہ اور مدینہ

کی ضرورت ہے تو علی بن محمدؑ کو یہاں سے نکال وہ لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتے ہیں اور بہت سے لوگ آپؑ کے پیرو بن گئے ہیں اور اسی مضمون کا ایک خط متوکل کی زوجہ نے بھی تحریر کیا تو متوکل نے یحییٰ بن ہرثمہ کو روانہ کیا اور ایک بہت اچھا خط حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کو تحریر کیا جس میں لکھا کہ مجھے آپؑ سے ملنے کا بیحد اشتیاق ہے۔ آپؑ سے درخواست ہے کہ آپؑ ضرور تشریف لائیں اور پھر یحییٰ کو حکم دیا کہ تم ان کو لینے کے لیے جاؤ اور ایک خط بریحہ کو بھی تحریر کیا۔

یحییٰ مدینہ پہونچا اور بریحہ سے ملا، اسے متوکل کا خط دیا۔ پھر دونوں حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے پاس گئے، متوکل کا خط پہونچایا۔ آپؑ نے تین دن کی مہلت مانگی۔ یہ لوگ تین دن بعد پہونچے تو دیکھا کہ سواریوں پر زین وغیرہ کسی ہوئی ہیں، سامان بندھے ہوئے ہیں، ہر کام سے فراغت کے بعد امام علیہ السلام نکلے اور عراق کا رُخ کیا۔ آپؑ کے ساتھ یحییٰ بن ہرثمہ بھی تھا۔

● حضرت ابوالحسن علیہ السلام کا مدینہ سے سر من رائے جانے کا سبب یہ ہوا کہ عبداللہ بن محمد جو مدینۂ منوّرہ میں اُمورِ جنگ اور نماز کا والی بنایا گیا تھا اُس نے متوکل سے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی چغلی لگائی۔ اُس کا مقصد آپؑ کو محض ستانا تھا۔

یہ خبر جب حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو ملی تو آپؑ نے متوکل کو ایک خط لکھا کہ عبداللہ بن محمد مجھ پر بہت زیادتی کر رہا ہے اور جو شکایات اُس نے میرے متعلق آپ سے کی ہیں وہ سب غلط اور جھوٹ ہیں۔ متوکل نے بجائے اس کے کہ آپؑ کے خط کا کوئی اثر لیتا اور اس کا تدارک کرتا، حکم دیا کہ بہتر یہ ہے کہ آپؑ سر من رائے تشریف لائیں۔

چنانچہ اس نے آپؑ کو یہ خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

امابعد: امیر المومنین آپؑ کی قدر و منزلت کو خوب جانتے ہیں۔ ان کو قرابت کا پورا پورا لحاظ ہے۔ آپؑ کے اور آپؑ کے اہلبیت کی ہر خدمت پر تیار ہیں، تاکہ آپ لوگوں کے حالات اللہ بہتر کر دے اور آپ لوگوں کی عزت اور آپؑ کا وقار باقی رہے۔ آپؑ اور آپؑ کے اہلبیت امن و سکون سے رہیں وہ صرف رضائے الٰہی کے لیے چاہتے ہیں کہ آپؑ لوگوں کے متعلق اس کا جو فریضہ ہے اسے ادا کرے۔

امیر المومنین کا خیال ہے کہ جو حرکتیں اس نے کی ہیں وہ محض اس لیے کہ وہ آپؑ کے حق سے ناواقف اور آپؑ کی قدر و منزلت کو نہیں پہچانتا تھا اور جو اتہام اُس نے لگایا ہے اور جن باتوں کو اُس نے آپؑ کی طرف منسوب کیا ہے امیر المومنین جانتے ہیں کہ آپؑ اس سے بالکل بری اور لاتعلق ہیں۔ یہ بھی جانتے ہیں کہ آپؑ کی نیت صاف ہے۔ آپؑ نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہے۔ ہرگز ہرگز آپؑ کا نفس ان اتہامات میں آلودہ نہیں ہے۔

بنابریں، اب امیرالمومنین نے محمد بن فضل کو وہاں کا والی بنا دیا ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ وہ آپؑ کا اکرام و احترام کرے، اِس طرح اُس کو اللہ اور امیرالمومنین دونوں کا تقرب حاصل ہوگا، مگر امیرالمومنین کو آپؑ سے ملنے کا بہت اشتیاق ہے، چاہتے ہیں کہ آپؑ سے عہد تازہ کریں اور آپؑ کے چہرۂ انور کی زیارت کریں۔

اگر آپؑ امیرالمومنین سے ملاقات اور اُن کے پاس قیام کے لیے آمادہ ہیں تو اپنے اہل و عیال، اپنے موالی و ملازمین کے ساتھ جب چاہیں پورے اطمینان کے ساتھ تشریف لائیں راہ میں جب چاہیں منزل کریں اور جب چاہیں کوچ کریں، جو آسانی آپؑ چاہیں، وہ سب آپؑ کو میسر ہوں گی۔ اگر آپؑ چاہیں تو یحییٰ بن ہرثمہ امیرالمومنین کا غلام مع فوج آپؑ کے ساتھ ساتھ چلے گا جس راستے سے آپؑ آئیں گے اسی راستے سے وہ بھی آئے گا۔ اس سلسلے میں سارا اختیار آپؑ کو ہوگا۔ میں نے اُس سے کہہ دیا ہے کہ وہ آپؑ کی اطاعت کرے

(کاتب ابراہیم بن عباس   مورخہ جمادی الاخری ۲۴۳ھ)

جب یہ خط حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کو موصول ہوا تو آپؑ نے سامانِ سفر درست کیا اور روانہ ہوئے۔ آپؑ کے ساتھ یحییٰ بن ہرثمہ بھی تھا۔

قطع منازل کرتے ہوئے سرمن رائے پہونچے تو متوکل کا حکم ہوا کہ آج داخلے کی اجازت نہیں۔ لہٰذا آپؑ نے خان صعالیک (فقیروں کی سرائے) میں قیام کیا۔

متوکل کا حکم ہوا کہ ایک مکان خالی کر دیا جائے۔

مکان خالی ہوا تو آپؑ اس میں منتقل ہو گئے۔ (اعلام الوریٰ صفحہ ۳۴۸-۳۴۷)

• صالح بن سعید سے روایت ہے کہ جس روز حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام واردِ سرمن رائے ہوئے تو میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں آپؑ پر قربان، یہ لوگ یہ ارادہ کیے ہوئے ہیں کہ آپؑ کے نور کو بجھا دیں اور آپؑ کی اہمیت کو کم کریں۔ حد ہوگئی کہ ان لوگوں نے آپؑ کو خان صعالیک میں اُتارا جو بدترین سرائے ہے۔

آپؑ نے فرمایا، اے سعید! تم اسی منزل پر ہو؟

اس کے بعد آپؑ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا، تو یک بیک میں نے خود کو نہایت خوبصورت اور سرسبز باغات میں پایا، جس میں نہریں جاری تھیں، خوشبو میں بسی ہوئی حوریں تھیں، موتی کی طرح روشن رُو (رُخ) غلام تھے۔

یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا، مجھے بڑا تعجب ہوا۔

آپؑ نے فرمایا، اے ابوسعید! تم نے دیکھا؟ یہ ہے ہم لوگوں کا جائے قیام اور اصل

مقام، ہم لوگ خان صعالیک میں نہیں ہیں۔

حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام جب تک سرمن رائے میں رہے بظاہر بڑے ہی احترام واکرام کے ساتھ رہے۔ متوکل اس کوشش میں تھا کہ کوئی حیلہ اور بہانہ ملے، مگر اسے کوئی بہانہ نہ مل سکا۔ اس سے طویل بحثیں اور گفتگوئیں ہوتی رہیں۔ اگر اس سب کو تحریر کیا جائے تو کتاب طویل ہو جائے گی۔

صقر بن ابی دلف کرخی کا بیان ہے کہ جب متوکل نے سیدنا ابوالحسن حضرت امام علی النقی علیہ السلام کو قید کر دیا تو میں آپؑ کی خیریت معلوم کرنے کے لیے پہونچا۔

زرافی نے جو متوکل کا حاجب تھا ایک نظر میری طرف دیکھا اور حکم دیا۔ انھیں اندر بلالو

میں اندر گیا تو پوچھا، اے صقر کیا حال ہے؟

میں نے کہا، استاد سب خیریت ہے۔

اُس نے کہا، بیٹھ جاؤ۔

اب مجھے اگلی پچھلی باتیں یاد آنے لگیں۔

"میں نے کہا، اس وقت میرا آنا غلط رہا"

تھوڑی دیر میں سب لوگ چلے گئے۔ جب تنہائی ہوئی تو بولا تمھارا کیا حال ہے کیوں آئے ہو؟

میں نے کہا، خیر خبر معلوم کرنے کے لیے آیا ہوں۔

اُس نے کہا، شاید تم اپنے مولا کا حال معلوم کرنا چاہتے ہو؟

میں نے کہا، میرا مولا کون؟ میرے مولا تو امیر المومنین ہیں۔

اُس نے کہا، خاموش، تمھارا مولا حق پر ہے، ہمیں نہ بہکاؤ۔ میں خود تمھارے مذہب پر ہوں

میں نے کہا، الحمد للہ

اُس نے کہا، کیا تم اُن کی زیارت کرنا چاہتے ہو؟

میں نے کہا، ہاں۔

اُس نے کہا، بیٹھو ذرا، ایک فرستادہ اُن کے پاس سے واپس آجائے۔

میں بیٹھ گیا۔

جب فرستادہ باہر نکل آیا تو زرافی نے غلام سے کہا، اِن کو اُس حجرے میں پہونچا دو جس میں وہ علوی قید ہے اور پہونچا کر واپس چلے آؤ۔

غلام مجھے اُس حجرے میں لے گیا۔ اُس نے ایک طرف اشارہ کیا۔ میں آگے بڑھا تو دیکھا کہ آپؑ ایک چٹائی پر تشریف فرما ہیں اور آپؑ کے ایک پہلو میں ایک قبر کھُدی ہوئی ہے۔

میں نے آپؑ کو سلام کیا،
آپؑ نے جوابِ سلام دیا، اور فرمایا، بیٹھ جاؤ۔
میں بیٹھ گیا۔
پھر آپؑ نے فرمایا، اے صقر! فکر نہ کرو، اِس وقت یہ لوگ مجھ کو کوئی گزند نہ پہونچا سکیں گے۔

میں نے کہا، الحمد للہ، پھر عرض کیا، اے میرے سید و سردار! ایک حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے جس کا مطلب سمجھ میں نہ آیا۔
آپؑ نے فرمایا، وہ کون سی حدیث ہے ؟
میں نے عرض کیا، نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
"ایام سے دشمنی نہ کرو، ورنہ وہ بھی تم سے دشمنی کریں گے"
اس حدیث کا کیا مطلب ہے ؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، ہاں، ایام سے مراد ہم لوگ ہیں۔ جب سے یہ زمین و آسمان بنائے گئے ہیں۔ السبت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامِ نامی ہے اور احد سے کنایہ ہے امیرالمومنین علیہ السلام کی طرف، اثنین، سے مراد حسن و حسین علیہما السلام ہیں۔ الثلثا، سے مراد علیؑ ابن الحسینؑ، و محمدؑ بن علیؑ، و جعفرؑ بن محمدؑ ہیں۔ الاربعا، سے مراد، موسیٰؑ بن جعفرؑ و علیؑ بن موسیٰؑ، و محمدؑ بن علیؑ اور میں ہوں۔ اور خمیس سے مراد، میرا فرزند حسنؑ بن علی النقی ہے اور جمعہ سے مراد میرے فرزند کا فرزند ہے جس کا گروہ اسی کے پاس جمع ہوگا اور وہی زمین کو عدل و داد سے اس طرح بھرے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی۔

یہ ہے مفہوم ایام کا، ان سے دنیا میں دشمنی نہ کرو، ورنہ یہ آخرت میں تمھارے دشمن ہوں گے۔

اس کے بعد فرمایا، اچھا خدا حافظ، جاؤ۔ میں تمھیں خطرے سے محفوظ نہیں سمجھتا۔
(معانی الاخبار ص۱۲۳، اعلام الوریٰ طبرسی ص۴۱۱)

- ہمدانی نے بھی علی بن ابراہیم سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔ (کمال الدین جلد ۲ ص۵۷)

(۶) — بنی ہاشم کا پا پیادہ جلوس

روایت میں ہے کہ جس سال متوکل قتل ہوا۔ عید الفطر کے دن اس نے حکم دیا کہ سارے بنی ہاشم اس کی سواری کے آگے آگے پاپیادہ چلیں

اُس کا مقصد صرف حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو اپنی سواری کے آگے پاپیادہ چلانا تھا۔

چنانچہ بیچارے سارے بنی ہاشم اور اُن ہی کے ساتھ حضرت ابوالحسن علیہ السلام اپنے ایک غلام کے ہاتھ کا سہارا لیے ہوئے چلے تو شمیون میں سے چند لوگ آپؑ کے سامنے آئے اور عرض کیا؛

یا سیّدنا! کیا دنیا میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں کہ جس کی دعا، اللہ قبول فرمائے اور ہم لوگوں کو اس ظالم سے نجات دلائے؟

آپؑ نے فرمایا، اس دنیا میں ایک شخص ہے جس کا کٹا ہوا ناخن اللہ کے نزدیک ناقۂ صالح (قوم ثمود) سے کہیں زیادہ مکرّم ہے۔ جب ناقہ کو پے کیا گیا اور اس کے بچّے نے اللہ سے فریاد کی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ○ (سورہ هود آیت ۶۵)

ترجمہ (تم اپنے گھروں میں تین دن تک مزے لوٹ لو۔ یہ وعدہ (عذاب) ایسا ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔)

اس کے بعد متوکل تیسرے ہی دن قتل ہو گیا۔

(۷) = متوکل کے قتل کی پیشگوئی

حسین بن محمّد کا بیان ہے کہ جب متوکل نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو قید کر کے علی بن کرکر کے حوالے کر دیا۔ تو آپؑ نے فرمایا:

"میں اللہ کے نزدیک ناقۂ صالح سے زیادہ مکرّم ہوں۔ سنو! تم لوگ اپنے گھروں میں تین دن اور عیش کر لو، یہ وعدہ جھوٹا نہیں ہے۔" (ترجمہ سورۂ ہود آیت ۶۵)

دوسرے دن متوکل نے آپؑ کو رہا کر دیا اور معذرت خواہ ہوا، تیسرے دن یاغز و تامش و معطون نے متوکل پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا اور اُس کی جگہ اس کے بیٹے منتصر کو تختِ خلافت پر بٹھا دیا۔

ابو سالم کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ متوکل نے فتح کو حکم دیا کہ ابوالحسن علیہ السلام کو قید کر لو۔

اِس کا ذکر اُس نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے کیا۔

آپؑ نے فرمایا تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ

یہ خبر متوکل کو ملی تو اُس نے کہا: تین دن بعد میں خود اُن کو قتل کر دوں گا۔
مگر تیسرے دن متوکل اور فتح دونوں کو قتل کر دیا گیا۔ (مناقب جلد ۴ ص۴۰۷)

• اعلام الوریٰ میں حسن بن محمد بن جمہور عمی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ:
میرے بھائی حسین بن محمد نے مجھے بتایا کہ میرا ایک دوست تھا جو بغا (ترکی سردار) کے لڑکے کو پڑھاتا تھا، اُس نے بیان کیا کہ دار الخلافہ سے واپس ہوتے ہوئے اسیر نے مجھے بتایا کہ امیر المومنین نے آج ایک شخص کو جسے لوگ ابن الرضا کہتے ہیں قید کر کے علی بن کرکر کے حوالہ کر دیا۔ اور میں نے ابن الرضا کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میں اللہ کے نزدیک ناقہ صالح سے زیادہ مکرّم ہوں اور یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سُنا کہ: تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ •
(سورۂ ہود آیت ۶۵)

ترجمہ: (تم لوگ اپنے گھروں میں تین دن اور رہ لو یہ وعدہ جھوٹا نہیں ہے۔)
اس کے بعد اُنھوں نے نہ کوئی آیت پڑھی اور نہ کوئی بات کی، آخر اس کا کیا مطلب ہوا۔
اس معلم کا بیان ہے کہ میں نے کہا اللہ آپ کے اعزاز کو اور بڑھائے۔ یہ اُنھوں نے عذاب سے ڈرایا ہے۔ دیکھیے تین دن بعد کیا ہوتا ہے؟
دوسرے دن امیر المومنین نے ابن الرضا کو رہا کر دیا اور معذرت خواہ ہوا۔ جب تیسرا دن آیا تو باغز و مطعون و تامش اور اُن کے ساتھ ایک گروہ نے متوکل پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا اور اُس کی جگہ اُس کے بیٹے منتصر کو خلیفہ بنا دیا۔

(۸) متوکل کے لیے بددُعا

ابو روح نسائی سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے متوکل کے لیے بددُعا فرمائی پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے۔ پھر فرمایا: "پروردگارا! میں اور فلاں شخص تیرے بندوں میں سے دو بندے ہیں ...... آخر دعا تک"
راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس دعا کو ایک دوسرے سلسلۂ اسناد سے پایا ہے اور وہ یہ ہے کہ: زرافہ حاجبِ متوکل جو ایک مردِ شیعہ تھا، کا بیان ہے کہ متوکل کو فتح بن خاقان سے بہت اُنس تھا اُسے وہ تمام لوگوں بلکہ اپنے تمام اعزاء و اقارب اور اہل و عیال سے زیادہ تقرّب دیے ہوئے تھا۔ ایک مرتبہ اُس نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو دکھائے کہ فتح بن خاقان کی منزلت میرے نزدیک کیا ہے۔ اِس لیے اُس نے تمام اہلِ مملکت کے اشراف، اپنے خاندان، اپنے وزراء، اُمراء، سردارانِ لشکر،

فوج اور تمام ذی وجوہ اشخاص کو حکم دیا کہ بہترین لباس میں پوری زیب و زینت کے ساتھ آئیں اور جلوس میں ہمارے اور فتح بن خاقان کی سواری کے آگے آگے پا پیادہ چلیں، کوئی شخص سواری پر نہ ہوگا، صرف ہم اور فتح بن خاقان سواری پر ہوں گے۔ (یہ واقعہ سر من رائے کا ہے)

لوگ مجبوراً آئے اور حسب مراتب ان دونوں کی سواری کے آگے آگے پا پیادہ چلنے لگے وہ دن سخت گرمی کا تھا، اور اشراف سادات کے گروہ میں حضرت ابوالحسن علیؑ بن محمدؑ بھی تھے۔ اور گرمی و زحمت کی وجہ سے آپؑ کو سخت مشقت برداشت کرنی پڑی۔

زرافہ کا بیان ہے کہ میں آپؑ کو دیکھ کر آپؑ کی طرف بڑھا، اور عرض کیا: اے میرے سید و سردار! جو مشقت اور زحمت اس ظالم و سرکش کے ہاتھوں آپؑ کو اٹھانی پڑ رہی ہے۔ یہ خدا کی قسم بیحد شاق ہے۔ یہ کہہ کر میں نے آپؑ کو اپنے ہاتھوں کا سہارا دیا۔

آپؑ نے فرمایا، اے زرافہ! اللہ کے نزدیک ناقۂ صالح مجھ سے زیادہ مکرّم اور عظیم القدر نہ تھا۔ میں مسلسل آپؑ سے مسائل دریافت کرتا اور استفادہ کرتا رہا، یہانتک کہ متوکل اپنی سواری سے اُترا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اب واپس جائیں۔

میں نے سب لوگوں کی سواریاں حاضر کیں اور سب لوگ اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہو کر اپنے گھر گئے۔ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کا بغلہ بھی آپؑ کے سامنے حاضر کیا۔ آپؑ اُس پر سوار ہو کر چلے تو میں بھی اپنی سواری پر سوار ہو کر آپؑ کو گھر تک پہونچانے گیا۔

گھر پہونچ کر آپؑ سواری سے اُترے اور مجھے رخصت کیا۔ میں واپس آیا۔ میرے بیٹے کا ایک اُستاد تھا جو شیعہ اور اہل علم و فضل میں سے تھا۔

میری عادت تھی کہ کھانے کے وقت اُس کو بھی اپنے ساتھ کھانے پر بلا لیا کرتا تھا۔ وہ کھانے پر آیا تو گفتگو چھڑی، متوکل اور فتح کے جلوس کی کیفیت، اشراف اور ذی قدر لوگوں کا ان دونوں کی سواری کے آگے پا پیادہ چلنا۔ پھر میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو جس حال میں دیکھا اور جو کچھ اُن سے سُنا، وہ بھی بیان کیا۔ کہ:

آپؑ نے فرمایا: "ناقۂ صالح اللہ کے نزدیک مجھ سے عظیم القدر نہیں"

وہ اُستاد اُس وقت میرے ساتھ کھانا کھا رہا تھا، یہ سنتے ہی اُس نے ہاتھ روک لیا، اور کہنے لگا، تمھیں خدا کی قسم سچ بتاؤ کیا تم نے واقعاً اُن کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے؟

میں نے کہا، واللہ میں نے اُن کو یہی کہتے ہوئے سُنا ہے۔

اُس نے کہا، اگر ایسا ہے تو پھر جان لو کہ اب متوکل اپنی مملکت میں تین دن سے زیادہ نہیں رہ سکتا، وہ ہلاک ہو جائے گا۔ لہذا آپ اپنے اُمور کو دیکھ بھال لیں اور اپنے اموال و املاک کو محفوظ کرلیں۔

کہیں ایسا نہ ہو ناگہانی طور پر وہ ہلاک ہو جائے اور تمھارا سارا مال وغیرہ تباہ ہو جائے، اس حادثے کی وجہ سے یا اور کسی سبب سے۔

میں نے کہا، یہ سب باتیں تم کہاں سے کہہ رہے ہو۔ ؟

اُستاد نے کہا، کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا ہے قصّۂ صالح میں ہے:

تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ۔

(سورہ ھود آیت ۶۵)

اور یہ ممکن نہیں کہ امامؑ نے جو فرمایا ہے وہ غلط ہو جائے۔

زرافہ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم تیسرا دن آتے ہی منتصر نے متوکل پر حملہ کر دیا اُس کے ساتھ ترکی سردار اور غلام، متوکل و فتح بن خاقان دونوں کو ایسا قتل کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کہ ایک دوسرے کی لاش میں امتیاز نہ رہ گیا، اُس کی حکومت و سلطنت ختم ہو گئی۔ پھر میں حضرت امام ابوالحسن علیہ السّلام سے ملا، اور یہ بھی بتایا کہ اُستاد نے مجھ سے کیا کہا تھا۔

آپؑ نے فرمایا، اُس نے سچ کہا تھا۔ بات یہ ہے کہ جب مجھ پر ظلم اس حد تک بڑھ گیا تو میں نے اپنے آباء کرام کے موروثی خزانے کو دیکھا، اس میں سے ایک دُعا نکالی جس کا نام ہے مظلوم کی بد دُعا ظالم کے برخلاف۔ یہ دعا، تمام اسلحوں اور ڈھالوں وغیرہ سے کہیں زیادہ مؤثر اور زود اثر ہے۔ میں نے یہ دعا پڑھ کر اس کے لیے بد دُعا کی۔ اللہ نے اسے ہلاک کر دیا۔

میں نے عرض کیا، اے میرے سیّد و سردار اگر مناسب ہو تو وہ دُعا مجھے بھی تعلیم فرما دیں۔

آپؑ نے مجھے وہ دعا تعلیم فرما دی۔ (مہج الدعوات ص ۲۳۲-۲۳۰)

⑨ ــــ آپؑ کے قتل میں کون شریک تھا

کتاب اقبال الاعمال میں ماہِ رمضان کی دُعاؤں میں ہے کہ "پروردگارا! تو اُس پر دُہرا عذاب نازل فرما، جو امامؑ کے خون بہانے میں شریک تھا۔" (اور وہ متوکل تھا)

⑩ ــــ صلۂ رحمی

ابراہیم بن محمد طاہری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ متوکل مرضِ دُنبل میں مبتلا ہوا، اور مرنے کی نوبت آ گئی۔ کسی میں اتنی جرأت نہ تھی کہ اس دُنبل پر نشتر لگائے۔ اُس کی ماں نے نذر مانی کہ اگر یہ اچھا ہو گیا تو میں حضرت ابوالحسن علی بن محمدؑ علیہ السّلام کی خدمت

میں اپنی ذاتی ملکیت سے ایک معتدبہ (مالِ کثیر) بطور نذرانہ پیش کروں گی۔

اور فتح بن خاقان نے کہا، آپ اس مرد (یعنی ابوالحسن علیہ السلام) کے پاس آدمی بھیج کر کہلائیں، ممکن ہے اُن کے پاس ایسی کوئی چیز ہو کہ اللہ اس سے آپ کو شفا عطا فرمادے۔

متوکل نے کہا، اچھا، آدمی بھیج دو۔

آدمی گیا اور واپس آیا۔

اُس نے کہا، آپؑ نے فرمایا ہے کُسبِ الغنم (بکری کی مینگنی) کو عرقِ گلاب میں ملا کر نیم گرم کرکے دُنبل پر رکھ دو، انشاء اللہ شفا ہوگی۔

یہ سن کر متوکل کے پاس جو لوگ بیٹھے تھے ہنسنے لگے۔

فتح نے کہا، اس میں حرج ہی کیا ہے، اس کا بھی تجربہ کرلیا جائے۔ بخدا مجھے تو اُمیدِ واثق ہے کہ اس سے ضرور فائدہ ہوگا۔

الغرض کُسبِ الغنم اور عرقِ گلاب منگوایا گیا اور اسے نیم گرم کرکے دُنبل پر رکھ دیا گیا، تھوڑی ہی دیر میں دُنبل پھٹ گیا اور اندر کا سارا فاسد مادّہ (مواد) خارج ہوگیا۔

متوکل کی ماں کو متوکل کی صحت کی خوشخبری سُنائی گئی۔ اُس نے حضرت ابوالحسنؑ کی خدمت میں دس ہزار دینار بھیجے اور متوکل کا مرض بالکل دور ہوگیا۔

حضرت محمد حنفیہ کی اولاد کی جرأت و دلیری

کتاب الاستدراک میں

ابن قولویہ نے اپنے اسناد کے ساتھ محمد بن العلاء السراج سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ مجھ سے بختری نے بیان کیا کہ میں مقام منبج میں متوکل کے پاس تھا کہ اولادِ محمد ابن حنفیہ میں سے ایک شیریں چشم و خوش پوشاک شخص حاضر کیا گیا، اس پر کوئی اتہام لگایا گیا تھا۔ اُس کو متوکل کے سامنے کھڑا کیا گیا، لیکن اس نے اُس جوان کی طرف توجہ نہ دی اور فتح بن خاقان سے مصروف گفتگو رہا۔

اس جوان کو جب کھڑے کھڑے بہت دیر ہوگئی اور متوکل نے اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا تو وہ جوان بولا: اے امیر المومنین! اگر آپ نے مجھ کو ادب سکھانے کے لیے بُلایا ہے، تو یہ آپ خود خلافِ ادب کر رہے ہیں اور اگر اس لیے بلایا ہے کہ آپ نے جو یہ اوباشوں کا مجمع لگایا ہوا ہے ان کے سامنے میرے گھر والوں کی توہین کریں، تو یہ آپ کرچکے اور لوگوں کو معلوم ہو چکا۔

متوکل نے کہا، اے حنفی جوان! خدا کی قسم اگر مجھے صلۂ رحم اور رشتہ داری کا پاس نہ ہوتا، اگر میرا ضبط و تحمل مجھے نہ روکتا تو ابھی ابھی تیری زبان اپنے ہاتھ سے کھینچ لیتا، تیرا سر تیرے جسم سے

جدا کر دیتا، اس گستاخی پر تو اگر تیرا باپ محمد بھی ہوتا تو اسے بھی نہ بخشتا۔

اس کے بعد متوکل فتح کی طرف متوجہ ہوا اور بولا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ ابوطالبؑ کی اولاد کی طرف سے ہم لوگوں کو کیا کچھ نہیں سہنا پڑتا۔ حسنی یہ چاہتے ہیں کہ وہ عزت کا تاج جو اللہ نے ہم لوگوں کے سر پہ رکھا ہے، ہم سے چھین کر خود پہن لیں، حسینی چاہتے ہیں کہ اللہ نے جو نعمتیں ہم پر نازل کی ہیں، ان میں رخنہ ڈالیں۔ (اور)

محمد بن حنفیہ کی اولاد یعنی حنفی اپنی جہالت کی وجہ سے ہماری تلواروں کو اپنے خون سے رنگین کرنا چاہتے ہیں۔

اس جوان حنفی نے کہا، تم نے کب تحمل وضبط سے کام لیا ہے اور ہمارے خاندان پر تم نے کونسا رحم کیا۔ وہ فدک جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ورثہ میں ملا تھا اُسے تم لوگ ہضم کر گئے، اس کا وارث ابوحرملہ بن بیٹھا۔ اور تم نے میرے پدرِ بزرگوار محمدؒ کا جو ذکر کیا ہے تو سنو! اللہ اور اُس کے رسولؐ نے اُن کو جو بلند منزلت اور عزت دی اسے تم پست نہیں کر سکتے جو شرف ملا ہے تم اسے کم نہیں کر سکتے۔ تمھاری تو مثال ایسی ہے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے:

ترجمہ شعر: "تمھیں اپنی نگاہیں نیچی رکھنی چاہئیں، اس لیے کہ تم قبیلۂ نمیر سے ہو، نہ تم بنی کعب میں سے ہو، نہ بنی کلاب میں سے۔"

اس کے بعد اس جوان نے اپنے دونوں پاؤں پھیلا دیے اور کہا، دیکھ، یہ پاؤں تیری قید کے لیے حاضر ہیں، یہ میری گردن تیری تلوار کے لیے موجود ہے، میرے قتل کا گناہ بھی اپنے ذمّے لیلے۔ اور اس مظلمہ کا بوجھ بھی اپنے سر پر اُٹھالے اگر تو ایسا کرے گا تو یہ کوئی پہلا ظلم نہ ہوگا۔ اس سے پہلے تو اور تیرے اسلاف بہت کچھ کر چکے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (سورۂ شوریٰ آیت ۲۳)

ترجمہ: (کہہ دو اے رسول!) میں تم سے اس کا (رسالت کا) اجر کچھ بھی نہیں مانگتا، مگر اقربا کی محبت (چاہتا ہوں)

مگر خدا کی قسم تو نے رسولؐ کے سوال کو رد کر دیا اور رسولؐ کے قرابتداروں کو چھوڑ کر دوسروں سے مودّت ومحبّت کرنے لگا۔ خیر تھوڑے ہی عرصہ میں جب تو حوضِ کوثر کی طرف شدّتِ عطش سے لپکے گا تو میرے جدِ بزرگوار (علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام) تجھے وہاں سے مار بھگائیں گے اور تجھے ہرگز اس کے قریب بھی نہ پھٹکنے دیں گے۔

یہ سن کر متوکل رونے لگا، اٹھا اور اپنی کنیزوں کے محل میں چلا گیا۔ دوسرے دن اس جوان کو پھر بُلایا اور بہت کچھ انعام واکرام دے کر اسے رہا کر دیا۔ (کتاب الاستدراک)

(۱۱) ــــ یَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْہِ کی تفسیر

کتاب الاسندارک

میں اپنے اسناد کے ساتھ یہ روایت بھی ہے کہ ایک مرتبہ متوکل سے لوگوں نے کہا کہ: حضرت ابوالحسن، امام علی بن محمد علیہ السلام، قرآن مجید کی اِن دو آیتوں: " وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْہِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ٥ یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا ٥ (سورۃ الفرقان آیت ۲۷-۲۸)

ترجمہ: (اور اُس دن ظالم (مارے افسوس کے) اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ اور کہے گا، ہائے افسوس مجھ پر، کاش میں نے اَلرَّسُوْلُ کے ساتھ راہ اختیار کی ہوتی۔

(ترجمہ آیت ۲۸) ہائے افسوس، کاش، میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔)

کے متعلق تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اوّل وثانی ہیں۔

متوکل نے کہا، پھر کیا کیا جائے؟

لوگوں نے کہا، ایسا کیجیے کہ تمام لوگوں کو جمع کیجیے اور ان کے سامنے ان سے ان آیات کی تفسیر دریافت کیجیے، اگر اُنھوں نے یہی تفسیر بیان کی تو مجمع خود اُن سے سمجھ لے گا اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور تفسیر بیان کی تو پھر وہ اپنے اصحاب کے سامنے رسوا ہوں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس نے تمام قاضیوں کو بنی ہاشم اور والیوں کو بلایا، اور اُن کے سامنے ان آیتوں کی تفسیر حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے پوچھی۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں فُلَانًا کہہ کر ازروئے احسان ان کی پردہ پوشی کی ہے۔ کیا امیر المومنین یہ چاہتے ہیں کہ جس کی پردہ پوشی اللہ نے کی ہے، آپ اُن کے پردہ کو چاک اور ان کے راز کو فاش کریں۔

متوکل نے کہا، نہیں، میں ہرگز یہ نہ چاہوں گا۔ (کتاب الاسندارک)

(۱۲) ــــ اپنے والد کے جنازے پر گریبان چاک کرنے کا جواز

ابراہیم بن خضیب انباری کا بیان ہے کہ ابوعون ابرش نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط میں تحریر کیا کہ آپؑ نے جو اپنے پدر بزرگوار حضرت امام

ابوالحسن علیہ السلام کے جنازے پر گریبان چاک کیا، ایسے لوگ برا تصور کر رہے ہیں۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا، اے احمق! تجھ کو اس سے کیا مطلب۔ کان کھول کر سُن! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی حضرت ہارون کی موت پر گریبان چاک کیا تھا۔

اچھا، اب اور سن لے، کہ کچھ لوگ مومن پیدا ہوتے ہیں اور ساری زندگی مومن ہی رہتے ہیں اور مومن ہی مر جاتے ہیں۔ کچھ لوگ کافر پیدا ہوتے ہیں اور ساری زندگی کافر ہی رہتے ہیں اور کافر ہی مر جاتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو مومن پیدا ہوتے ہیں اور زندگی بھر مومن ہی رہتے ہیں مگر مرتے وقت کافر ہو جاتے ہیں، اور تو اُس وقت تک نہ مرے گا جبتک کافر نہ ہو جائے اور تیری عقل سلب کر لی جائے گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپؑ نے فرمایا تھا۔ مرنے سے پہلے اس کی عقل زائل ہو چکی تھی، بہکی بہکی باتیں کرتا اور امامیہ (اصول وغیرہ) کی رد کرتا، اس بنا پر اُس کے لڑکے نے اُسے مکان میں بند کر دیا اور لوگوں سے ملنے کو روک دیا، پھر اسی حال میں وہ مر گیا۔

(رجال الکشی ص ۴۸۰)

بحار الانوار

باب ۵

اولادِ امام علیہ السلام
اور
حالاتِ جعفرِ کذّاب

ANSAR

(۱) ـــ اولادِ امام علی النقی علیہ السلام

کتاب اعلام الورٰی اور کتاب الارشاد میں ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام نے اپنی اولاد میں اپنے فرزند ابومحمد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو چھوڑا، جو آپؑ کے بعد درجۂ امامت پر فائز ہوئے۔ نیز، حسینؑ، محمدؑ و جعفر کو چھوڑا، ایک دختر عائشہ نام کی چھوڑی۔

• کتاب مناقب میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی اولاد یہ تھی۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور حسینؑ و محمدؑ و جعفر کذاب اور ایک دختر جن کا نام علیہ تھا۔ (مناقب آلِ ابی طالب جلد ۴ صفحہ ۴۰۲)

(۲) ـــ جعفر کا کردار برادرانِ یوسفؑ جیسا

کُلینیؒ نے اسحاق بن یعقوب سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن عثمان عمری سے درخواست کی کہ وہ میرا عریضہ امامِ عصر عجل اللہ فرجہ تک پہونچا دیں، جس میں، میں نے اپنے مشکل مسائل تحریر کر دیے ہیں۔ اس کے جواب میں مولانا صاحب الزّمان علیہ السلام کے دستِ مبارک کی تحریر آئی

"اللہ تمہیں ہدایت دے اور اس ہدایت پر ثابت قدم رکھے۔ تم نے میرے اہلِ خاندان اور میرے بنی عم میں سے جو لوگ میری امامت اور میرے وجود کے منکر ہیں، کے متعلق سوال کیا ہے تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان کسی کی نہ قرابت ہے اور نہ آپس میں کوئی رشتہ داری ہے۔ جس نے مجھ سے انکار کیا وہ مجھ سے نہیں ہے، اس کا حال بالکل پسرِ نوحؑ کا سا ہے۔ اب رہ گیا، میرے چچا جعفر کا کردار، تو اُن کا کردار بالکل برادرانِ یوسفؑ جیسا ہے۔"

(غیبۃ شیخ صفحہ ۱۸۸، احتجاج طبرسی صفحہ ۱۶۳)

(۳) جعفر کذّاب کا امامِ عصرؑ کی تفتیش پر مقرّر ہونا

ابو خالد کابلی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علی ابن الحسینؑ امام زین العابدین علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپؑ کے بعد امام اور حجّتِ خدا کون ہیں۔؟

آپؑ نے فرمایا، میرا فرزند محمدؑ جن کا نام توریت میں باقر ہے جو علم کو کما حقہٗ شگافتہ کرے گا۔ وہی میرے بعد حجّتِ خدا اور امام ہوں گے۔ اور محمدؑ کے بعد ان کے فرزند جعفرؑ امام ہوں گے جن کا نام اہلِ آسمان میں صادقؑ ہے۔

میں نے عرض کیا، مولاؑ یہ فرمائیں کہ انہی کا نام صادق کیوں ہے ؟ حالانکہ آپؑ سب ہی حضرات (ائمہؑ) صادق ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، سنو! میرے پدرِ بزرگوار نے مجھ سے بیان فرمایا، اور اُن سے اُن کے پدرِ بزرگوار نے اور اُن سے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا فرزند جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب، جب پیدا ہو، تو اس کا نام صادق رکھو، اِس لیے کہ اس کی اولاد میں سے پانچویں پُشت میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام جعفر ہوگا وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے اور جسارت کرتے ہوئے دعوٰئے امامت کرے گا، مگر وہ اللہ کے نزدیک جعفر کذّاب ہوگا۔ اللہ پر افترا طرازی کرے گا، وہ ایسی چیز کا دعوٰی کرے گا جس کا وہ اہل نہیں ہوگا، وہ اپنے پدرِ بزرگوار کا مخالف ہوگا، اپنے بھائی سے حسد کرے گا اور ولی الٰھی کی غیبت کے وقت سِرِّ الٰھی کو افشاء کرنا چاہے گا۔"

یہ فرما کر حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام نے گریہ فرمایا اور شدید گریہ فرمایا:

پھر فرمایا، گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اس جعفر کذّاب کو اس زمانہ کے ظالم و جابر بادشاہ نے اس امر پر مقرّر کیا ہے کہ وہ اُس ولیِّ خدا (ولی عصرؑ) اور اللہ کی حفاظت کے ساتھ پردۂ غیب میں رہنے والے کی کھوج لگائے۔ یہ اُنؑ کی ولادت سے ناواقف ہوگا اور اگر مل جائیں تو انھیں قتل کر دے تاکہ اس کے باپ کی میراث اسے ملے۔ (احتجاج ص۱۷۳ ج۲ ف)

(۴) جعفر کذّاب کے متعلق توقیع امامِ عصرؑ

سعد بن عبداللہ اشعری نے شیخ صدوق احمد بن اسحاق ابن سعد اشعری سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ہمارے

اصحاب میں سے ایک شخص نے ہمیں آکر یہ بتایا کہ جعفر (کذاب) بن علی النقی نے اس کے پاس ایک خط بھیجا ہے جس میں اس نے اپنا تعارف کرایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اپنے بھائی (امام حسن عسکری علیہ السلام) کے بعد میں قیّم ہوں۔ میرے پاس ہر حلال و حرام شئے کا علم ہے بلکہ اس کے علاوہ وہ تمام علوم میرے پاس ہیں جن کی ضرورت پڑا کرتی ہے۔

احمد بن اسحاق (شیخ صدوق علیہ الرحمہ) کا بیان ہے کہ جب میں نے اس کا خط پڑھا تو ایک عریضہ حضرت صاحب الزّمان علیہ السلام کی خدمت میں لکھا اور جعفر (کذّاب) کا یہ خط بھی اپنے عریضے کے اندر رکھ کر آپؑ کے پاس روانہ کیا۔ اس کا جواب یہ آیا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ : اللہ تمھیں باقی رکھے، تمھارا خط ملا اور اس کے ساتھ وہ خط بھی جو اس میں رکھا ہوا تھا۔ اور جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہے اس پر مطلع ہوا۔ جس کے الفاظ میں اختلاف اور مکرّر غلطیاں ایسی ہیں کہ اگر تم نے اُن پر غور کیا ہوتا تو میری طرح تم کو بھی ان غلطیوں کا علم ہو جاتا۔

سنو! اللہ نے یہ طے کرلیا ہے کہ حق کو اتمام تک پہونچا کر اور باطل کو مٹا کر رہے گا، اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر وہ خود شاہد ہے اور قیامت کے دن جس کے آنے میں کوئی شک نہیں، جب ہم سب لوگ جمع ہوں گے تو جس میں ہم لوگ اختلاف کررہے ہیں اس کے متعلق سوال ہوگا۔ اللہ نے اس خط کے لکھنے والے "جعفر کذّاب" کو مکتوب الیہ پر یا تم پر یا مخلوقات میں سے کسی پر، نہ امام بنایا ہے اور نہ اس کی اطاعت فرض کی ہے۔ میں اس کی تھوڑی سی وضاحت کروں گا جو انشاء اللہ تمھارے لیے کافی ہوگی۔

اے عریضہ بھیجنے والے! اللہ تم پر رحم کرے واضح ہو کہ اللہ نے کسی کو عبث اور بیکار نہیں پیدا کیا ہے اور نہ کسی کو بیکار چھوڑ دیا ہے بلکہ انھیں اپنی قدرت سے پیدا کیا اور انھیں کان، آنکھ، دل اور عقل و سمجھ عطا فرمائی، پھر اُن کے پاس انبیاء بھیجے جنھوں نے آکر اُنھیں بشارتیں دیں، اُنھیں عذاب سے ڈرایا، اُنھیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دیا، اور اُس کی نافرمانی سے منع کیا، اور یہ لوگ اپنے خالق اور اپنے دین کی جن باتوں سے ناواقف تھے، وہ بتلائیں۔ اللہ نے اُن انبیاء پر کتابیں نازل فرمائیں اُن کے پاس فرشتے بھیجے اور کھلے ہوئے دلائل و براہین اور غالب ہونے والے معجزات دیکر اُن انبیاء میں اور دیگر لوگوں میں اپنے فضل و کرم سے فرق واضح فرمادیا۔

اُن میں سے کسی کے لیے آگ کو بردًا و سلامًا (ٹھنڈا) کردیا اور اُسے اپنا خلیل

بنالیا، کسی سے (کوہ طور پر) کلام کیا، اور ان کے عصا کو اژدہا بنا دیا، کوئی اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کرتا، بیماروں کو شفا دیتا، کسی کو اُس نے طائروں کی بولی سکھادی اور ہر شے عطا فرمادی، اور سب سے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو رحمۃ للعالمین بناکر بھیجا، اُن پر اپنی نعمت کو تمام کیا اور سلسلۂ رسالت کو ختم کیا اور اُن کی سچائی کو جس طرح ظاہر کیا، ان کی آیات و علامات و معجزات کو جس طرح واضح کیا، وہ سب کو معلوم ہے، پھر وہ قابلِ تعریف، بے مثل و باسعادت زندگی بسر کر کے دنیا سے اُٹھے، اللہ نے اُن کی قبضِ روح فرمائی۔

آپؐ کے بعد یہ امرِ ہدایت آپؐ کے بھائی، آپؐ کے ابنِ عم، آپؐ کے وصی اور آپؐ کے وارث علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے سپرد ہوا، اور اُن کے بعد اُن کی اولاد میں جتنے اوصیاء تھے یکے بعد دیگرے یہ عہدہ ان کے سپرد ہوتا گیا۔ اللہ نے اُن حضرات کے ذریعے سے اپنے دین کو زندہ رکھا، اپنے نور کو تمام کرتا رہا، پھر اُن کے اوصیاء کے اور اُن کے بھائیوں، اُن کے بنی اعمام، اُن کے اقرباء اور اُن کے رشتے داروں کے درمیان واضح فرق رکھا، تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ حجّتِ خدا کون ہے محجوج کون ہے، امام کون ہے، ماموم کون ہے اور وہ اس طرح کہ اُن اوصیاء کو معصوم بنایا اُنھیں گناہوں محفوظ رکھا، ہر طرح کے عیب سے دور رکھا، ہر طرح گندگی و آلودگی سے پاک رکھا، اُنھیں اپنے علم کا مخزن اپنی حکمت کا امانتدار اور اپنا محرمِ راز بنایا اور دلائل و براہین سے اُن کی تائید و مدد کی، اگر ایسا نہ ہوتا تو تمام لوگ برابر نظر آتے اور ہر شخص امرِ الٰہی اور عہدۂ خداوندی کا دعویدار ہوتا، اور اس کی شناخت نہ ہو سکتی کہ حق کیا ہے، باطل کیا ہے، عالم کون ہے جاہل کون ہے ؟

چنانچہ اس مبطل (جعفر کذّاب) نے جو دعویٰ کیا ہے وہ باطل اور بالکل جھوٹا ہے۔ یہ اس کا دعویٰ کرنا، اللہ پر اتہام ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کیسے اُمید رکھتا ہے کہ اپنے دعوٰی کو ثابت کر سکے گا، کیا اُسے تفقّہ فی الدین (دینی معلومات) ہے؟ خدا کی قسم اسے یہ بھی نہیں معلوم کہ حلال کیا ہے، حرام کیا ہے، غلط کیا ہے، صحیح کیا ہے؟ کیا اس کے پاس علم ہے؟ نہیں، نہ وہ حق و باطل میں فرق جانتا ہے نہ محکم و متشابہ میں امتیاز کر سکتا ہے۔ بلکہ حد یہ ہے کہ وہ حدودِ نماز اور اس کے اوقات سے بھی نابلد ہے، کیا اس کے پاس ورع و تقوٰی ہے؟ اللہ شاہد ہے کہ اُس نے نمازِ فریضہ کو چالیس دن تک محض اس خیال سے ترک کیے رکھا کہ اُسے جادو اور شعبدہ بازی آ جائے گی، اور

شاید اس کی خبر تم لوگوں تک بھی پہونچی ہو۔

سنو ! اُس کے گھر میں ظروفِ مُسکرہ (شراب کے برتن) رکھے ہوئے ہیں جو اللہ کی نافرمانی اور اُس کے عصیان کی کھلی ہوئی دلیل ہیں۔ کیا اس کے پاس کوئی معجزہ اور نشانی ہے ؟ اگر ہے تو وہ پیش کرے، کوئی حجت اگر اُس کے پاس ہے تو قائم کرے، کوئی دلیل ہے، تو وہ لے آئے۔ ؟

اللہ تعالیٰ اپنی کتابِ عزیز میں ارشاد فرماتا ہے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ حٰمٓ ؕ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۔ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۔ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۔ (سورہ احقاف آیات ۱ تا ۶)

ترجمہ : (اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو رحمٰن و رحیم ہے۔ حا میم۔ کتاب کا نزول اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے ہے (اور) ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اُن کے مابین ہے ایک مقررہ مدّت کے لیے حق کے ساتھ خلق کیا۔ اور وہ جنھوں نے کفر اختیار کیا وہ اس سے رُوگرداں ہیں جس سے کہ اُنھیں ڈرایا جاتا ہے کہدے۔ غور تو کرو۔ کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ تو سہی کہ اُنھوں نے زمین میں کیا خلق کیا ہے یا اُن کی آسمانوں میں کوئی شراکت ہے ؟ اگر تم سچّے ہو تو میرے پاس کوئی اس سے پہلے کی کتاب یا علم کے کوئی آثار لے آؤ۔ اور اُس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اُس کا جواب نہ دیں۔ اور اُنھیں اُن کی پکار کا شعور بھی نہ ہو۔ اور جب لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو وہی (معبود) اُن کے دشمن اور اُن کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے۔)

اللہ کی توفیق تمھارے شاملِ حال رہے جو کچھ میں نے تمھیں بتایا ہے ذرا اُس کے متعلق اس ظالم سے پوچھو۔ اس کا امتحان لو، اُس سے قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر ہی

پوچھ لو، یا یہ دریافت کرو کہ نماز کے حدود کیا ہیں، اس کے واجبات کیا ہیں؟ تاکہ تمھیں معلوم ہوجائے کہ اس کا حال کیا ہے اور اس کا مبلغِ علم کیا ہے، اس کا سارا پردہ فاش ہوجائے گا، اس کی بے بضاعتی واضح ہوجائے گی، اور اللہ اُس سے پورا حساب لینے والا ہے۔ اللہ نے حق کو اس کے اہل میں محفوظ رکھا ہے۔ اور اس کو اس کے مستقر پر قرار دیا ہے۔ اللہ کو اس سے انکار ہے کہ امامت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے بعد دو بھائیوں کو ملے۔ اللہ تعالیٰ جب ہمیں کھل کر کہنے کی اجازت دے گا تو حق ظاہر ہوگا اور باطل مضمحل اور پژمردہ ہوجائے گا، تم لوگوں کو خود چھوڑ بھاگے گا۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ کفایت کرے عملِ نیک اور ولایت میں۔ ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین وکیل ہے۔"

(احتجاج صـ۱۶۲-۱۶۳)

- غیبت طوسی میں بھی تلعکبری سے اور اُنھوں نے اسدی سے اور اُنھوں نے سعد بن عبداللہ سے۔ اُنھوں نے احمد بن اسحاق سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

(غیبت طوسی صـ۱۸۴ - ۱۸۸)

(۵) ــــ یہ ننگِ خاندان ہے

محمد بن زیاد نے اپنی ماں فاطمہ بنتِ محمد بن ہیثم المعروف بہ ابن سیابہ سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ جس وقت جعفر (کذّاب) پیدا ہوا تو میں حضرت ابوالحسن علی بن محمدؑ (امام علی النقی علیہ السلام) کے گھر میں موجود تھی۔ میں نے دیکھا کہ گھر والے اس کی ولادت سے مسرور ہیں مگر جب امام ابوالحسن علیہ السلام کے پاس گئی تو دیکھا کہ آپؑ پر مسرّت کے کوئی آثار نہیں ہیں۔

میں نے عرض کیا: مولا! کیا آپؑ اس بچّے کی ولادت سے خوش و مسرور نہیں ہیں؟

فرمایا: یہ باعثِ ننگ و عار ہوگا۔ اس لیے کہ اِس کی وجہ سے ایک خلقِ کثیر گمراہی میں مبتلا ہوجائے گی۔ (اکمال الدین)

(۶) ــــ جعفرِ کذّاب نے حضرت جعفرِ طیّارؑ کی نسل کی ایک لڑکی فروخت کردی

علی بن محمد کا بیان ہے کہ:

جعفر کذّاب نے جن کنیزوں اور غلاموں کو فروخت کیا، اُن میں اُس نے حضرت جعفر طیّارؓ کی نسل کی ایک لڑکی کو بھی فروخت کردیا، جس کو گھر والے پرورش کررہے تھے۔ پھر کسی مردِ علوی نے خریدنے

والے کو اطلاع دی کہ یہ لڑکی کنیز نہیں ہے بلکہ آزاد ہے اور حضرت جعفرِ طیّار کی اولاد میں سے ہے۔

اُس نے کہا، میں اس کو واپس کرنے کے لیے تیار ہوں، مگر جو قیمت میں نے جعفر کذّاب کو دی ہے اس میں سے ذرّہ برابر کم نہ کروں گا۔ وہ لاؤ اور اس کو لے جاؤ۔

اُس علوی مرد نے یہ اطلاع اس ناحیہ والوں کو دی۔ تو ان لوگوں نے خریدار کو اکتالیس دینار بھیجے اور کہا: اس لڑکی کو اس کے ولی کے حوالے کردو۔ (کافی جلد ا ص۵۲۴)

• واضح ہو کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی اولاد میں سے حسین اپنے تمام ہمعصروں کے اندر دیانت میں سب سے ممتاز تھے۔ اپنے بھائی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے پیرو اور اُن کی امامت کے قائل تھے۔ یہ حرمِ عسکرین میں دفن ہیں۔

دوسرے صاحبزادے محمّد، اِن کی جلالتِ شان ناقابلِ بیان ہے۔ آپ کی قبر دجلہ کے بائیں جانب بغداد کی پرانی آبادی میں ہے۔ عوام و خواص سب اُن کے روضہ کی بڑی عظمت کرتے ہیں کسی سے حلف اُٹھوانا ہو تو ان کے روضے پر لیجاتے ہیں۔

بحار الانوار

باب ٦

احوالِ اصحابِ امام علیہ السلام

ANSAR

(۱) ـــ سہل بن یعقوب ابونواس

فحام نے منصوری سے اور اس نے سہل بن یعقوب بن اسحاق الملقّب بہ ابی نواس سے سرمن رائے کے اندر مسجدِ معلق نامی میں روایت کی ہے ۔منصوری کا بیان ہے کہ سہل بن یعقوب کا لقب ابو نواس اِس لیے پڑ گیا کہ یہ لوگوں سے اچھی طرح میل جول بھی رکھتا، بہترین انداز سے اظہارِ تشیع بھی کرتا اور پھر اپنے کو گزند اور خطرے سے محفوظ بھی رکھتا تھا۔

سہل کا بیان ہے کہ جب امام علیہ السلام نے یہ سنا تو مجھے ابونواس کا لقب دیدیا اور فرمایا:

اے ابوالسری تم حق کے ابونواس ہو اور تم سے پہلے جو گذرا ہے وہ باطل کا ابونواس تھا

(۲) ـــ اختیاراتِ ایّام

سہل کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ مولا: ' میرے پاس اختیاراتِ ایام (ایّامِ سعد و نحس) ہیں، جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیں، جس کی روایت مجھ سے حسن بن عبداللہ بن مطہر نے کی ہے اور اُن سے محمد بن سلیمان دیلمی نے بیان کیا ہے اور اُن سے اُن کے باپ نے اور اُن سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے ، اس کو آپؑ کے سامنے پیش کر کے اس کی تصحیح کر لوں ؟

آپؑ نے فرمایا ، ہاں کر لو۔

جب میں نے آپؑ کے سامنے اختیاراتِ ایام پیش کر کے اس کی تصحیح کر لی تو عرض کیا ، مولا ! ان ایّام میں اکثر ایسے ہیں جن میں کوئی کام کرنا اچھا نہیں ہے ان میں احتیاط اور پرہیز کی ہدایت ہے۔ مگر بعض اوقات ایسا کام درپیش ہوتا ہے کہ انسان اس کے کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ پھر ایسے موقع پر کیا کرنا چاہیے۔ ؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، اے سہل! ہمارے شیعوں کے لیے ہماری محبّت ہی سب سے بڑی سپر اور تحفّظ ہے۔ اگر تم لوگ ہماری محبّت کو دل میں لیکر گہرے سمندروں میں، خوفناک صحراؤں میں، درندوں اور بھیڑیوں کے غول میں یا جنّوں اور انسانوں کے دشمن مجمع میں بھی چلے جاؤگے تو ہم اہلبیت کی محبّت و ولایت کے صدقے میں تم صحیح وسلامت وامن وسکون سے واپس آؤگے۔ لہٰذا، اللہ پر بھروسہ کرو، ائمہ طاہرین کی ولایت ومحبّت میں خلوص رکھو اور جہاں چاہو جاؤ۔ (امالی)

۳ = دربان ووکیل

دربان: مناقب میں ہے کہ آپؑ کے دربان محمد بن عثمان عمری تھے

ثقات: آپؑ کے ثقات میں احمد بن حمزہ بن الیسع وصالح بن محمد ہمدانی ومحمد بن جزک الجمال ویعقوب بن یزید کاتب وابوالحسین بن ہلال وابراہیم بن اسحاق وخیران خادم ونضر بن محمد ہمدانی تھے۔ نیز آپؑ کے وکلاء میں جعفر بن سہیل صیقل تھے۔

اصحاب: آپؑ کے اصحاب میں، داؤد بن زید وابوسلیمان زنگان وحسین بن محمد مدائنی واحمد بن اسماعیل بن یقطین وبشر بن بشار نیشاپوری شاذانی وسلیم بن جعفر مروزی وفتح بن یزید جرجانی ومحمد بن سعید بن کلثوم (اور ایک مرد متکلم ومناظر تھے) ومعاویہ بن حکیم کوفی، وعلی بن معد بن سعید بغدادی وابوالحسن ابن رجا عبرثائی تھے۔ (مناقب آل ابی طالب جلد۴ صہ۴۰۲)

شاعر: فصول المہمہ میں ہے کہ آپؑ کے شاعر عوفی اور دیلمی تھے۔

بواب: عثمان بن سعید تھے۔

۴ = ابوالغوث شاعر آل محمد علیہم السّلام

کتاب مقتضب الاثر احمد بن محمد عیاش میں عبدالمنعم بن نعمان سے روایت ہے کہ حسن بن مسلم نے مجھے ایک نظم یہ کہہ کر سُنائی کہ: ابوالغوث منبجی شاعر آل محمدؐ نے یہ نظم سرمن سرائے میں سنائی تھی جس کا بیان ہے کہ ابوالغوث کا اصل نام اسلم بن محرز ہے، یہ مقام منبج کا رہنے والا تھا۔ بحتری بادشاہوں کی مدح کیا کرتا تھا، اور صرف آل محمد علیہم السّلام کی مدح کیا کرتا تھا۔

چنانچہ خود ابوعباد بحتری نے ابوالغوث کا ایک طویل قصیدہ مدح آل محمدؐ میں سنایا۔

جس کا مطلع یہ ہے: ولھت الی رویاکم وله الصادی ؛ یذاد عن الورد الروی یذّواد

۵ — بغا غلام ترکی کے متعلق رسولؐ کی دُعاء

مروّج الذہب میں مسعودی کا بیان ہے کہ بغا ایک معتصم کا ترکی غلام تھا جس نے بڑی بڑی جنگیں دیکھی تھیں دشمن کی صفوں میں گھس جاتا اور صحیح وسلامت نکل آتا اور لطف یہ ہے کہ وہ اپنے جسم پر لوہے کی بنی ہوئی کوئی چیز مثلاً زرہ وغیرہ کچھ نہ پہنتا تھا۔

جب اُس سے اِس کا سبب پوچھا گیا تو اُس نے بتایا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپؐ کے ساتھ آپؐ کے اصحاب کی ایک جماعت بھی تھی۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے بغا! تم نے میری اُمت کے ایک شخص کے ساتھ نیک سلوک کیا ہے اُس نے تمھیں دعائیں دیں اور اُس کی دُعائیں قبول ہوگئیں۔

میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! وہ کون شخص ہے ؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا، یہ وہ شخص ہے جس کو تم نے درندوں سے بچایا تھا۔

میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! آپؐ میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ میری عمر طویل فرمادے۔

آپؐ نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: پروردگارا! اس کو طویل عُمر عطا فرما، اور موت اس کو بھولی رہے۔

میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! پچانوے ۹۵ سال۔

آپؐ نے بھی فرمایا، پچانوے ۹۵ سال۔

ایک شخص جو آپؐ کے سامنے کھڑا ہوا تھا، اُس نے کہا، اور یہ آفات سے بچا رہے۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، ہاں، یہ آفات سے بچا رہے۔

میں نے اُس شخص سے پوچھا، آپ کون ہیں ؟

اُنھوں نے فرمایا، میں علیؑ ابن ابی طالبؑ ہوں۔

یہ خواب دیکھ کر میں بیدار ہوگیا۔ اب میں علیؑ کا نام لیتا ہوں (اسی وجہ سے جنگوں میں صفوں کے درمیان جاکر بھی بخیر و عافیت واپس آجاتا ہوں اور مجھے کوئی گزند نہیں پہونچتی)

بغا طالبین (حضرت ابو طالب کی اولاد میں سے) پر بہت مہربان رہتا اور ان کے ساتھ بہت نیکی کرتا تھا۔

کسی نے اُس سے پوچھا، وہ شخص کون ہے جس کو تم نے درندوں سے بچایا تھا، اور اُس کا کیا واقعہ ہے ؟

اُس نے کہا، معتصم باللہ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس سے کوئی بدعت سرزد ہوئی تھی۔ معتصم اور اُس کے درمیان شب کی تنہائی میں گفتگو ہوئی۔

معتصم نے مجھے حکم دیا، اسے لیجاؤ اور درندوں کے کٹھرے میں ڈال دو۔

مجھے بھی اس شخص پر بڑا غصہ آ رہا تھا۔ جب میں اُسے لیچلا، تو میں نے اُسے یہ کہتے ہوئے سُنا۔ "پروردگارا! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے صرف تیرے بارے میں گفتگو کی ہے، میں نے صرف تیرے دین کی نصرت کی ہے، میں نے جو کچھ کہا ہے وہ صرف تیری توحید کے متعلق تھا اور اس سے میرا مطلب صرف تیری اطاعت اور تیرا تقرب حاصل کرنا تھا، کسی غیر کا نہیں اور تیرے مخالف کے سامنے حق کو ثابت کرنا تھا، پھر کیا تو مجھے اپنے دشمن کے حوالے کر کے یہ سزا دلائے گا ؟"

بغا کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں کانپنے لگا، اندر سے رقّت آئی اور دل میں ایک درد سا اٹھا اور قریب تھا کہ میں اُسے درندوں کے کٹھرے میں ڈال دوں کہ اچانک میں نے اُسے کھینچ لیا اور اپنے حجرے میں لاکر اُسے چھپا دیا۔ پھر معتصم کے پاس آیا۔

اُس نے پوچھا کیا کیا ؟

میں نے کہا، میں اُس کو ڈال آیا۔

اُس نے پوچھا، وہ تم سے کچھ کہہ رہا تھا ؟

میں نے کہا، میں عجمی ہوں اور وہ عربی میں کچھ بول رہا تھا، سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہتا تھا؟

الغرض جب صبح ہوئی تو میں نے اُس شخص سے کہا، اب دروازے کھُل گئے ہیں اور اب میں پہرے داروں کے ساتھ تجھے نکال رہا ہوں، دیکھ میں نے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر تجھے بچایا ہے۔ لہٰذا کوشش کر، کہ عہدِ معتصم تک تو بالکل روپوش رہے، مگر تو مجھے یہ بتا دے کہ تیرا معاملہ کیا ہے ؟

اُس نے کہا، بات یہ تھی کہ ہمارے عمّال میں سے ایک فرد حرامکاری اور فسق و فجور میں مبتلا تھا۔ حق کو پائمال کرتا تھا، باطل کی مدد کرتا تھا جس کی وجہ سے شریعت میں فساد پیدا ہو رہا تھا، توحیدِ الٰہی منہدم ہو رہی تھی، مگر اُس کے خلاف کوئی شخص میری مدد کو تیار نہ ہوتا تھا۔ لہٰذا مجبوراً ایک شب کو میں نے اس پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا۔ اس لیے کہ اُس کے جرائم ایسے تھے کہ جن کی بناء پر وہ ازروئے شریعت واجب القتل تھا، نتیجہ میں مجھے گرفتار کر لیا گیا۔ اور اُس کے بعد جو کچھ ہوا وہ سب تم کو معلوم ہے۔

(مروّج الذھب)

(۶) = اصحابِ امام علیہ السلام

بوطیر : فحام کا بیان ہے کہ ابوطیب احمد بن محمد بن بوطیر ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص تھا، اس کا جد بوطیر حضرت امام ابوالحسن علی النقی بن محمد علیہ السلام کا غلام تھا اور اس کا نام امام علیہ السلام نے رکھا تھا۔ یہ اُن لوگوں میں سے تھا کہ روضہ کے اندر نہ جاتا تھا، باہر جالی سے آپؑ کی زیارت کر لیا کرتا تھا۔ اُس کا قول تھا کہ گھر کا مالک گھر کے اندر جبتک اجازت نہ دے، اندر کیسے جاؤں۔ یہ بڑا باادب تھا، دیوانوں میں جاتا، اگر کسی سے کوئی حاجت کرتا اور وہ حاجت پوری کر دیتا تو خوش ہوتا، اُس کا شکریہ ادا کرتا، اگر کوئی حاجت پوری کرنے کا وعدہ کرتا، تو اس کے پاس دوبارہ جاتا، اگر اُس نے اپنا وعدہ پورا کیا تو خیر، ورنہ تیسری بار پھر جاتا، اگر اُس نے حاجت پوری کر دی تو خیر، ورنہ وہیں کھڑا ہو جاتا، اور اُس کے پاس خواہ دو ایک آدمی ہوں یا مجمع ہو وہ یہ اشعار پڑھتا:

ترجمہ اشعار: "کیا تمھارا ارادہ یہ ہے کہ پلِ صراط پر پہونچ کر اپنے کیے ہوئے اس وعدے کو پورا کروگے۔ یا، یہ ارادہ ہے کہ قیامت میں تم یہ جود و بخشش کروگے۔ جناب میں نے آپ سے دنیا میں مانگا ہے، خوابِ غفلت سے بیدار ہو جائیے۔" (امالی)

ایوب بن نوح :-

عمر بن سعید مدائنی جو فطحیہ مذہب کا تھا اس کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایوب بن نوح آئے اور سامنے آکر کھڑے ہوگئے آپؑ نے ان کو کسی کام کے لیے کہا، پھر پلٹے اور میری طرف رُخ کر کے کہا، اے عمر! اگر تم اہلِ جنت میں سے کسی شخص کو دیکھنا چاہتے ہو تو اس شخص کو دیکھ لو۔

علی بن جعفر ہمدانی :

آپؑ کے اصحاب میں سے علی بن جعفر ہمدانی تھے۔ یہ ایک مردِ فاضل و پسندیدہ اور حضرت ابوالحسن اور ابومحمد علیہما السلام کے وکیل تھے۔

علی بن محمد ایادی کا بیان ہے کہ مجھ سے ابوجعفر عمری نے بتایا کہ ایک مرتبہ ابوطاہر بن بلال حج پر گیا، دیکھا کہ علی بن جعفر ہمدانی وہاں عظیم داد و دہش کر رہے ہیں۔ اس نے حضرت ابومحمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھا۔

آپؑ نے اس کے جواب میں ایک رقعہ تحریر فرمایا کہ میں نے ان کو ایک لاکھ دینار صرف کرنے کا حکم دیا تھا، اس کے بعد مزید ایک لاکھ دینار کا حکم دیا۔

انھوں نے کہا کہ، آپؑ کے پاس بھی کچھ رہنا چاہیے۔ مگر جب ہم کسی کو اپنے معاملہ میں دخل دینے کی دعوت نہیں دیتے تو لوگوں کو ہمارے معاملہ میں دخل دینے کا کیا حق ہے۔

پھر علی بن جعفر ھمدانی امام ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؑ نے اُن کو تیس ہزار دینار عطا فرمائے۔ (غیبت طوسی ص۲۲۶)

- محمد بن یعقوب کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن فرج کو خط لکھا اور اس میں علی بن راشد وعیسیٰ بن جعفر اور ابن بند کے متعلق دریافت کیا۔

اُنھوں نے جواب میں تحریر کیا کہ: تم نے ابن راشد کے متعلق دریافت کیا ہے تو اُنھوں نے باسعادت زندگی گذاری اور شہید مرے۔

پھر اُنھوں نے ابن بند اور عاصمی کے لیے دعائے مغفرت کی اور بتایا کہ ابن بند کو ڈنڈوں سے مار مار کر قتل کیا گیا۔

- اور ابن عاصم کو جسرِ بغداد پر تین سو کوڑے لگائے گئے اور دریائے دجلہ میں پھینکدیا گیا۔

(رجال کشی ص۵۰۲)

(۶) ـــ فارس ایک قابلِ مذمت شخص تھا

قابلِ مذمت لوگوں میں ایک فارس بن حاتم بن ماہویہ قزوینی ہے۔

چنانچہ عبداللہ بن جعفر حمیری کی روایت ہے کہ حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام نے علی بن عمر قزوینی کو خط لکھا کہ اللہ کے دین پر پختہ اعتقاد رکھو۔ فارس پر اللہ کی لعنت ہو۔ تم یہی کر سکتے ہو کہ اُس پر لعنت کرو، لہٰذا اس پر لعنت کرنے میں، اس کی ہتک میں، اس کے قطع اسباب میں، جہاں تک ممکن ہو پوری پوری کوشش کرو۔ میرے اصحاب کو اس سے نہ ملنے دو، اس کی ہر چال کو باطل کرو۔ میرے اصحاب کو میری طرف سے یہ بتا دو کہ میں اپنے اس تاکیدی حکم کے متعلق اللہ کے سامنے ان سے بازپرس کروں گا۔ نافرمان اور منکر پر وَیل ہو۔ میں نے یہ تحریر خود اپنے ہاتھ سے سہ شنبہ ۹ ربیع الاول کی شب ۲۵۰ھ میں لکھی۔ میں اللہ پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اس کی بہت بہت حمد و تعریف کرتا ہوں۔

(غیبت طوسی ص۲۲۸)

(نوٹ:)

یہ وہ شخص ہے جس کے متعلق علاّمہ کلینیؒ نے کافی میں جلد ا ص۴۹۶ پر تحریر کیا ہے کہ:

محمد بن سنان سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام ابوالحسن ہادی علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپؑ نے پوچھا، کیا آلِ فرج میں کوئی حادثہ ہوگیا ہے ؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں، عمر فارس مرگیا۔

آپؑ نے فرمایا، الحمد للہ۔

میں نے شمار کیا تو آپؑ نے چوبیس مرتبہ الحمد للہ کہا۔

میں نے عرض کیا، مولا ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپؑ اس کی موت پر اتنے خوش ہوں گے تو میں پا پیادہ دوڑتا ہوا آکر آپؑ کو اس کی اطّلاع دیتا۔

آپؑ نے فرمایا، تمھیں معلوم نہیں کہ یہ کون تھا ؟

میں نے عرض کیا، جی نہیں۔

آپؑ نے فرمایا، یہ وہ شخص تھا جس نے میرے پدرِ بزرگوار سے دورانِ گفتگو یہ کہا تھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ اس وقت نشے کے عالم میں ہیں۔

میرے پدرِ بزرگوار نے فرمایا، پروردگارا ! تو جانتا ہے کہ میں روزے سے ہوں، تو اسے سلبِ مال اور ذلتِ اسیری میں مبتلا کر۔

چند ہی دنوں میں اس کا سارا مال جاتا رہا اور اس کو قید کر دیا گیا، اور اب وہ مرا ہے۔ اللہ اس کو اپنی رحمت سے دور ہی رکھے۔ (کافی جلد ۱ صـ ۴۹۶)

(۷) ــ ابوالہاشم جعفری

عبداللہ بن عیاش سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام ابوالحسن علیہ السّلام بیمار ہوئے تو ابوالہاشم جعفری نے چند اشعار کہے جن کا خلاصہ یہ ہے :

"تعجب ہے کہ آپؑ کیسے بیمار ہوگئے، آپؑ تو مجسّم دوا ہیں، آپؑ دین و دنیا کے مریضوں کا علاج کر دیتے ہیں بلکہ مُردوں کو زندہ کر دیتے ہیں اور صرف مُردوں ہی کو نہیں بلکہ زندوں کو بھی نئی زندگی عطا فرماتے ہیں۔ (اعلام الوریٰ صـ ۳۴۸)

(۸) ــ میں نے ابوعلی کو حسین بن عبدربہ کا قائم مقام بنایا

رجال کشی میں ہے کہ میں نے جبریل بن احمد کے ہاتھ کی ایک تحریر دیکھی جس میں لکھا تھا

کہ مجھ سے محمد بن عیسیٰ یقطینی نے بیان کیا کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے ۲۳۲ھ میں علی بن بلال کو یہ خط تحریر فرمایا:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور اللہ کے نبی حضرت محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر درود بھیجتا ہوں۔ واضح ہو کہ میں نے حسین بن عبدربہ کی جگہ اُن کا قائم مقام ابو علی کو بنا دیا ہے، میں جانتا ہوں کہ دیانت و امانت میں ان سے بڑھ کر کوئی نہیں۔

مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے جوار کے شیخ اور بزرگ ہو تمہارے امتیاز و اکرام کے پیش نظر میں تمھیں یہ خط لکھ رہا ہوں، تمھارا فرض ہے کہ ابو علی کی اطاعت کرو۔ اور وہ تمام چیزیں جو تمھارے پاس بطور امانت ہیں وہ اُن کے حوالے کردو میرے ماننے والوں کو اُن کی طرف متوجہ کرو اُن کا تعارف کراؤ، تاکہ اُن کو کام کرنے میں مدد ملے، اس سے ہماری نظر میں تمھارا وقار بڑھے گا۔ ہماری خوشی کا سبب ہوگا۔ اس کا تمھیں اللہ کی طرف سے اجر ملے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے جسے چاہتا ہے بہترین عطا اور عمدہ جزا دیتا ہے۔ میں تمھیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

یہ تحریر میں نے خود اپنے ہاتھ سے رقم کی ہے اللہ کا بیحد شکر و حمد۔" (رجال کشی ص ۴۳۲)

۹ ۔ ابو علی بن راشد کے متعلق امامؑ کا اپنے ماننے والوں کے نام خط

احمد بن محمد بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ:

حضرت امام علی النقی علیہ السلام کا ایک خط ابن راشد کے پاس تھا جو آپؑ نے اپنے ماننے والوں کے نام تحریر فرمایا تھا جو بغداد و مدائن اور ان کے قرب و جوار میں رہتے تھے جس کا مضمون یہ تھا۔

الحمد للہ، کہ میں بخیر و عافیت ہوں درود بھیجتا ہوں اللہ کے نبیؐ اور اُنؐ کی آلؑ پر بہترین و کامل ترین درود۔ واضح ہو کہ میں نے ابو علی بن راشد کو حسین بن عبدربہ کا اور اُن سے پہلے لوگوں کا جو ہمارے وکلاء میں سے تھے اس کو قائم مقام بناتا ہوں۔ اور اس کو ان تمام چیزوں کا والی بناتا ہوں جس کے والی ہمارے وکلاء اس سے پہلے تھے تاکہ وہ میرے حقوق وصول کرے میں نے اس کو تم لوگوں پر مقرر و منتخب کیا ہے۔ اس کو ترجیح دی ہے اور واقعاً وہ اس کا اہل ہے۔

لہٰذا اللہ تم لوگوں پر رحم فرمائے تم لوگ میرے حق کا سارا مال اس کے حوالے کردو اور اس کو اپنے دل میں برا نہ محسوس کرو۔ اللہ کے حکم کی اطاعت میں تعجیل کرو اسے ادا کر کے اپنے اموال کو حلال کر لو۔ دیکھو! نیکی اور پرہیزگاری میں لوگوں سے تعاون کرو۔ گناہ اور سرکشی میں کسی سے تعاون نہ کرو، اللہ سے ڈرو، ہو سکتا ہے کہ اللہ تم لوگوں پر رحم فرمائے۔ تم سب لوگ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے

پکڑلو، تاکہ اگر تمھیں موت آئے تو اس وقت تم مسلمان ہی رہو۔

یاد رکھو! اُس کی اطاعت میری اطاعت ہے، اُس کی نافرمانی، میری نافرمانی ہے۔ لہٰذا وہ راستہ اختیار کرو کہ اللہ تمھیں اس کا اجر دے اور تم پر اپنے فضل و کرم میں اضافہ کرے۔ بیشک اللہ بہت وسعتِ رزق دینے والا اور کریم ہے، وہ اپنے بندوں پر بڑا رحیم ہے۔ ہم اور تم سب ہی اللہ کی ودیعت اور امانت ہیں اور اس کے حفظ و امان میں ہیں۔

"میں نے یہ تحریر خود اپنے ہاتھ سے رقم کی ہے۔ اللہ کی بیحد حمد اور بہت بہت شکر"

(رجال الکشی ص ۴۳۳)

ایک دوسرے خط میں یہ تحریر فرمایا تھا۔ اے ایوب! میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ تمھارے اور ابوعلی کے درمیان کوئی الجھاؤ نہ رہے بلکہ تم میں سے ہر ایک کو جو کام سپرد کیا گیا ہے وہ اپنا کام کرے اور اپنے قرب و جوار کے معاملات درست کرے تم لوگوں کو جن جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے اگر اُن کو بجالائے تو ہر چیز سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔

اے ابوعلی! میں نے جو حکم ایوب کو دیا ہے وہی تم کو بھی دیتا ہوں۔

اے ایوب! اگر اہلِ بغداد و اہلِ مدائن میں سے تمھارے پاس کوئی چیز لائے تو اسے قبول نہ کرنا، اور اگر تمھارے علاقے سے باہر کا کوئی شخص کوئی چیز لائے تو اُس سے کہدو کہ وہ اپنے علاقے کے وکیل کے سپرد کرے۔

اے ابوعلی! جو حکم میں نے ایوب کو دیا ہے وہی تم کو بھی دیتا ہوں۔ تم دونوں میں سے ہر ایک کو جس جس کام کا حکم دیا گیا ہے، اس کو چاہیے کہ وہ اسی کام کو انجام دے۔

(رجال الکشی ص ۴۳۳)

(۱۰) ⟸ الیسع بن حمزہ قمّی کو دُعا کی تعلیم

مہج الدعوات میں الیسع بن حمزہ قمّی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک بار عمرو بن مسعدہ وزیرِ معتصم خلیفہ کی طرف سے مجھ پر ایک سخت مصیبت آپڑی، اور خطرہ یہ تھا کہ کہیں خون نہ بہا دیا جائے۔ میں نے اپنے آقا و مولا حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کو عریضہ لکھا اور اس میں اپنی مصیبت بیان کی۔

آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا، تمھیں ڈرنے یا خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے تم ان کلمات کے ساتھ دُعا کرو، اللہ تم کو اس مصیبت سے نجات دے گا جس میں تم مبتلا ہو، اللہ تمھیں اس سے نکلنے کا راستہ پیدا کردے گا۔ آلِ محمدؐ بھی جب کسی سخت مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں یا کوئی دشمن نمودار ہوتا ہے، یا فقر و افلاس کا خطرہ ہوتا ہے یا غمگین ہوتے ہیں

تو انہی کلمات کے ساتھ اللہ سے دعا کرتے ہیں۔

الیسع بن حمزہ کا بیان ہے کہ جو کلمات میرے مولا نے تحریر فرمائے تھے میں نے دن کے ابتدائی حصے میں انہی کلمات کے ساتھ اللہ سے دعا کی، اور خدا کی قسم ابھی دن کا ایک حصہ ہی گذرا تھا کہ میرے پاس عمرو بن مسعدہ کا آدمی پہونچا اور کہا چلو، وزیر نے تم کو بلایا ہے۔

میں اس کے پاس پہونچا، تو وہ مجھے دیکھ کر مسکرایا اور حدّاد کو حکم دیا کہ اس کی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں کاٹ دی جائیں۔

حدّاد نے میری ہتھکڑیاں اور بیڑیاں کاٹ دیں اور میں رہا ہو گیا۔

پھر اس نے میرے لیے ایک بہترین خلعت کے دیے جانے کا حکم دیا، تحفے یا کچھ عطر وغیرہ دیے، مجھے اپنے قریب بلایا، باتیں کیں، مجھ سے معذرت خواہ ہوا اور جو کچھ اس نے میرا مال و املاک ضبط کیا تھا سب واپس کر دیا۔ نیز میرے ساتھ اور بھی نیک سلوک کیے اور مجھے اپنی جاگیر پر واپس کر دیا، بلکہ کچھ جائیداد جو اس سے متصل تھی وہ بھی میرے حوالے کر دی

(مہج الدعوات صہ ۳۳۸)

(۱۱) میرے لیے حائرِ حسینی میں دُعا کی جائے

ابوہاشم سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کی طبیعت ناساز ہوئی۔ آپؑ نے میرے اور محمد بن حمزہ کے پاس آدمی بھیجا مگر محمد بن حمزہ مجھ سے پہلے آپؑ کی خدمت میں پہونچ گئے۔

انھوں نے مجھے بتایا کہ امام علیہ السلام مسلسل یہ فرما رہے ہیں کہ (میری صحت کی دُعا کے لیے) کسی کو حیر (حائرِ امام حسینؑ پر) بھیجو۔

میں نے محمد بن حمزہ سے کہا، پھر تم نے کیوں نہیں کہہ دیا کہ آقا، میں جاتا ہوں۔

اس کے بعد میں حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کیا: آقا، میں آپؑ پر فدا ہوں، میں حیر (حائرِ حسینی پر) جاؤں گا۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا، مگر اس کے متعلق خوب سوچ لو (اس لیے کہ متوکل نے زیارتِ قبرِ حسینؑ کے متعلق حکمِ امتناعی جاری کر دیا ہے)۔

پھر آپؑ نے فرمایا، محمد بن حمزہ یہ صحیح ہے کہ زید بن علی کا معتقد نہیں ہے، اور میں نہیں چاہتا کہ وہ یہ بات سُنے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس کا تذکرہ علی بن بلال سے کیا، تو اس نے کہا، انھیں حیر کی

کیا ضرورت ہے، وہ تو خود ہی خبیر ہیں۔

جب میں عسکر (سر من رائے) گیا تو آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپؑ نے فرمایا، اگر تمھارا قیام کا ارادہ ہو تو پھر بیٹھو۔

جب میں نے دیکھا کہ آپؑ کو مجھ سے اُنس ہے تو میں نے علی بن بلال کی بات کا آپؑ سے تذکرہ کیا۔

آپؑ نے فرمایا، پھر تم نے اسے یہ جواب کیوں نہیں دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانۂ کعبہ کا طواف بھی فرمایا کرتے اور حجرِ اسود کو بوسہ بھی دیا کرتے تھے، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت، بلکہ ایک مومن کی حرمت خانۂ کعبہ سے کہیں زیادہ بڑی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مقامِ عرفہ میں وقوف کا حکم دیا، اور یہ وہ مقامات ہیں جہاں اللہ چاہتا ہے کہ اس کا تذکرہ کیا جائے۔ اِس لیے میں بھی چاہتا ہوں کہ میرے لیے وہاں دعا کی جائے جہاں اللہ چاہتا ہے کہ بندے وہاں اُس سے دعا مانگیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؑ نے یوں فرمایا، مگر راوی کا بیان ہے کہ مجھے یاد نہیں کہ آپؑ نے یہ الفاظ کہے ہوں گے کہ "یہ مقامات ایسے ہیں کہ جہاں اللہ چاہتا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ پھر میں بھی یہ چاہتا ہوں کہ میرے لیے وہاں دعا کی جائے جہاں اللہ چاہتا ہے کہ میری عبادت کی جائے۔ تم نے علی بن بلال کو یہ جواب کیوں نہ دیا۔

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، اگر میں اتنا اچھا جواب خود دے سکتا تو یہ مسئلہ آپؑ کے سامنے کیوں پیش کرتا۔

مگر یہ الفاظ ابو ہاشم کے ہیں امام علیہ السلام کے نہیں ہیں۔ (الکافی جلد ۴ صفحہ ۵۶۸-۵۶۷)

تمت بالخیر

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

حصہ ۹ نہم

بحار الانوار

ملا محمد باقر مجلسی رحمہ اللہ

ترجمہ

مولانا سید حسن امداد ممتاز الافاضل

در حالات

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

بحار الانوار

باب ۱

سکونت، ولادت، القاب
اور
نقشِ خاتم

ANSAR

۱ = جائے سکونت

میں نے اپنے مشائخ سے سُنا ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سُرّمن رائے (سامرہ) کے جس محلّے میں سکونت پذیر تھے اُس نام عسکر تھا اسی لیے ان دونوں حضرات کو یکجا (عسکریّین) اور ہر ایک کو علیحدہ عسکری کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

(علل الشرائع باب ۱۶۷)

۲ تاریخہائے ولادت و وفات اور جائے ولادت، مدّتِ امامت و اسمِ والدہ گرامی:

حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام مدینہ منورہ کے اندر ماہِ ربیع الاول ۲۳۰ھ میں تولّد ہوئے۔ آپ کی والدۂ گرامی اِم ولد تھیں جن کا اسمِ گرامی حدیثہ تھا۔ آپؑ کی مدّتِ امامت چھ سال تھی۔

(الارشاد صـ۳۱۵)

- کتاب مصباح کفعمی میں ہے کہ حضرت ابو محمد حسن بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ الرضا علیہ السلام دس ۱۰ ربیع الآخر ۲۳۲ھ کو تولّد ہوئے۔
- شیخ مفید علیہ الرحمۃ کی کتاب "حدائق الریاض" میں بھی یہی تاریخِ ولادت مرقوم ہے۔

(اقبال الاعمال ۔ حدائق الریاض)

- کتاب الدروس میں ہے کہ آپ کی والدہ کا اسمِ گرامی حدیث تھا۔ آپؑ مدینہ منورہ کے اندر ماہِ ربیع الاخر میں تولد ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؑ دوشنبہ کے دن تولّد ہوئے

(الدروس)

- آپؑ کی ولادت ۸ ربیع الآخر روزِ جمعہ کو مدینہ منوّرہ میں ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؑ مقامِ سرمن رائے کے اندر ۲۳۲ھ میں تولّد ہوئے اور اپنے پدرِ بزرگوار حضرت امام علی النقیؑ کے ساتھ تیئیس سال بسر کیے پھر اُن کی وفات کے بعد خود آپؑ کا عہدِ امامت چھ سال رہا۔ اور اِس عرصہ میں

چند ماہ معتز کی حکومت رہی، اس کے بعد مہتدی کی حکومت، پھر معتمد کی حکومت ہوگئی۔ اور معتمد کی حکومت کے پانچ سال گذر جانے کے بعد آپؑ نے شہادت پائی، اور سر من رائے میں اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ وقتِ شہادت آپؑ کی عمر کل چھبیس ۲۶ سال کی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۲۸ سال تھی۔ آپؑ ربیع الاوّل ۲۶۰ھ کی ابتدائی تاریخوں میں بیمار ہوئے اور ۸ ربیع الاول روز جمعہ وفات پائی۔ (مناقب آل ابی طالب جلد ۴ صفحہ ۴۲۲)

- محمد بن طلحہ نے اپنی کتاب "کشف الغمہ" میں تحریر کیا ہے کہ آپؑ کی ولادت ۲۳۱ھ میں ہوئی۔ آپؑ کی والدۂ گرامی ام ولد تھیں جن کا نامِ نامی سوسن تھا۔ آپؑ کی کنیت ابو محمد اور لقب الخالص تھا۔ (کشف الغمہ جلد ۳ صفحہ ۲۷۱)

- آپؑ نے ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ میں وفات پائی، اس طرح آپؑ کا سن وفات کے وقت ۲۹ سال کا تھا جس میں سے ۲۳ سال اور چند ماہ اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ رہے اور اُن کی رحلت کے بعد پانچ سال چند ماہ اپنے عہدِ امامت میں بسر کیے۔ آپؑ کی قبر سر من رائے (سامرّہ) میں ہے۔ (کشف الغمہ جلد ۳ صفحہ ۲۷۲)

- حافظ عبد العزیز بغدادی کا بیان ہے کہ آپؑ کا لقب عسکری ہے ۲۳۱ھ میں تولّد ہوئے اور ۲۶۰ھ کے اندر عہدِ معتمد میں وفات پائی۔ آپؑ کی قبر سامرّہ میں ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ۲۳۲ھ میں تولّد ہوئے اور ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ کو سر من رائے میں وفات پائی، اُس وقت آپؑ کا سنِ مبارک صرف اٹھائیس سال کا تھا۔ آپؑ کی والدۂ گرامی ام ولد تھیں جن کا نامِ نامی حریبہ تھا۔ آپؑ کی قبر سر من رائے میں آپؑ کے پدر گرامی کی قبر کے پہلو میں ہے
(کشف الغمہ جلد ۳ صفحہ ۲۷۳)

- کتاب الدلائل میں حمیری کا بیان ہے کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری ابنِ حضرت امام علی النقی علیہ السلام ماہ ربیع الآخر ۲۳۲ھ میں تولّد ہوئے اور ۸ ربیع الاوّل روز جمعہ ۲۶۰ھ میں آپؑ نے انتقال فرمایا، اُس وقت آپؑ کا سن مبارک اٹھائیس سال کا تھا۔ (کشف الغمہ جلد ۳ صفحہ ۳۰۸)

- اعلام الورٰی میں ہے کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام مدینۂ منورہ میں روز جمعہ ۸ ربیع الآخر ۲۳۲ھ کو تولّد ہوئے اور آپؑ نے سر من رائے میں ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ کو وفات پائی۔ اس وقت آپؑ کا سن اٹھائیس سال کا تھا۔ آپؑ کی والدۂ گرامی ام ولد تھیں جن کو حدیث کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ آپؑ کے

مدتِ امامت چھ سال تھی۔

آپؑ کے القاب الہادی، السراج اور العسکری ہیں آپؑ اور آپؑ کے پدر بزرگوار اور آپؑ کے جدِ نامدار یہ سب اپنے زمانے میں ابنِ رضا کے نام سے مشہور تھے آپؑ کے عہدِ امامت میں معتز کی آخری چند ماہ کی حکومت رہی۔ پھر مہتدی نے گیارہ ماہ اٹھائیس یوم حکومت کی اس کے بعد احمد معتمد علی اللہ بن جعفر متوکل نے بیس سال گیارہ دن حکومت کی مگر جب اس کی حکومت کو پانچ سال ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ولی حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی قبضِ روح فرمائی۔ اور آپؑ بھی سر من رائے میں اپنے پدرِ گرامی کے ساتھ دفن کیے گئے۔

ہمارے اکثر اصحاب کا خیال ہے کہ آپؑ کو زہر سے شہید کیا گیا۔ جس طرح آپؑ کے پدرِ بزرگوار اور جدِ نامدار بلکہ جمیع ائمۂ اطہار کو زہر سے شہید کیا گیا۔ وہ لوگ اس کی دلیل میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا:

" واللہ ما منا الا مقتول شہید " (خدا کی قسم ہم میں سب کے سب ہی مقتول و شہید ہیں۔) (واللہ اعلم) (اعلام الوریٰ ص ۳۴۹)

(۳) — القاب و کنیت

آپؑ کو الصامت، الہادی، الرفیق، الزکی اور النقی کے القاب سے یاد کیا جاتا تھا۔ آپؑ کنیت ابو محمد تھی۔ نیز آپؑ کے اور آپؑ کے پدرِ عالی قدر حضرت امام علی النقی علیہ السلام اور آپؑ کے جدِ نامدار حضرت امام محمد تقی جواد ؑ اپنے اپنے زمانے میں ابن الرضا کے نام سے مشہور رہے۔

آپؑ کی والدۂ گرامی اُمّ ولد تھیں جن کا نام نامی حدیث ہے۔ آپؑ کے صرف ایک ہی فرزند امام قائم آلِ محمدؐ علیہ السلام ہیں۔ (جو ابھی تک زندہ ہیں، ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں جب خدا کا حکم ہوگا ظاہر ہوں گے۔) (مناقب آل ابی طالب جلد ۴ ص ۴۲۱)

(۴) — نقشِ خاتم

آپؑ کا رنگ کھلتا ہوا گندمی تھا۔ آپ کا نقشِ خاتم " سبحان من لہ مقالید السموٰت و الارض " تھا۔

(فصول المہمہ)

- مصباح کفعمی میں ہے کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام دوشنبہ کے روز چار ربیع الثانی ۲۳۲ھ میں تولد ہوئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دس ربیع الثانی آپؑ کی تاریخ ولادت ہے۔ آپ کا نقش خاتم: "اَنَا اللّٰہُ شَھِیدٌ" یا "اِنَّ اللّٰہَ شَھِیدٌ" تھا۔

(مصباح کفعمی)

- عیون المعجزات میں ہے کہ ہمارے اصحاب کی روایت کے مطابق آپؑ کی والدۂ گرامی کا اسم شریف سلیلؑ تھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حدیث تھا۔ مگر صحیح یہ ہے کہ ان کا نام سلیل تھا۔ یہ زنانِ عارفات و صالحات میں سے تھیں روایت میں یہ بھی ہے کہ آپؑ ۲۳۱ھ میں تولد ہوئے۔
- حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ربیع الآخر ۲۳۲ھ میں تولد ہوئے آپؑ کی والدۂ گرامی ام ولد تھیں جن کو حدیث کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

(کافی جلد۱ صـ۵۰۳)

دربان: آپؑ کے دربان عثمان بن سعید اور حسین بن روح نوبختی (نیبختی) تھے۔

تصانیف: حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی ایک کتاب ۲۵۵ھ میں ملی جو آپؑ کے حالات پر مشتمل تھی۔ جس کے ترجمے کا نام "رسالۂ منقبت" ہے۔ جو اکثر مسائل حلال و حرام پر مشتمل ہے اس کتاب کی ابتدائی عبارت یہ ہے:

انت یوفی علی بن محمد بن علی بن موسیٰ۔

خیبری نے کتاب موسوم بہ "مکاتبات الرجال عن العسکرین" میں احکامِ دین کے ایک حصہ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

ثقات: آپؑ کے ثقات (معتمدین) میں سے علی بن جعفر حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے کارپرداز تھے۔ ابوہاشم داؤد بن قاسم جعفری جنھوں نے پانچ ائمہ کا زمانہ دیکھا۔ داؤد بن ابو یزید نیشاپوری، محمد بن علی بن بلال، عبداللہ بن جعفر حمیری قمی، ابو عمرو عثمان بن سعید عمری، زیات و سمان، اسحاق بن ربیع کوفی، ابوالقاسم جابر بن یزید فارسی اور ابراہیم بن عبیداللہ بن ابراہیم نیشاپوری تھے۔

وکلاء: آپؑ کے وکلاء میں محمد بن احمد بن جعفر اور جعفر بن سہیل صیقل ہیں ان دونوں نے آپؑ کے پدر بزرگوار اور آپؑ کے فرزند کا زمانہ بھی دیکھا تھا۔

اصحاب: محمد بن حسن صفار، عبدوس عطار، سری بن سلامہ نیشاپوری، ابوطالب حسن بن جعفر فافانی اور ابوالبختری آپؑ کے اصحاب تھے۔

بحار الانوار

باب ۲

نصوص بر امامت

ANSAR

(۱) حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا ارشاد

صقر بن دلف سے روایت ہے
اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوجعفر امام محمد تقی ابن حضرت امام علیؑ ابن موسٰی الرضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ میرے بعد میرا فرزند علی النقی امام ہوگا، اس کا قول میرا قول اور اس کی اطاعت میری اطاعت ہوگی، اور اس کے بعد اس کا فرزند حسنؑ امام ہوگا۔

(کمال الدین جلد ۲ ص۵۰)

(۲) حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی نص

کتاب کمال الدین امالی شیخ صدوقؒ
اور کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ عبدالعظیم بن عبداللہ نے حضرت امام علی النقی علیہ السلام ابن حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا، میرے بعد میرا فرزند حسن، امام ہوگا۔ مگر اس کے بعد لوگوں کا حال عجیب ہوگا۔ (کمال الدین جلد ۲ ص۵۱)

(۳) نصِ آخر :

صقر بن دلف سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی النقی ابن حضرت امام محمد تقیؑ ابنِ امام علیؑ الرضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ میرے بعد میرا فرزند حسنؑ امام ہوگا اور حسنؑ کے بعد اس کا فرزند قائمؑ امام ہوگا جو زمین کو قسط و عدل سے اس طرح بھر دے گا جیسے اس سے پہلے وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی۔

(کمال الدین جلد ۲ ص۵۵)

- کفایۃ الاثر میں بھی علی بن ابراہیم سے اسی کے مثل روایت ہے۔ (کفایۃ الاثر ص۳۲۶)

(۴) نصِ آخر :

ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہ میں نے ابوالحسن صاحبِ عسکر (امام علی النقیؑ) کو فرماتے

ہوئے سُنا کہ میرا جانشین میرے بعد میرا فرزند حسنؑ ہوگا، مگر میرے اس جانشین کے بعد جب اس کے جانشین کا زمانہ آئے گا اُس وقت تم لوگوں کا کیا حال ہوگا ؟

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، کیوں ؟

آپؑ نے فرمایا، اِس لیے کہ تم لوگ اُس کی ذات کو نہ دیکھ سکو گے، اور نہ اُس کا نام لیکر اُس کا ذکر کرنا تم لوگوں کے لیے جائز سمجھا جائے گا

میں نے عرض کیا، پھر اُن کا ذکر ہم لوگ کیسے کریں گے ؟

آپؑ نے فرمایا، تم لوگ کہنا " الحجۃ من آل محمد علیہم السّلام "

(کمال الدینؒ جلد ۲ صـ ۳۶۲)

- کتاب غیبۃ طوسیؒ میں سعد سے اسی کے مثل روایت ہے (غیبۃ طوسیؒ صـ ۱۳۱)
- کتاب الارشاد میں محمد بن احمد علوی سے اسی کے مثل روایت ہے (الارشاد صـ ۳۱۷)
- اعلام الورٰی میں بھی محمد بن احمد علوی سے اسی کے مثل روایت ہے (اعلام الورٰی صـ ۳۵۲-۳۵۱)

⑤ ــ نصِ آخر :

علی بن عبداللہ بن مروان انباری کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے فرزند ابوجعفر کا انتقال ہوا، میں وہاں موجود تھا چنانچہ جب وہاں امام علی النقی علیہ السلام تشریف لائے تو آپؑ کے لیے کرسی رکھ دی گئی۔ آپؑ اُس پر تشریف فرما ہوئے حضرت ابو محمد (امام حسن عسکری) علیہ السلام آپؑ کے پہلو میں کھڑے تھے۔ جب آپؑ ابوجعفر کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو حضرت ابو محمد سے فرمایا:

اے فرزند ! اللہ کا شکر ادا کرو کہ اُس نے عہدۂ امامت تمھارے لیے قرار دیدیا۔

(بصائر الدرجات صـ ۴۷۳)

- اعلام الورٰی میں معلّٰی سے بھی اسی کے مثل روایت ہے۔

(اعلام الورٰی صـ ۳۵۰)

⑥ ــ نصِ آخر :

سعد نے ابی ہاشم جعفری سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن عسکری (امام علی النقی) علیہ السلام کے فرزند ابوجعفر کی وفات کے وقت میں وہاں موجود تھا اور اس وقت تک ابوجعفر کی امامت کے اشارے اور دلائل سامنے تھے۔ میں اپنے دل میں سوچ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ یہ تو بالکل ابوابراہیم اور اسماعیل کا قصہ ہے اتنے میں میری طرف

متوجہ ہوئے اور فرمایا:

ہاں اے ابو ہاشم، اللہ تعالیٰ نے ابو جعفر کے متعلق نیا حکم جاری فرمادیا، اور اب اس کے بدلے ابو محمد (امام حسن عسکری) علیہ السلام کو عہدۂ امامت سپرد کرنے کا حکم دے دیا بالکل اسی طرح جیسے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد کے لیے امام موسیٰؑ کے متعلق نیا حکم جاری کردیا تھا، یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا تمھارا دل کہہ رہا ہے، خواہ اہلِ باطل اس کو کتنا ہی ناپسند کریں۔ مگر اب میرے بعد میرا جانشین میرا فرزند ابو محمدؑ (حسن عسکریؑ) ہے اس کے پاس ہر وہ چیز ہے جس کی اُمتِ مسلمہ کو ضرورت ہے اور الحمدللہ کہ اس کے پاس امت کا جوہر ہے۔

(غیبۃ طوسی ص ۱۳۰)

- کتاب ارشاد میں بھی ابو ہاشم جعفری سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(الارشاد ص ۳۱۷)

۷ — نصِ آخر:

محمد بن یحییٰ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابوالحسن، علی النقی علیہ السلام کے فرزند ابو جعفر کی وفات کے بعد میں بغرض تعزیت آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت وہاں حضرت ابو محمد (امام حسن عسکری ع) علیہ السلام بھی تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپؑ رو رہے ہیں جب حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے آپ کو روتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: اے بیٹا! اللہ تعالیٰ نے تمھیں نیابت عطا فرمائی ہے اس لیے تم اُس کا شکر ادا کرو۔

(اعلام الوریٰ کافی جلد ا ص ۳۲۷ الارشاد ص ۳۱۷-۳۱۶)

۸ — نصِ آخر:

احمد بن محمد بن رجا صاحب ترک کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن (امام علی النقی علیہ السلام) نے فرمایا کہ میرے بعد میرا فرزند حسن امام ہوگا۔

(غیبۃ طوسی ص ۱۳۰)

۹ — نصِ آخر

احمد بن عیسیٰ علوی جو علی بن جعفر کی اولاد میں سے تھے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں مقام صریا میں حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپؑ کو سلام کیا اتنے میں دیکھا کہ وہاں (آپؑ کے فرزند) ابو جعفر اور ابو محمدؑ بھی آگئے۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھا تاکہ ابو جعفر کو سلام کروں۔

حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام نے فرمایا، یہ تمہارے امام نہیں ہیں، امام سمجھ کر انھیں سلام نہ کرنا، تمہارے امام تو (حضرت امام ابو محمد حسن عسکری کی طرف اشارہ فرمایا) یہ ہیں۔ (ان کو سلام کرو۔) (غیبتہ طوسی ص۱۳۰)

(۱۰) ـــ نصِ آخر :

شاہویہ بن عبداللہ جلاب کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام سے ان کے فرزند ابو جعفر کے متعلق بہت سی ایسی باتیں سنیں کہ جن سے گمان ہونے لگا کہ آپؑ کے بعد یہ امام ہوں گے۔ مگر جب ابو جعفر کا انتقال ہوگیا تو مجھے بڑا قلق ہوا۔ مجھے بڑی حیرانی تھی اور میں بڑے پس وپیش میں تھا کہ اس کے متعلق آپؑ کو خط لکھ کر دریافت کروں، یا نہ کروں۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آئندہ کیا ہوگا۔

بالآخر میں نے آپؑ کو خط لکھا اور اس میں درخواست کی کہ آپؑ دعا فرمائیں کہ حکومتِ وقت کی طرف سے میں اپنے غلاموں کے متعلق بڑا متفکر ہوں میری یہ فکر اور پریشانی دور ہوجائے۔

آپؑ نے خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں نے دعا، کردی ہے، تمہارے غلام تمھیں واپس مل جائیں گے۔ اس کے بعد خط کے آخر میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ تمہارا ارادہ تھا کہ مجھ سے پوچھو کہ "ابو جعفر کا تو انتقال ہوگیا، اب آپؑ کے بعد آپؑ کا جانشین کون ہوگا۔"

اس کی تمھیں بڑی فکر ہے۔ فکر کی کوئی بات نہیں، اللہ تعالیٰ کسی قوم کی ہدایت کرنے کے بعد گمراہ نہیں ہونے دیتا، اُن پر راہ نجات کو واضح کردیتا ہے۔ سنو! میرے بعد تم لوگوں کے امام میرے فرزند ابو محمدؑ ہوں گے۔ اُن کے پاس ہر وہ چیز ہے جس کی اس امتِ مسلمہ کو ضرورت ہوگی۔ اللہ جسے چاہتا ہے آگے بڑھا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے پیچھے ہٹا دیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ:

"ہم جس آیت کو بھی منسوخ کرتے یا محو کرتے ہیں، اُس سے بہتر یا اسی کے مثل دوسری آیت لادیتے ہیں جو صاحبانِ عقل وہوش کے لیے کافی اور واضح ہوتی ہے۔ (غیبتہ طوسی ص۱۳۱)

- ابن قولویہ نے کلینیؒ سے اُنھوں نے علی بن محمد سے اور اُنھوں نے اسحاق سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔ (کافی جلد ۱ ص۳۲۸ ارشاد ص۳۱۷)

(اعلام الوریٰ ص۳۵۱)

(۱۱) ـــ نصِ آخر

یحییٰ بن یسار قنبری سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام نے اپنی وفات سے چار ماہ قبل اپنے فرزند حضرت

امام حسن عسکری علیہ السلام کو اپنا وصی بنایا اور اپنے بعد اُن کی امامت پر نص فرمایا۔ نیز مجھے اور اپنے خدام کی ایک جماعت کو اس پر گواہ بنایا۔ (اعلام الوریٰ صـ ۳۵۱)

ابن قولویہ نے کلینی سے اسی کے مثل روایت کی ہے (الارشاد صـ ۳۵۱)

یحییٰ بن بشار عنبری سے بھی اسی کے مثل روایت ہے ہ فی جلد ا صـ ۳۲۵)

(غیبۃ طوسی صـ ۱۳۱-۱۳۲)

(۱۲) — نصِ آخر :

علی بن عمر نوفلی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کے ساتھ آپؑ کے گھر کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا کہ ادھر سے آپؑ کے فرزند ابوجعفر محمد کا گذر ہوا۔

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، کیا آپؑ کے بعد یہ ہم لوگوں کے امام ہونگے؟

آپؑ نے فرمایا، نہیں، میرے بعد تم لوگوں کے امام حسنؑ ہوں گے۔

(الارشاد صـ ۳۱۵) (اعلام الوریٰ صـ ۳۵، کافی جلد ا صـ ۳۲۵-۳۲۶)

(۱۳) — نصِ آخر :

عبداللہ بن محمد اصفہانی کا بیان ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ میرے بعد تم لوگوں کا امام وہ ہوگا جو میری نمازِ جنازہ پڑھائے گا۔

راوی کا بیان ہے۔ اس سے پہلے حضرت ابومحمد (حسن عسکری) علیہ السلام کو ہم پہچانتے نہ تھے، مگر امام علی النقی علیہ السلام کی وفات پر وہ برآمد ہوئے اور اُنھوں نے آپؑ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (الارشاد صـ ۳۱۵)

(۱۴) — نصِ آخر :

علی بن جعفر کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے فرزند محمد کا انتقال ہوا تو میں وہاں موجود تھا۔

آپؑ نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے فرمایا "اے فرزند! خدا کا شکر ہے کہ امرِ امامت تمھارے حصّے میں ہے۔"

(اعلام الوریٰ صـ ۳۵، الارشاد صـ ۳۱۵)

(۱۵) ـــ نصِ آخر .

علی بن مہزیار سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن (امام علی النقی) علیہ السلام سے عرض کیا، اگر نعوذ باللہ آپؑ کو کچھ ہو گیا تو پھر ہم لوگ کس کی طرف رجوع کریں ؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، میرے بعد میرا عہدۂ امامت میرے بڑے فرزند یعنی حسن عسکری کو ملے گا۔ (الارشاد ص ۳۱۶)

(۱۶) ـــ نصِ آخر :

علی بن عمرو عطار سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت آپؑ کے فرزند ابوجعفر زندہ تھے اور میرا گمان تھا کہ آپؑ کے بعد یہی (ابوجعفر) آپؑ کے جانشین ہوں گے میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، آپؑ کی اولاد میں سے خاص الخاص کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا، میری اولاد میں سے ابھی کسی کو خاص الخاص نہ سمجھو جبتک کہ میں تم لوگوں کو کوئی حکم نہ دوں۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر میں نے وفاتِ ابوجعفر کے بعد آپؑ کی خدمت میں خط لکھا کہ (آپؑ کے بعد) یہ امرِ امامت کس کے لیے ہے ؟

آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا، امرِ امامت (میرے بعد) میری سب سے بڑی اولاد کے لیے ہے" اور ابومحمد حسن عسکری علیہ السلام جعفر (کذّاب) سے بڑے تھے۔

(الارشاد ص ۳۱۶)

(۱۷) ـــ نصِ آخر

بنی ہاشم کی ایک جماعت سے روایت ہے جس میں حسن بن حسین افطس بھی تھے۔ اُن کا بیان ہے کہ جس روز حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے فرزند محمد کا انتقال ہوا یہ سب لوگ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے گھر پہنچے۔ دیکھا کہ آپؑ کے لیے صحنِ خانہ میں ایک فرش بچھا ہوا ہے لوگ آپؑ کے گرد بیٹھے ہوئے ہیں اور ہم لوگوں کا اندازہ ہے کہ آلِ ابی طالب اور بنی عباس کے تقریباً ڈیڑھ سو آدمی اُس وقت آپؑ کے پاس بیٹھے تھے، ان کے علاوہ آپؑ کے غلام اور دوسرے لوگ بھی تھے کہ اتنے میں نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ آپؑ کے فرزند

حضرت حسن عسکری علیہ السلام گریبان چاک آپ کے پہلو میں آکر کھڑے ہو گئے۔ اُس وقت ہم لوگ اُن کو پہچانتے بھی نہ تھے۔

اُن کے کھڑے ہونے کے ایک ساعت بعد حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے اُن کی طرف دیکھا اور فرمایا: اے فرزند! خدا کا شکر ادا کرو کہ اُس نے امرِ امامت کو تمھارے لیے ودیعت فرمایا ہے۔

یہ سن کر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام رونے لگے اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن کہا پھر فرمایا' اللہ ربّ العالمین کی حمد اور اس کا شکر ہے کہ اُس نے ہم پر اپنی نعمت کو تمام کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

ہم نے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟

کسی نے کہا' یہ امام علی النقی علیہ السلام کے فرزند حسن ہیں۔

ہمارے اندازے کے مطابق اُس وقت آپ کی عمر تقریباً بیس سال ہوگی۔ اُس دن ہم نے انھیں پہچانا اور سمجھ گئے کہ امامت کے لیے ان ہی کو انتخاب کیا گیا ہے۔ اور ان ہی کو آپ نے اپنا جانشین نامزد فرما دیا ہے۔ (کافی جلد ۱۔ ص ۳۲۶-۳۲۷) (الارشاد ص ۳۱۶)

(۱۸) نصِ آخر:

ابوبکر فہفکی سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام نے مجھے خط میں لکھا کہ میرا فرزند ابو محمد (امام حسن عسکری ؑ) آلِ محمدؐ میں صحیح ترین فطرت کا مالک ہے اور ان میں سب سے زیادہ موثق اور صاحب حجت ہے یہ میری اولاد میں سب سے بڑا ہے یہی میرا جانشین ہے' امامت کا عہدہ اسی کو ملے گا۔ جو مسائل تم مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو' اس سے پوچھو' اس کے پاس ہر وہ چیز ہے جس کی تمھیں احتیاج ہے۔

(اعلام الورٰی ص ۳۵۱ کافی جلد ۱ ص ۳۲۶-۳۲۷ ' الارشاد ص ۳۱۷)

بحار الانوار

باب ۳

بعض معجزات، مکارمِ اخلاق
اور
دیگر اُمور

① = آپ کے سرِ اقدس کا نور

حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام
کے غلام بدل کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سو رہے تھے اور آپؑ کے سرِ مبارک سے ایک نور ساطع تھا جو آسمان تک پہونچ رہا تھا۔

(مختار الجرائج ص ۲۱۵ کشف الغمہ جلد ۲ ص ۳۰۷)

- کتاب الدلائل میں بھی اسی کے مثل روایت ہے

② = اطلاع آمدِ امام مہدیؑ

عیسیٰ بن صبیح سے روایت ہے اس کا بیان ہے
کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ہم لوگوں کے پاس قید خانے میں آئے۔ میں آپؑ کو پہچانتا تھا۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا، تمھاری عمر اس وقت پینسٹھ سال اتنے مہینے اور اتنے دن کی ہے۔
میرے پاس دعاؤں کی کتاب تھی جس میں میری تاریخ پیدائش تحریر تھی۔ میں نے اُسے دیکھا تو واقعتاً جو آپؑ نے فرمایا تھا وہ بالکل صحیح تھا۔

آپؑ نے پھر پوچھا، تمھارے کوئی لڑکا ہے؟

میں نے عرض کیا، نہیں۔

آپؑ نے فرمایا، پروردگارا! اس کو ایک لڑکا عنایت فرما، جو اس کا بازو بنے۔ کیونکہ بیٹا باپ کے لیے بہترین بازو ہوتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ، کیا آپؑ کے بھی کوئی بیٹا ہے؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں، خدا کی قسم میرے ایک بیٹا ہوگا جو زمین کو قسط و عدل سے اسی طرح بھر دے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ مگر اس وقت تو کوئی لڑکا نہیں ہے۔

(مختار الخرائج)

(۳) ظہورِ امام مہدیؑ اور انہدامِ منائرِ مساجد

ابو ہاشم جعفری کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔
آپؑ نے اثنائے گفتگو ارشاد فرمایا، جب امام قائم (مہدیؑ) کا ظہور ہوگا تو وہ حکم دیں گے کہ مسجدوں کے تمام منارے اور مقصورے (مینار اور کنگرے) منہدم کر دیے جائیں۔
میں نے اپنے دل میں کہا، آخر وہ ایسا کیوں کریں گے ؟
میرے دل میں یہ بات آتے ہی آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ وہ ایسا اس لیے کریں گے کہ یہ جدّت اور بدعت ہے۔ نہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنی مسجد میں کوئی مینار یا مقصورہ بنانے کا حکم دیا، اور نہ کسی حجتِ خدا نے بنوایا۔ (مناقبِ آلِ ابی طالب جلد ۴ ص ۴۳۷ ۔)
(غیبۃ الشیخ ص ۱۳۳)

- کشف الغمہ میں دلائلِ حمیری سے ابو ہاشم کی یہی روایت مرقوم ہے۔
(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۹۶)
- اعلام الوریٰ میں بھی اسناد کے ساتھ جعفری کی یہی روایت مرقوم ~~ہے~~
(اعلام الوریٰ ص ۳۵۵)

(۴) اسحاقِ کندی کی تناقضِ قرآن اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی تردید

ابو القاسم کوفی نے کتابِ التبدیل میں تحریر کیا ہے کہ اسحاقِ کندی جو عراق میں اپنے زمانے کا سب سے مشہور فلسفی تھا اُس نے ایک کتاب "تناقض القرآن" تصنیف کرنی شروع کی۔ اسے اپنی اس تصنیف پر بڑا ناز ہوا، اور اپنی جگہ پر سمجھنے لگا کہ اس نے علماء میں ایک منفرد مقام حاصل کر لیا ہے۔
اُس کا ایک شاگرد، ایک دن حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔
آپؑ نے اُس سے ارشاد فرمایا، کیا تم میں کوئی ایسا مردِ رشید نہیں ہے جو اپنے اُستاد کندی کو اُس کام سے باز رکھ سکے جو وہ قرآن کے سلسلے میں کر رہا ہے ؟
اُس شاگرد نے عرض کیا۔ مگر ہم لوگ تو اُس کے شاگرد ہیں ہمارے لیے یہ بات کب مناسب ہے کہ اُس کے کسی بھی کام پر اعتراض کریں۔ ؟

آپؑ نے فرمایا کہ جو بات میں تم سے کہوں، وہ اُس تک پہونچا دو گے؟

اُس نے کہا، جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا جاؤ پہلے کسی صورت سے اُس کا تقرب حاصل کر کے اُنس پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ پھر جب وہ تم سے مانوس ہو جائے تو اُس سے یہ کہنا کہ ایک سوال میرے ذہن میں آیا ہے میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔

وہ یقیناً کہے گا کہ پوچھو۔

تم کہنا کہ یہ بتائیے "وہ متکلّم جس کے کلام کا نام قرآن ہے اگر وہ آپ کے پاس آئے تو کیا اُس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے کلام کا وہ مطلب نہ بتائے جو آپ نے بتایا ہے بلکہ کوئی اور مطلب بتائے؟

اس کے جواب میں وہ کہے گا، ہاں، اس کے لیے یہ جائز ہے کیونکہ وہ کلام اسی کا ہے۔

جب وہ یہ کہے تو پھر تم کہنا کہ: پھر آپ کا کیا خیال ہے کہ ہو سکتا ہے، اللہ نے اپنے کلام کے وہ معنی مراد نہ لیے ہوں جو آپ سمجھ رہے ہیں، اس طرح آپ غلطی کر رہے ہیں۔

الغرض وہ شاگرد اپنے استاد اسحاق کندی کے پاس پہونچا اور بڑے تلطف و نرمی کے ساتھ اُس نے اپنے اُستاد کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا۔

کندی نے کہا، کیا کہا، پھر کہو۔

شاگرد نے یہ مسئلہ پھر پیش کیا، تو وہ سوچ میں پڑ گیا اور بولا۔ تمھیں قسم ہے، یہ بتاؤ کہ یہ سوال تم کو کس نے بتایا ہے؟

اُس نے کہا، کسی نے نہیں۔ یہ سوال از خود میرے دل میں پیدا ہوا۔

کندی نے کہا، ہرگز نہیں، تم جیسا آدمی ایسا سوال کر ہی نہیں سکتا۔ سچ بتاؤ، یہ سوال تم کو کس نے بتایا ہے؟

بالآخر اُس کو کہنا پڑا کہ مجھ سے حضرت ابو محمد حسن عسکری علیہ السّلام نے فرمایا تھا کہ آپ سے یہ سوال کیا جائے۔

کندی نے کہا، ہاں اب تم نے صحیح بات بتائی ہے۔ اِس قسم کا سوال تو سوائے اہلبیت کے اور کسی کے ذہن میں آ ہی نہیں سکتا۔

اِس کے بعد اُس نے آگ منگوائی اور اُس وقت تک تناقضِ قرآن کے متعلق جو کچھ لکھا تھا وہ سب جلا دیا۔

(مناقب جلد ۴ ص ۴۲۴)

⑤ = دشمن سے دوستی کرنے کا طریقہ امام

محمد بن اسماعیل علوی سے روایت ہے کہ علی بن اوتاش جو ایک شدید دشمنِ آلِ محمدؑ تھا اور آلِ ابوطالب پر تشدد کیا کرتا تھا۔

ایک دن حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام اس کے پاس بیٹھے تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ ابھی آپ ایک ہی دن بیٹھے تھے کہ اس کی گردن آپؑ کی عظمت و جلالتِ قدر کے سامنے جھک گئی۔ آپؑ کے سامنے اس کی نگاہ نہ اٹھتی تھی۔ جب آپؑ اس کے پاس سے اٹھے تو بہترین صاحبِ بصیرت بن چکا تھا اور آپؑ کی مدح سرائی کر رہا تھا۔

(اعلام الوریٰ ص ۳۵۹ ، الارشاد مفیدؒ ص ۲۲۲)

⑥ = شاعرِ متوکل کے ساتھ سلوک

شاعرِ متوکل ابو یوسف قصیر کا بیان ہے کہ میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا، میں اس وقت بالکل تنگدست تھا۔ میں نے کئی آدمیوں کے پاس مالی اعانت کے لیے رقعے لکھے، مگر میرا قاصد ہر جگہ سے بے نیل و مرام واپس آیا، تو میں نے اپنے دل میں کہا، اب میں خود ہر ایک کے دروازہ پر جاؤں گا۔

الغرض جب میں حضرت ابو محمد علیہ السلام کے دروازے پر پہونچا تو اندر سے ابو حمزہ نکلا، اس کے پاس ایک سیاہ تھیلی تھی جس میں چار سو درہم تھے۔

اس نے کہا، میرے آقا فرماتے ہیں کہ لے یہ رقم اپنے مولود پر خرچ کر اللہ تعالیٰ تجھے مبارک کرے۔

⑦ = علمِ امامت اور اعمالِ بندگان

ابو القاسم علی بن راشد سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ حضرت ابو محمد علیہ السلام کے زمانے میں علویوں میں سے ایک شخص طلب معاش کے لیے سُرمن رائے سے بلادِ جبل کی طرف چلا۔ راستے میں ایک مردِ ہمدانی سے ملاقات ہوگئی۔

اس نے پوچھا، کہاں سے آرہے ہو ؟

مردِ علوی نے کہا، سرمن رائے سے آرہا ہوں۔

اس نے پوچھا، فلاں گلی کا دروازہ فلاں جگہ ہے، تم پہچانتے ہو ؟

مردِ علوی نے کہا، جی ہاں۔
اُس نے کہا، تمھیں حضرت حسنؑ بن علیؑ کا بھی کچھ حال معلوم ہے؟
مردِ علوی نے کہا، نہیں۔
اُس نے کہا، تم کہاں جا رہے ہو؟
مردِ علوی نے کہا، بلادِ جبل کا ارادہ ہے۔
اُس نے کہا، بلادِ جبل کیوں جا رہے ہو؟
مردِ علوی نے کہا، روزی کمانے کے لیے۔
اُس نے کہا، اچھا تو میں تم کو پچاس دینار دیتا ہوں یہ لو اور پلٹ چلو، مجھے حضرت حسنؑ بن علی علیہ السلام تک پہونچا دو۔
مردِ علوی نے کہا، بہتر ہے۔
اُس نے مردِ علوی کو پچاس دینار دیے اور وہ اُس ہمدانی کے ساتھ واپس آیا سرمن رائے پہونچا، دونوں، حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے بیت الشرف پر حاضر ہوئے۔ اِذنِ باریابی چاہی اِذن مل گیا، دونوں بیت الشرف میں داخل ہوئے۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام صحنِ خانہ میں تشریف فرما تھے۔
جب امام علیہ السلام کی نظر اُس مردِ جبلی ہمدانی پر پڑی تو آپؑ نے فرمایا، تم فلاں ابنِ فلاں ہو؟
اُس نے عرض کیا، جی ہاں۔
آپؑ نے فرمایا، تمھارے والد نے تمھیں میرے لیے وصیّت کی تھی، تم اُس وصیّت کو پورا کرنے کے لیے آئے ہو، تمھارے پاس چار ہزار دینار ہیں۔ وہ مجھے دو۔
اُس نے عرض کیا، جی ہاں،
یہ کہہ کر اُس نے وہ رقم آپؑ کے سامنے رکھدی۔
پھر آپؑ اُس مردِ علوی کیطرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا، تم طلبِ معاش کے لیے بلادِ جبل جا رہے تھے۔ اِس ہمدانی نے تمھیں پچاس دینار دیے، تم اِس کے ساتھ واپس آئے۔ اب ہم تم کو پچاس دینار اور دیتے ہیں۔
یہ فرما کر آپؑ نے اُس مردِ علوی کو پچاس دینار عطا فرمائے۔
(کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۳۰۰)

⑦ = رُعبِ امامت

تلعکبری رحمۃ اللہ سے روایت ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں ایک دن ابوعلی محمد بن ہمام رحمۃ اللہ کی ڈیوڑھی میں چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا کہ ادھر سے ایک ضعیف شخص کا گذر ہوا، جو اونی کوٹ پہنے ہوئے تھا، اُس نے ابوعلی کو سلام کیا۔ اُنھوں نے جوابِ سلام دیا۔ اور وہ شخص چلا گیا۔

ابوعلی نے کہا، تمھیں معلوم ہے، یہ کون تھا؟

میں نے کہا، نہیں۔

ابوعلی نے کہا، یہ ہمارے آقا حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کا ملازم ہے کیا تمھارا جی چاہتا ہے کہ اس سے اپنے آقا کی کوئی حدیث سنو؟

میں نے کہا، ہاں۔

اُنھوں نے کہا، تمھارے پاس اس کے دینے کے لیے کچھ ہے؟

میں نے کہا، ہاں، دو درہم صحیح رہیں گے۔؟

اُنھوں نے کہا، اس کے لیے یہ کافی ہے۔

الغرض میں اس کے پیچھے گیا اور اُس سے جاکر کہا کہ تم کو ابوعلی بن ہمام بلاتے ہیں، کیا تم اُن کے پاس جانا پسند کرو گے؟

اُس نے کہا، جی ہاں۔ بسر وچشم۔

پھر ہم دونوں ابوعلی بن ہمام کے پاس آئے وہ اُن کے پاس بیٹھ گیا۔

ابوعلی نے مجھے اشارہ کیا کہ اسے دو درہم دے دو۔

میں دینے لگا تو اُس نے کہا، اس کی کیا ضرورت ہے۔

میں نے اصرار کیا اور وہ دو درہم اس کو دیدیے۔

پھر ابوعلی بن ہمام نے اُس سے کہا، اے عبداللہ محمدؐ! حضرت ابو محمد امام حسن عسکری ؑ کے متعلق جو کچھ تم نے دیکھا ہے اسے بیان کرو۔

اُس نے کہا، میرے مالک علویوں میں سب سے زیادہ مردِ صالح تھے، میں نے تو ان جیسا کوئی آدمی ہی نہیں دیکھا۔ وہ مشکی اور نیلگوں زین پر سوار ہوتے اور ہر دوشنبہ اور پنجشنبہ کو سرمن رائے میں دارالخلافہ کو جایا کرتے۔ چنانچہ جب آپؑ اپنے معیّنہ دن میں تشریف لے جاتے تو وہاں لوگوں کا عظیم اژدہام ہو جاتا۔ سارے راستے سواریوں سے بھرے ہوتے ہر طرف خچر ہی خچر اور

گدھے ہی گدھے نظر آتے، اتنی بھی جگہ نہ ہوتی کہ آدمی پیدل ہی اس کے اندر سے گذر جائے۔
اُس کا بیان ہے کہ مگر، جب میرے آقا وہاں پہونچتے تو کیا آدمی اور کیا جانور سب خاموش ہو جاتے، نہ خچرّوں کی ہنہناہٹ ہوتی نہ گدھوں کی آواز۔ آپؑ کو دیکھ کر سارے جانور اِدھر اُدھر ہٹ جاتے، درمیان میں وسیع راستہ خالی ہو جاتا اور آپؑ بغیر کسی مزاحمت کے اندر داخل ہو جاتے اور اپنی مخصوص جگہ پر تشریف فرما ہو جاتے، اور جب دربار سے برآمد ہوتے تو خلیفہ، دربان کو حکم دیتا، کہ حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السلام کی سواری لاؤ۔
یہ آواز سن کر لوگوں کا شور وغل، گھوڑوں کی ہنہناہٹ وغیرہ سب ختم ہو جاتی سارے سواریوں کے جانور اِدھر اُدھر ہٹ جاتے، یہاں تک کہ آپؑ انتہائی سکون و وقار کے ساتھ سوار ہو کر وہاں سے تشریف لے جاتے۔
اُس ملازم کا بیان ہے کہ ایک دن خلیفہ نے معیّنہ دِنوں کے علاوہ آپؑ کو بُلالیا۔ یہ چیز آپؑ پر بہت شاق ہوئی، خوف تھا کہ علویوں اور ہاشمیوں میں سے جو لوگ آپؑ کے رُتبے اور منزلت کو دیکھ کر آپؑ سے حسد کرتے تھے اُنھوں نے خلیفہ سے آپؑ کی چغلی کر دی ہوگی آپؑ جب سوار ہو کر وہاں تشریف لے گئے اور دارالخلافہ پہونچے تو کہا گیا کہ خلیفہ تو دربار سے اُٹھ چکا ہے اب آپؑ چاہیں تو یہاں تشریف رکھیں اور چاہیں تو تشریف لے جائیں۔
اُس ملازم کا بیان ہے کہ آپؑ وہاں سے پلٹے اور جانوروں کے بازار میں آئے وہاں بڑا شور وغل تھا، بڑی بھیڑ بھاڑ اور لوگوں کا اژدہام تھا۔ مگر جب آپؑ بازار میں پہونچے تو ہر طرف خاموشی چھا گئی نہ کسی انسان کی آواز بلند ہوئی، نہ جانوروں کی۔
الغرض آپؑ جا کر اس بیوپاری کے پاس بیٹھ گئے جو آپؑ کے لیے جانور وغیرہ خریدا کرتا تھا۔ اس نے آپؑ کے سامنے ایک ایسا خطرناک و شریر گھوڑا پیش کیا، جس کے پاس جانے کی کوئی ہمّت نہ کرتا تھا۔ بیوپاریوں نے اسے آپؑ کے ہاتھ اصل قیمت سے بھی کم یعنی گھاٹے پر فروخت کر دیا۔
آپؑ نے مجھ سے فرمایا، اے محمّد اُٹھو! اور اس پر زین کس دو۔
میں نے اپنے دل میں کہا کہ انھوں نے مجھے کبھی کوئی ایسا کام کرنے کا حکم نہیں دیا جو میرے لیے باعثِ اذیّت ہوا ہو، اِس لیے میں نے آگے بڑھ کر اس کا تنگ کھولا اور اُس کی پشت پر زین رکھ دی۔ وہ بالکل چپ چاپ رہا، اُس نے کوئی حرکت نہ کی۔ میں اُسے لیکر آپؑ کے پاس آیا، تاکہ اسے لیکر چلا جائے کہ اتنے میں وہ بیوپاری دوڑتا ہوا آیا اور بولا:
میں یہ گھوڑا نہیں بیچنا چاہتا۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا، پھر یہ ان لوگوں کو واپس کردو۔
بیوپاری اسے لینے کے لیے آگے بڑھا تو گھوڑے نے اس کی طرف ایسا رُخ کیا کہ وہ ڈر کے مارے بھاگا۔
ملازم کا بیان ہے کہ وہ گھوڑا ہم نے چھوڑا آپؑ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اور ہم وہاں سے چلے تو وہ بیوپاری پھر دوڑتا ہوا آیا اور بولا:
اس گھوڑے کا مالک کہتا ہے کہ ڈر ہے، کہیں آپؑ اسے خرید کرلے جائیں اور پھر اسے واپس نہ کردیں۔ اگر آپؑ کو علم ہے کہ یہ گھوڑا کس قدر بدسرشت و شریر ہے اور اس کے بعد بھی آپؑ اس کو خریدنا چاہتے ہیں تو خرید لیجیے۔
آپؑ نے فرمایا کہ مجھے علم ہے
بیوپاری نے کہا، تو پھر میں نے فروخت کیا۔
آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ گھوڑا لے لو۔
میں اسے لیکر اصطبل آیا۔ نہ اس نے کوئی حرکت کی اور نہ مجھے ستایا۔ یہ سبب میرے آقا کی برکت تھی۔
ابو علی بن ہمّام کا بیان ہے کہ یہ گھوڑا لوگوں میں خونخوار مشہور تھا، وہ دو پاؤں پر کھڑا ہوجاتا۔ اپنے مالک کو لات مارتا اور پھینک دیتا تھا۔
اُس ملازم کا بیان ہے کہ میرے آقا تمام علویّین اور ہاشمیّین میں سب سے زیادہ مردِ صالح تھے، انھوں نے کبھی نبیذ کو منھ نہ لگایا، آپؑ محرابِ عبادت میں بیٹھتے، سجدے میں جاتے اور سجدے ہی میں سوجاتے پھر بیدار ہوتے، پھر سو جاتے، غذا کم تناول فرماتے۔ آپؑ کے لیے انجیر، اور انگور وغیرہ لائے جاتے تو اس میں سے ایک یا دو دانے کھالیتے اور فرماتے:
اے محمدؐ! اسے لے جاؤ اپنے بچوں کو دے دینا۔
میں پوچھتا، کیا سب اُٹھائے جاؤں؟
آپؑ فرماتے، ہاں سب لیجاؤ۔
المختصر، میں نے اُن سے بہتر کوئی آدمی نہیں پایا۔ (غیبۃ الشیخ ص ۱۴۰-۱۳۹)

(۸) = آلِ محمدؐ اللہ کے مکرّم بندے ہیں

ادریس بن زیاد کفرتوتائی کا بیان ہے کہ میں حضراتِ آلِ محمدؐ کے متعلق مبالغہ آمیز بڑی بڑی باتیں کیا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ میں حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی ملاقات کی غرض سے عسکر پہونچا۔ سفر کی وجہ سے بہت تھکا ماندہ تھا اس لیے ایک حمام کی دکان پر گیا، وہیں پڑکر سو رہا اور آنکھ اُس وقت کھلی جب حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام نے آکر کھٹکھٹایا۔

میں نے محسوس کیا کہ آپؑ ہی نے دروازہ کھٹکھٹایا ہے اس لیے فوراً اٹھا، دروازہ کھولا اور آپؑ کے قدموں کو بوسہ دیا۔ آپؑ سواری پر سوار تھے اور کئی غلام آپؑ کے گرد تھے۔

آپؑ نے سب سے پہلی بات جو فرمائی وہ تھی کہ اے ادریس! سنو!

"بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ"

(سورۃ الانبیاء آیت ۲۶-۲۷)

ترجمہ: (بلکہ یہ اللہ کے مکرم بندے ہیں، اُس کے قول پر سبقت نہیں کرتے اور اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔)

میں نے عرض کیا، مولا! میرے لیے یہی آیت کافی ہے۔ درحقیقت میں یہی پوچھنے کے لیے آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ (مناقب جلد ۴ صفحہ ۴۲۹)

⑨ = قید خانے میں؟

کتاب احمد بن محمد بن عیاش میں ہے کہ ابوہاشم جعفری حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے ساتھ قید خانے میں تھے اور معتز نے طالبین کے متعدد لوگوں کے ساتھ ۲۵۸ھ میں ان دونوں کو بھی قید میں ڈال دیا تھا۔

• محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر کا بیان ہے کہ جب حضرت ابو محمد امام حسن عسکریؑ قید کر لیے گئے تو خاندانِ بنی عباس اور اس اطراف کے منحرفین میں سے صالح بن علی وغیرہ صالح بن وصیف کے پاس پہونچے اور اس سے کہا کہ: حضرت ابو محمد علیہ السلام کے ساتھ ذرا بھی نرمی نہ کرنا، بلکہ اور سختی میں اضافہ کردو۔

صالح بن وصیف نے کہا، حتی الامکان میں نے دو شریر و ظالم ترین لوگ ان پر مامور کیے مگر وہ دونوں بھی آپؑ کی نماز اور عبادت کو دیکھ کر ان سے متاثر ہو گئے۔

اس کے بعد اُس نے اُن دونوں محافظوں کو بلوایا، اُن سے پوچھا، بتاؤ تم دونوں کی اُس مرد (امام حسن عسکریؑ) کے متعلق کیا رائے ہے؟

انھوں نے کہا، ہم ایسے شخص کے متعلق کیا کہیں جو دن بھر روزہ سے رہتے ہیں اور رات بھر عبادت کے سوا کسی سے کوئی بات کرتے ہیں، نہ کسی اور کام میں مشغول ہوتے ہیں۔ وہ اگر

کبھی نظر اٹھا کر ہم لوگوں کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمارا بند بند کانپنے لگتا ہے اور دل اس طرح لرزنے لگتا ہے کہ اپنے قابو سے باہر ہو جاتا ہے۔

عباسیوں نے جب یہ سنا تو وہاں سے مایوس واپس ہو گئے۔ (ارشاد ص ۳۲۴)

(۱۰) ــ زمین کے خزانوں کی کنجیاں

کتاب الجلاء والشفاء میں مرقوم ہے کہ ابوجعفر عمری نے بتایا کہ ابوطاہر بن بلبل ایک مرتبہ حج پر گیا۔ اس نے دیکھا کہ علی بن جعفر ہمدانی بڑی بڑی رقمیں داد و دہش میں خرچ کر رہے ہیں۔

جب حج سے واپس آیا تو اس نے حضرت ابومحمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھا آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں نے علی بن جعفر ہمدانی کو ایک لاکھ دینار خرچ کرنے کی اجازت دیدی ہے اور تم کو بھی اتنی ہی رقم خرچ کرنے کی اجازت ہے۔

یہ کام اس امر کی دلیل ہے کہ ان (ائمہ) کے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں ہیں۔

(مناقب جلد ۴ ص ۴۲۴)

(۱۱) ــ تمام ائمہؑ علم میں برابر ہیں

ابو ہاشم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ فہفکی نے امام علیہ السلام سے دریافت کیا، کیا وجہ ہے کہ عورت غریب و مسکین کو ایک حصّہ (میراث سے) ملتا ہے اور مرد کو دو حصّے؟

آپؑ نے فرمایا، اس لیے کہ عورت پر نہ جہاد فرض ہے، نہ اس کا نان و نفقہ اس کے ذمّے ہے۔ یہ ذمّہ داریاں مردوں پر ہیں۔

میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہی سوال تو ابوالعوجاء نے بھی حضرت امام جعفر صادقؑ علیہ السلام سے کیا تھا اور آپؑ نے بھی اس کا یہی جواب دیا تھا۔

میرے ذہن میں یہ بات آتے ہی، آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، ہاں ٹھیک ہے یہی سوال ابوالعوجاء نے بھی کیا تھا اور جب سوال کا مفہوم ایک ہو تو جواب بھی ایک ہی ہوگا۔ سنو جو بات ہمارے اوّل کی ہوتی ہے وہی ہمارے آخر کی بھی ہوتی ہے۔ ہمارے اول و آخر علم اور دیگر امور میں برابر ہیں مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب امیرالمومنین علیہ السلام کو ہم پر بزرگی اور فضیلت حاصل ہے (مختار الخرائج ص ۲۳۹)

- کشف الغمہ میں بھی دلائل حمیری سے ابو ہاشم کی یہی روایت مرقوم ہے۔
(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۹۹)

- اعلام الوریٰ میں کتاب ابن عباس سے یہی روایت درج ہے۔
(اعلام الوریٰ ص ۲۵۵)

(۱۲) حجت اللہ اور دوسروں میں فرق

ابو حمزہ نصیر خادم سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو اپنے غلاموں سے اُن ہی کی زبانوں میں کئی مرتبہ باتیں کرتے ہوئے سنا جن میں کچھ رومی تھے کچھ ترکی تھے اور کچھ صقالبی تھے۔ مجھے بڑا تعجب ہوا، دل میں کہا کہ یہ مدینہ میں پیدا ہوئے اور اپنے والد بزرگوار حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کی وفات تک کبھی کسی کے سامنے نہیں آئے، نہ ان کو کسی نے دیکھا، پھر ان کو یہ زبانیں کیسے آگئیں؟

ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا سنو! اللہ تعالےٰ اپنی حجت کو ساری مخلوق پر واضح کر دیتا ہے اور اسے ہر شے کا علم عنایت فرما دیتا ہے اسی بنا پر وہ دنیا کی تمام زبانوں کو تمام لوگوں کے نسب کو اور زمانے کے تمام ہونے والے آئندہ کے حوادث کو جانتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر حجت خدا اور محجوبین میں کیا فرق ہو گا؟

(مختار الخرائج ص ۲۱۴، مناقب جلد ۴ ص ۴۲۸)

اعلام الوریٰ کافی اور ارشاد شیخ مفیدؒ میں بھی نصیر خادم کی یہی روایت مرقوم ہے

(اعلام الوریٰ ص ۳۵۶، کافی جلد ۱ ص ۵۰۹، ارشاد ص ۳۲۲)

(۱۳) ایک زائر کے ساتھ سلوک

ابوالقاسم حبشی سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میرا دستور تھا کہ ہر سال اول شعبان میں عسکر (سامرہ) میں مقام مقدس کی زیارت کو جایا کرتا اور نیمۂ شعبان میں زیارتِ قبر حسین علیہ السلام کیا کرتا تھا۔ ایک سال میں شعبان سے پہلے ہی عسکر پہونچ گیا اور خیال تھا کہ اب حسبِ دستور شعبان میں یہاں کی زیارت کو نہ آسکوں گا۔ مگر جب شعبان آیا تو دل میں کہا کہ ہمیشہ شعبان میں وہاں کی زیارت کی ہے اسے نہ چھوڑوں گا۔ یہ سوچ کر میں پھر عسکر (سامرہ) روانہ ہوا اس سے پہلے جب عسکر پہونچتا تو رقعہ یا خط سے لوگوں

کو مطلع کر دیا کرتا تھا کہ میں آرہا ہوں مگر اس مرتبہ ارادہ کیا کہ صرف زیارت کروں گا اور کسی سے میل ملاقات نہ کروں گا، اس لیے جس کے گھر قیام کیا اُس سے کہہ دیا کہ میرے آنے کی کسی کو اطلاع نہ دینا جب میں نے شب کو اُس کے یہاں قیام کیا، تو گھر کا مالک مسکراتا ہوا دو دینار لے کر آیا، اس کو خود حیرت تھی، وہ کہہ رہا تھا کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے یہ دو دینار میرے پاس بھیجے ہیں اور کہلایا ہے کہ یہ حبشی کو دیدو اور کہو، جو اللہ کی اطاعت میں مشغول ہوتا ہے اس کی حاجت برآری اللہ کرتا ہے۔ (مختار الخرائج صـ ۲۱۵)

(۱۳) حضرت علیؑ کا نوف سے خطاب

محمد بن علی شرلعی جو مہتدی کے مقربین میں سے تھا، اس کے ساتھ اُٹھتا بیٹھتا تھا اس کو لوگوں کے واقعات و حالات سے کافی واقفیت تھی، اس کا بیان ہے کہ میں اکثر مہتدی کے پاس شب بھی بسر کر لیتا تھا۔ ایک شب کو مہتدی نے مجھ سے کہا:

اے محمدؔ! کیا تم کو وہ روایت معلوم ہے جو نوف بکالی نے حضرت علی علیہ السلام سے نقل کی ہے؟

میں نے کہا، جی ہاں، یا امیر المومنین، نوف کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو دیکھا کہ آپؑ نے ایک شب کو بار بار باہر نکل کر آسمان کی جانب دیکھا، پھر مجھے پکارا:

اے نوف! کیا تم سو رہے ہو؟

میں نے عرض کیا، نہیں یا امیر المومنین! میری آنکھیں مسلسل آپؑ پر جمی ہوئی ہیں

آپؑ نے فرمایا، اے نوف! کیا کہنا اُن لوگوں کا جو دنیا میں زاہدانہ زندگی گذارتے ہیں اور آخرت کی طرف راغب ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کی زمین کو بستر بنایا ہے اور اپنے ہاتھ کو تکیہ بنایا، یہاں کے پانی کو خوشگوار اور رطیب و طاہر سمجھتے ہیں، کتابِ خدا پر عمل اُن کا شعار ہے اللہ سے دعا کرنا ان کا دستور ہے۔ پھر انھوں نے دنیا کو بالکل ترک کر دیا، جس طرح حضرت عیسیٰؑ بن حضرت مریم علیہ السلام نے دنیا کو ترک کر دیا تھا۔

اے نوف! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے عیسیٰؑ مسیح کی طرف وحی فرمائی کہ بنی اسرائیل سے کہہ دو کہ میرے گھروں میں جب داخل ہوں تو خضوعِ قلب، خشوعِ نظر اور پاک صاف ہاتھوں کے ساتھ اور انھیں یہ بھی بتا دو کہ اگر ایسا نہ کیا تو، نہ میں اُن میں سے کسی کی فریاد سنوں گا، اور نہ کسی کی دعا کو قبول کروں گا۔

محمد بن علی کا بیان ہے کہ خدا کی قسم مہتدی نے فوراً حضرت علی علیہ السلام کی اس روایت کو اپنے ہاتھ سے لکھ لیا، اس کے بعد وہ برابر وسطِ شب میں اُٹھتا، تنہائی میں اپنے رب سے مناجات کرتا اور میں اُس کو یہ کہتے ہوئے سُنتا کہ:

"اے نوف! واقعاً دنیا میں زاہدوں جیسی زندگی بسر کرنے والوں کا اور آخرت کی طرف رغبت کرنے والوں کا کیا کہنا۔!" (مروّج الذہب)

(۱۴) = امام مستجاب الدّعوات ہوتا ہے

محمد بن ہمام سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میرے والد نے حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھا کہ ہمارے یہاں لڑکے کا حمل ضائع ہو جاتا ہے اور اس وقت بھی میری زوجہ حاملہ ہے آپؑ دعا فرمائیں کہ حمل ضائع نہ ہو اور صحیح و سلامت ولادت ہو جائے، نیز سعادت مند بیٹا پیدا ہو جو آپؑ حضرات سے کے دوستداروں میں ہو۔

آپؑ نے اس رُقعے کے اوپر اپنے ہاتھ سے تحریر فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے جیسا تم چاہتے ہو ویسا ہی کر دیا ہے۔"

چنانچہ حمل سلامت رہا اور لڑکا پیدا ہوا۔ (رجال کشی ص ۲۹۵)

(۱۵) = ہمارے خواب اور بیداری میں فرق نہیں

فضل بن حارث سے روایت ہے، اُن کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النّقی علیہ السلام کے سر من رائے سے نکلتے وقت میں وہاں موجود تھا میں نے دیکھا کہ حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السلام پا پیادہ چل رہے ہیں، کپڑے پھٹے ہوئے ہیں گہرا گندمی رنگ ہے آپؑ کی جلالتِ شان کو دیکھتے ہوئے مجھے بڑا تعجب ہوا، مجھے ڈر تھا کہ کہیں آپؑ تھک نہ جائیں۔

جب رات ہوئی تو میں نے آپؑ کو خواب میں دیکھا کہ آپؑ فرما رہے ہیں۔

"میرا وہ رنگ جس پر تمھیں تعجب ہوا یہ (کسی بندے کے اختیار میں نہیں ہے) اللہ کے اختیار میں ہے، وہ جس بندے کے لیے جو رنگ چاہتا ہے اختیار کرتا ہے اور یہ لوگوں کے لیے سبق آموز ہے، کسی بندے کے رنگ پر اس کی مذمت نہیں کی جا سکتی۔ ہم ائمہ عام لوگوں کی طرح نہیں ہوتے کہ جیسے وہ تھکتے ہیں ہم بھی تھک جائیں، ہم اللہ سے ثباتِ قدم اور توفیقِ تفکّر کی دعا،

کرتے ہیں۔ یاد رکھو ! ہم ائمہ خواب میں بھی ویسے ہی کلام کرتے ہیں جیسے بیداری میں ۔
(رجال کشی صـ ۴۸۰ کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۳۰۲)

(۱۶) انبیاءؑ و مومنین اور منافقین و شیاطین کے سونے کے طریقے

محمد بن یحییٰ نے احمد بن اسحاق سے روایت کی ہے کہ ایک بار میں نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام سے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، ایک بات میرے دل میں کھٹک رہی ہے جس کی مجھے بڑی فکر ہے ۔ میں نے چاہا کہ آپؑ کے پدرِ بزرگوار سے دریافت کروں مگر موقع نہ مل سکا۔

آپؑ نے فرمایا، اے احمد ! وہ کیا بات ہے ؟

میں نے عرض کیا، مولا ! آپؑ کے آبائے طاہرینؑ کی یہ روایت ہم تک پہونچی ہے کہ انبیاءؑ کی نیند پشت کے بَل (چِت) ہوتی ہے، مومنین کی نیند دائیں کروٹ ہوتی ہے، منافقین بائیں کروٹ سوتے ہیں اور شیاطین منھ کے بَل سوتے ہیں۔ ؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں ایسا ہی ہے ۔

میں نے عرض کیا، مولا ! میں بڑی کوشش کرتا ہوں کہ اپنے داہنے پہلو (کروٹ) پر سوؤں، مگر ممکن نہیں ہوتا، نیند ہی نہیں آتی ۔

یہ سن کر آپؑ ذرا دیر خاموش رہے پھر فرمایا، اچھا اپنے دونوں ہاتھ استینوں سے اندر کی طرف اپنے کپڑوں میں کرلو۔

میں نے ایسا ہی کیا۔

پھر آپؑ نے اپنے ہاتھ استینوں سے نکالے اور میرے کپڑوں کے اندر داخل کردیئے اپنا داہنا ہاتھ میرے بائیں پہلو پر مسح کیا اور بایاں ہاتھ میرے دائیں پہلو پر مسح فرمایا اور یہ تین بار کیا۔

احمد کا بیان ہے کہ جب سے آپؑ نے اپنے ہاتھ میرے پہلوؤں پر مسح کیے پھر میں کبھی بائیں کروٹ سے سو ہی نہ سکا، نیند ہی نہیں آتی ۔ (کافی جلد ۱ صـ ۵۱۴-۵۱۳)

(۱۷) بدکار عورتوں سے متعہ مت کرو

حسن بن ظریف نے یہ بھی بیان کیا کہ میں تیس سال سے ترکِ متعہ کیے ہوئے تھا میری

آبادی میں ایک عورت تھی جس کے حسن و جمال کی لوگ بہت تعریف کرتے تھے۔ میرا دل اس کی طرف مائل ہوا، مگر وہ بدکار اور زانیہ تھی، مجھے کراہت محسوس ہوئی، مگر دل میں سوچا کہ ائمہ علیہم السّلام کا قول ہے کہ "زنِ فاجرہ سے متعہ کرو، اس طرح تم اس کو حرام سے بچا کر حلال کی طرف لے آؤ گے"۔

میں نے اس متعہ کے متعلق حضرت ابو محمّد علیہ السّلام کو خط لکھ کر آپؑ سے مشورہ چاہا اور یہ بھی دریافت کیا کہ کیا اتنے عرصہ کے بعد میرے لیے یہ جائز ہے کہ متعہ کروں؟

آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا، متعہ سے تم سنّت ادا کرو گے اور بدعت کو ختم کرو گے، اس لیے تمھیں متعہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر ایسی عورت سے متعہ نہ کرو جو بدکاری اور زناکاری میں مشہور ہو۔ اگرچہ تمھارے ذہن میں ہمارے آبائے کرام کا یہ قول ہے کہ زنِ فاجرہ سے متعہ کرو اس طرح تم اس کو حرام سے نکال کر حلال کی طرف لاؤ گے، مگر یہ عورت بے عزّت مشہور ہے، ڈر ہے کہ اس کی وجہ سے تم بھی بے عزّت نہ ہو جاؤ۔

آپؑ کی اس ہدایت کے بعد میں نے اس سے متعہ نہیں کیا، مگر میرے بھائیوں اور پڑوسیوں میں سے ایک شخص شاذان بن سعد نے اس سے متعہ کر لیا۔ یہ بات مشہور ہوئی، بات اوپر تک پہونچی اور معاملہ خلیفۂ وقت کے سامنے پیش ہوا اور اس کی وجہ سے اس شخص کو بھی کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ مگر اللہ نے میرے مولا کی ہدایت کی برکت سے مجھے اس سے بچا لیا۔

(کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۲۰۳-۲۰۴)

(۱۸) = فرش پر انبیاء کے قدموں کے نشانات

علی بن عاصم اعمیٰ کوفی سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا:

اے عاصم! دیکھو، تمھارے پاؤں کے نیچے جو فرش ہے اس پر بہت سے انبیاءؑ و مرسلین اور ائمہ راشدین بیٹھ چکے ہیں۔

میں نے عرض کیا، مولا! پھر میں اس مکرّم فرش پر تاحیات جوتا پہن کر نہ آؤں گا

آپؑ نے فرمایا، اے علی! یہ جوتا جو تمھارے پاؤں میں ہے نجس اور ملعون ہے یہ ہماری ولایت کا اقرار نہیں کرتا۔

میں نے اپنے دل میں کہا، کاش میں اس فرش کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا میرے قریب آؤ۔

میں قریب پہونچا تو آپؑ نے اپنا دستِ مبارک میری آنکھوں پر پھیر دیا، میں ایک دم بینا ہو گیا۔

آپؑ نے فرمایا، کیا تم اس بساط پر قدموں کے نشانات اور نقوش دیکھتے ہو؟ دیکھو! یہ حضرت آدمؑ کے قدموں کے نشانات ہیں۔ وہ یہاں بیٹھتے تھے۔ یہ ہابیل کا نشانِ قدم ہے یہ شیثؑ کا نشانِ قدم ہے۔ یہ نوحؑ کا نشانِ قدم ہے۔ یہ قیدار کا نشانِ قدم ہے۔ یہ مہلائیل کے قدم کا نشان ہے۔ یہ یارہ کا نشانِ قدم ہے۔ یہ خنوخ کا نشانِ قدم ہے۔ یہ متوشلخ کا نشانِ قدم ہے یہ سام کا نشانِ قدم ہے۔ یہ ارفخشد کے قدم کا نشان ہے۔ یہ ہود کے قدم کا نشان ہے۔ یہ صالح کے قدم کا نشان ہے۔ یہ لقمانؑ کا نشانِ قدم ہے۔ یہ ابراہیم کا نشانِ قدم ہے۔ یہ لوطؑ کا نشانِ قدم ہے یہ اسماعیل کا نشانِ قدم ہے۔ یہ الیاس کا نشانِ قدم ہے۔ یہ اسحاق کا نشانِ قدم ہے۔ یہ یعقوبؑ کا نشانِ قدم ہے۔ یہ یوسفؑ کا نشانِ قدم ہے۔ یہ شعیبؑ کا نشانِ قدم ہے۔ یہ موسیٰؑ کا نشانِ قدم ہے یہ یوشعؑ بن نون کا نشانِ قدم ہے، یہ طالوت کا نشانِ قدم ہے، یہ داؤدؑ کا نشانِ قدم ہے، یہ سلیمانؑ کا نشانِ قدم ہے، یہ خضرؑ کا نشانِ قدم ہے، یہ دانیال کا نشانِ قدم ہے، یہ الیسع کا نشانِ قدم ہے۔ یہ ذوالقرنین کا نشانِ قدم ہے، یہ شاپور بن اردشیر کا نشانِ قدم ہے، یہ لوئی کا نشانِ قدم ہے، یہ کلاب کا نشانِ قدم ہے۔ یہ قصی کا نشانِ قدم ہے، یہ عدنان کا نشانِ قدم ہے، یہ عبدمناف کا نشانِ قدم ہے یہ عبدالمطلبؑ کا نشانِ قدم ہے، یہ عبداللہ کا نشانِ قدم ہے، یہ میرے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا نشانِ قدم ہے، یہ امیرالمومنینؑ کا نشانِ قدم ہے، یہ آپؑ کے بعد کے اوصیاء کے نشاناتِ قدوم ہیں مہدیؑ منتظر تک۔ اس لیے کہ یہ حضرات اس پر چلے اور بیٹھے ہیں۔

پھر فرمایا، ان نشانات کو دیکھا، یہ دینِ خدا کے آثار و نشانات ہیں۔ ان میں شک کرنے والا اللہ کی ذات میں شک کرنے والا ہے، ان سے انکار کرنے والا، اللہ تعالیٰ کی ذات سے انکار کرنے والا ہے۔

اس کے بعد فرمایا: اپنی نگاہیں نیچی کرلو، اے علی۔

میں نے اپنی نظریں جھکالیں تو میں جیسا تھا پھر ویسا ہی ہو گیا۔

علی بن عاصم کا بیان ہے۔ یہ سُن کر میں ہر ایک کے قدموں کے نشانات پر گرا، انھیں بوسہ دیا، پھر امام علیہ السلام کے دستِ مبارک کے بوسے لیے اور عرض کیا: مولا! میں مجبور ہوں ہاتھوں سے تو آپؑ حضرات کی نصرت کر نہیں سکتا، سوائے اس کے کہ تنہائی میں آپؑ حضرات سے تولا اور آپؑ حضرات کے دشمنوں سے تبرّا کروں اُن پر لعنت بھیجوں۔ پھر مولا، یہ فرمائیں کہ میرا کیا حشر ہوگا؟ میری عاقبت کیسی ہوگی؟

آپؑ نے فرمایا، میرے پدرِ بزرگوار نے مجھ سے میرے جدِّ نامدار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بیان فرمائی ہے کہ "جو شخص اپنے ضعف وکمزوری کی وجہ سے ہم اہلبیتؑ کی نصرت نہ کر سکتا ہو اور تنہائیوں میں ہمارے دشمنوں پر لعنت بھیجتا ہو تو اللہ اس کی آواز کو تمام ملائکہ تک پہونچاتا ہے" اور جب تم میں سے کوئی ہمارے دشمنوں پر لعنت بھیجتا ہے تو ملائکہ اس کی مساعدت و مداومت کرتے ہیں اور جو ہمارے دشمنوں پر لعنت نہیں بھیجتا، ملائکہ اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور جب اس لعنت بھیجنے والے کی آواز ملائکہ تک پہونچتی ہے تو وہ سب اُس مردِ مومن کے لیے استغفار کرتے ہیں، اُس کی تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "پروردگارا! تُو اپنے اس بندے کی روح پر اپنی رحمتیں نازل فرما جس نے تیرے اولیاء کی نصرت کے لیے سعی کی، اگر اس سے زیادہ نصرت کرنے کی اس میں قدرت ہوتی تو وہ اس سے زیادہ نصرت کرتا۔"

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آتی ہے کہ اے میرے ملائکہ! میں نے تمھاری دعاؤں کو اپنے اس بندے کے حق میں قبول کیا، میں نے تمھاری دعائیں سُنیں اور تمام نیک بندوں کی ارواح کے ساتھ اس کی روح پر بھی رحمت نازل کی۔ اور میں نے اسے بھی اپنے منتخب اور نیک بندوں میں شمار کیا۔

• ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو محمد علیہ السلام سے اپنے تنگِ محبس اور قید کی سختی کا حال آپؑ کو لکھ بھیجا۔

آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا (نہ گھبراؤ) آج تم ظہر کی نماز اپنے گھر میں پڑھوگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ظہر کے وقت قید خانے سے رہائی ملی اور نماز اپنے گھر پڑھی۔

میں اُن دنوں تنگ حالی میں مبتلا تھا، جی چاہتا تھا کہ آپؑ سے کچھ مدد چاہوں مگر شرم آئی اور اسے خط میں نہ لکھ سکا۔ مگر جب میں گھر پہونچا تو آپؑ نے ایک سو دینار بھیجے اور خط میں لکھا کہ جب تمھیں کسی چیز یا رقم کی ضرورت ہوا کرے تو مانگ لیا کرو، شرم نہ کیا کرو، تم جتنا مانگو گے دوں گا۔

(مناقب ص ۴۳۹)

• اعلام الوریٰ اور ارشاد شیخ مفیدؒ میں بھی ابو ہاشم کی یہی روایت مرقوم ہے۔

(اعلام الوریٰ ص ۳۵۴ الارشاد ص ۳۲۲)

(۱۹) = صاعد نصرانی کا اسلام لانا

محمد بن ہارون سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میرے والد نے مجھے ایک صاحب کے ساتھ ابو القلا صاعد نصرانی کے پاس بھیجا تاکہ میں اُس سے

وہ روایت سُن لوں جو وہ حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السّلام کے متعلق بیان کرتا ہے۔ اُن صاحب نے مجھے اُس تک پہونچا دیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک مردِ بزرگ ہے۔ میں نے اُسے اپنے آنے کا مقصد بتایا۔

اُس نے مجھے اپنے قریب بلایا اور کہا "میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ ہم اور ہمارے تمام بھائی اہلِ بصرہ کی ایک جماعت کے ہمراہ اپنے یہاں کے عامل کے ظلم کی شکایت کرنے کے لیے سرمن رائے گئے۔ اسی اثنار میں ایک دن اتّفاقاً دیکھا کہ حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السّلام اپنے بغلہ پر سوار چلے آرہے ہیں۔ آپؐ کے سر پر ململ کی ٹوپی تھی اور دوش پر چادر۔

میں نے اپنے دل میں کہا، بعض مسلمانوں کا خیال ہے کہ یہ غیب کی بات جانتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو یہ اپنے آگے کی ٹوپی پیچھے کرلیں گے۔

آپؐ نے ایسا ہی کر دیا۔

میں نے دل میں کہا، یہ محض اتّفاقیہ امر ہے۔ اچھا، یہ اپنے داہنے کاندھے پر پڑی ہوئی چادر کا سرا بائیں جانب اور بائیں جانب کے سرے کو دائیں جانب ڈال لیں، تب جانوں گا کہ انھیں علمِ غیب ہے۔

آپؐ نے یہ بھی کر دیا اور چلتے رہے۔

جب میرے قریب پہونچے تو فرمایا "اے صاعد! تم بکری کا گوشت کیوں نہیں کھاتے، مچھلی کیوں کھاتے ہو؟ وہ پانی کی مخلوق ہے، تم پانی کی مخلوق تو نہیں ہو"

اور ہم لوگ اُس زمانے میں مچھلی کھایا کرتے تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ میرے والد کے الفاظ ہیں کہ میں نے وہی بیان کیا ہے جو میں نے دیکھا اور جو میں نے سُنا۔

اس واقعے کے بعد صاعد اسلام لایا اور معتمد کا وزیر بنا۔ (کتاب النجوم)

JAFRI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar #2
KARACHI
PH. 7211795

بحار الانوار

باب ۴

معجزات وکرامات

ANSAR

(۱) = سنگریزے ائمۂ طاہرین کی مہریں

داؤد بن قاسم ابوہاشم جعفری سے روایت ہے، ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابومحمّد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ اہلِ یمن میں سے ایک شخص کے لیے حاضرِ خدمت ہونے کی آپؑ سے اجازت طلب کی گئی۔ آپؑ نے اجازت دی تو ایک مردِ شکیل وطویل وجسیم اندر داخل ہوا اور سلام کیا۔

آپؑ نے جوابِ سلام دیا اور فرمایا، بیٹھ جاؤ۔

وہ میرے پہلو میں بیٹھ گیا۔

میں نے اپنے دل میں کہا، کاش معلوم ہوتا کہ یہ کون شخص ہے؟

حضرت ابومحمّد علیہ السلام نے فرمایا، یہ سنگریزے والی اُس زنِ عربیہ کا لڑکا ہے جس کے سنگریزے پر میرے آبائے کرام نے اپنی مہریں ثبت کی ہیں۔

پھر آپؑ نے اُس سے فرمایا، لاؤ وہ سنگریزہ کہاں ہے؟

اُس نے ایک سنگریزہ نکالا، جس کے ایک کنارے پر ایک صاف جگہ خالی تھی آپؑ نے اسے لیا، اُس پر اپنی مُہر ثبت فرمائی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ اُس پر حسن بن علیؑ ثبت ہے۔

میں نے اس مردِ یمنی سے پوچھا، تم نے مولا کو اس سے پہلے کبھی دیکھا تھا؟

اُس نے کہا، نہیں خدا کی قسم، ایک عرصہ سے تمنّا تھی کہ آپؑ کی زیارت سے مشرف ہوں اور اِس وقت یہ جوان سامنے آئے جن کو میں نے کبھی دیکھا ہی نہ تھا۔

اور وہ یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ اے اہلبیتِ رسولؐ! آپؑ حضرات پر اللہ کی رحمت اور برکت نازل ہو۔ آپؑ حضرات میں بعض ذریت ہے بعض کی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ کا حق بھی ہم پر اسی طرح فرض ہے جس طرح امیر المومنین علیہ السلام اور دیگر ائمہ کا حق فرض تھا۔ حکمت و امامت آپؑ تک پہونچی ہے۔ بیشک آپؑ اللہ کے ایسے ولی ہیں کہ آپؑ سے عدمِ علم اور ناواقفیت کا کوئی شخص

عذر نہیں پیش کر سکتا۔

میں نے اس سے پوچھا تمھارا نام کیا ہے ؟

اُس نے کہا میرا نام مہجع بن صلت بن عقبہ بن سمعان بن غانم بن اُم غانم ہے، جو ایک زن عربیہ یمن کی رہنے والی تھیں جن کے پاس یہ سنگریزہ تھا جس پر امیرالمومنین علیہ السلام نے مُہر ثبت فرمائی تھی۔

اِس واقعہ کی طرف ابوہاشم نے اپنی نظم میں اشارہ بھی کیا ہے۔ (اعلام الوری صہ ۳۵۳)

(غیبۃ طوسی صہ ۱۳۲، کشف الغمہ جلد ۳ صہ ۳۱۴، مختار الخرائج، مناقب جلد ۴ صہ ۱۴)

(۲) — معجزنما سُرمہ کی سلائی

ابوجعفر محمد بن عیسیٰ بن احمد زرجی کا بیان ہے، کہ میں نے سر من رائے میں شارع سوق پر واقع ایک مسجد زبید کے اندر ایک نوجوان کو دیکھا، مجھے بتایا گیا کہ یہ ہاشمی نوجوان موسیٰ بن عیسیٰ کی اولاد میں سے ہے۔

راوی نے اس کا نام نہیں بتایا مگر اس کا بیان ہے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا جب سلام پڑھ کر نماز سے فارغ ہوا تو اس نوجوان نے مجھ سے پوچھا:

آپ قمی ہیں یا رازی ؟

میں نے کہا میں قمی ہوں اور کوفہ میں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی مسجد کا مجاور ہوں۔

اُس نے پھر دریافت کیا کہ کیا آپ موسیٰ بن عیسیٰ کے گھر کو جانتے ہیں جو کوفہ ہی میں ہے ؟

میں نے کہا، ہاں، میں جانتا ہوں۔

وس نے کہا، میں اُن ہی اولاد میں سے ہوں۔

اُس نوجوان نے بیان کیا کہ میرے والد کے دو بھائی اور بھی تھے۔ بڑا بھائی دولتمند تھا اور چھوٹے کے پاس کچھ نہ تھا۔ ایک دن چھوٹا بھائی بڑے کے پاس گیا اور اُس کے چھ سو دینار چُرا لیے۔ بڑے بھائی نے دل میں کہا کہ میں حضرت حسن بن علیؑ بن محمد بن رضا علیہم السّلام کے پاس جاؤں گا، وہ بڑے شیریں زبان ہیں۔ اُن سے عرض کروں گا کہ چھوٹے بھائی کو سمجھائیں شاید وہ میرا مال واپس کر دے۔

یہ ابتدائے شب کا واقعہ تھا، مگر جب صبح ہوئی تو میں نے ارادہ بدل دیا اور دل میں کہا کہ نہیں اُن کے پاس نہیں، بلکہ بادشاہ کے مصاحب اسباس ترکی کے پاس جا کر چھوٹے بھائی کی شکایت کروں۔

یہ سوچ کر میں اس پاس ترکی کے پاس پہونچا تو دیکھا کہ وہ شطرنج کھیلنے میں مصروف ہے، میں وہاں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ اتنے میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا آدمی میرے پاس پہونچا اور بولا:

چلیے آپ کو میرے مولا نے یاد فرمایا ہے۔

میں وہاں سے اُٹھ کر اُس آدمی کے ہمراہ چل دیا جب آپؑ کی خدمت میں پہونچا، تو آپؑ نے فرمایا، کیوں، اوّلِ شب میں تو تمھیں میری ضرورت تھی مگر صبح ہوتے ہوتے تم نے ارادہ بدل دیا۔ اچھا جاؤ وہ تھیلی جو تمھاری چوری ہوگئی تھی، واپس ہوگئی ہے۔ دیکھنا اپنے بھائی پر ہرگز شک نہ کرنا، بلکہ اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا، اسے کچھ دیدینا اور اگر تم نہ دے سکو تو میرے پاس بھیج دینا، میں اسے دے دوں گا۔

وہ کہتا ہے کہ یہ سن کر جب میں وہاں سے چلا تو راستہ ہی میں میرا غلام مجھے ملا، اُس نے بتایا کہ دیناروں کی تھیلی مل گئی۔

ابوجعفر زرجی کا بیان ہے کہ دوسرے دن وہ نوجوان مجھے اپنے گھر لے گیا، میری ضیافت کی، پھر اپنی کنیز کو آواز دی کہ "اے غزال" یا "اے زلال"۔

میں نے دیکھا کہ ایک ضعیف العمر کنیز آئی، اس نوجوان نے کہا، اے کنیز! ذرا اُس سُرمہ کی سلائی اور نومولود کا واقعہ تو بیان کر۔

اس کنیز نے کہا، سُنیے، میرے یہاں ایک بچّہ آنکھ کے سخت درد و تکلیف میں مبتلا ہوا، میری مالکہ نے مجھ سے کہا:

ذرا حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے گھر جا، اور حضرت حلیمہ سے کہہ کہ وہ کچھ دیدیں تاکہ اس بچّہ کو شفا ہو جائے۔

میں اُن کی خدمت میں پہونچی اور درخواست کی حضرت حلیمہ نے فرمایا:

ذرا وہ سلائی تو لاؤ جس سے اس بچّہ کو سرمہ لگایا تھا، جو ابھی گذشتہ شب پیدا ہوا ہے یعنی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند۔ چنانچہ وہ سلائی آئی حضرت حلیمہ نے مجھے عطا کی میں اسے لیکر اپنی مالکہ کے پاس آئی اور اس سلائی سے اُنھوں نے اپنے بچّے کی آنکھ میں سرمہ لگایا وہ فوراً شفایاب ہوگیا۔ وہ سلائی ہمارے پاس عرصہ تک رہی، اُس سے شفا حاصل کرتے رہے مگر بعد میں وہ سلائی کہیں گم ہوگئی۔

ابوجعفر زرجی کا بیان ہے کہ پھر میں مسجد کوفہ میں ابوالحسن بن برہون برسی سے ملا، اُن سے یہ واقعہ بیان کیا، اُنھوں نے کہا کہ اس ہاشمی نے مجھ سے بھی یہی واقعہ بے کم و کاست بیان کیا تھا۔ (کمال الدین جلد ۲ ص ۱۹۴-۱۹۵)

(۴) ـــ فصد میں خون کے بدلے دودھ نکلا

مقامِ رَے کے ایک طبیب
جس کی عمر سو سال سے کچھ زائد تھی' نے یہ روایت بیان کی ہے' اُس نے کہا کہ میں متوکل کے طبیب خاص خنیشوع کے منتخب شاگردوں میں تھا۔ ایک مرتبہ حضرت امام حسن بن علیؑ بن محمدؑ بن علی الرضاؑ (امام حسن عسکری) علیہ السلام نے میرے اُستاد کے پاس اپنا آدمی بھیجا کہ اپنے حلقے کے کسی خاص الخاص شاگرد کو بھیج دو، وہ میری فصد کھول دے۔

اُستاد نے مجھے منتخب کیا اور کہا حضرت ابنِ رضاؑ نے مجھ سے ایک آدمی مانگا ہے جو اُن کی فصد کھول دے ۔ لہٰذا تم جاؤ ۔ اور یہ بھی جان لو کہ اس زمانے میں روئے زمین پر اُن سے بڑا کوئی عالم نہیں ہے' لہٰذا جو کچھ وہ کہیں اس پر عمل کرنا معترض نہ ہونا۔

اُس طبیب کا بیان ہے کہ میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔

آپؑ نے فرمایا' جاؤ اس حجرے میں بیٹھ کر انتظار کرو' مناسب وقت پر میں تم کو خود بُلاؤں گا'

حالانکہ جس وقت میں آپؑ کی خدمت میں پہونچا' وہ وقت فصد کے لیے بہترین تھا مگر آپؑ نے مجھے ایسے وقت بلایا جو میرے نزدیک اُن کے لیے فصد کا مناسب وقت نہ تھا۔ ایک بڑا طشت لاکر رکھا گیا میں نے رگِ اکحل کی فصد کھولی' خون مسلسل جاری رہا' یہانتک کہ وہ پورا طشت خون سے لبریز ہوگیا۔

آپؑ نے فرمایا' اب اسے روک دو۔

میں نے روک دیا۔ آپؑ نے اپنا ہاتھ دھویا اور رگ کو باندھ دیا۔

پھر مجھ سے فرمایا' جاؤ' دوبارہ اسی حجرے میں بیٹھ جاؤ۔

میں حجرے میں جا بیٹھا اور آپؑ نے میرے لیے کافی مقدار میں گرم و ٹھنڈی غذائیں بھجوادیں (میں نے شکم سیر ہوکر وہ غذائیں کھائیں) اور میں وہاں عصر کے وقت تک بیٹھکر انتظار کرتا رہا۔

آپؑ نے مجھے عصر کے وقت پھر بلایا اور فرمایا:

فصد کھولو۔ (اور اس کے لیے طشت منگوایا۔)

میں نے فصد کھولی تو اس مرتبہ بھی اتنا خون نکلا کہ طشت بھر گیا۔

آپؑ نے فرمایا' اب اسے روک دو۔

میں نے روک دیا۔ آپؑ نے اپنے ہاتھ کو باندھ لیا اور مجھے پھر حجرے میں واپس کردیا۔

میں وہاں رات بھر رہا۔ جب صبح ہوئی اور آفتاب طلوع ہوا تو مجھے بُلایا، طشت منگوایا۔

پھر فرمایا، فصد کھولو۔

میں نے فصد کھولی، تو اِس مرتبہ بجائے سُرخ خون کے اُس میں سے دودھ کے مانند سفید مادّہ نکلنا شروع ہوا اور اتنا نکلا کہ طشت بھر گیا۔

آپؒ نے فرمایا کہ اب اسے روک دو۔

میں نے اسے روک دیا، آپؒ نے ہاتھ کو باندھ لیا۔ مجھے ایک تھان کپڑا اور پچاس دینار دیے (اور فرمایا، اسے لے لو)

میں نے لے لیا اور عرض کیا، کوئی اور حکم ؟

آپؒ نے فرمایا، ہاں، دَیرِ عاقول میں جو ملے اُس سے بات کرو۔

میں وہاں سے اُٹھ کر سیدھا بختیشوع کے پاس آیا اور سارا قصّہ بیان کیا۔

اُس نے کہا کہ سارے حکما، کا اس پر اتّفاق ہے کہ انسان کے بدن میں زیادہ سے زیادہ سات سیر خون ہوتا ہے، اور اتنا خون جتنا تم نے بیان کیا، اگر پانی کے چشمے سے اتنا پانی نکلے تو تعجّب خیز ہے اور اس سے بھی زیادہ تعجّب خیز یہ ہے کہ اس میں سے دودھ نکلا۔

وہ تھوڑی دیر سوچتا رہا۔ پھر ہم دونوں مل کر تین دن اور تین رات تک کتابیں دیکھتے رہے کہ دنیا کی تاریخ میں اس طرح کا کوئی واقعہ رونما ہوا ہو، مگر ہمیں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملا۔

بختیشوع نے کہا، اس زمانے میں نصرانیوں کے اندر علمِ طب کا سب سے بڑا عالم دیرِ عاقول کا راہب ہے اُس سے معلوم کریں۔

چنانچہ بختیشوع نے اُس کے نام خط لکھا اور سارا واقعہ اس میں تحریر کیا۔

میں بختیشوع کے پاس سے نکل کر دیرِ عاقول پہونچا۔

راہب نے مجھ سے پوچھا، تم کون ہو ؟

میں نے کہا، بختیشوع کا فرستادہ ہوں۔

اُس نے پوچھا، کیا تمھارے پاس اُس کا کوئی خط ہے ؟

میں نے کہا، جی ہاں، ہے۔

یہ سن کر اُس نے اوپر سے ایک زنبیل لٹکائی۔ میں نے وہ خط اس میں رکھ دیا۔

اُس نے اوپر کھینچ لیا، وہ خط پڑھا اور فوراً نیچے اُتر آیا۔

اُس نے مجھ سے پوچھا، کیا تم ہی نے فصد کھولی تھی ؟

میں نے کہا، جی ہاں۔

اس نے کہا، تمھاری ماں بڑی خوش نصیب تھی جس نے ایسا لڑکا پیدا کیا۔

اس کے بعد وہ سواری پر سوار ہو کر چلا۔ ہم دونوں سر من رائے پہونچے، ابھی ایک پہر رات باقی تھی۔ میں نے پوچھا، آپ کہاں چلیں گے ؟ میرے اُستاد کے گھر یا اُس شخص کے گھر جس کی فصد میں نے کھولی تھی۔

اُس نے کہا، اُس شخص کے گھر۔

ہم لوگ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کے دروازے پر اذان سے ذرا پہلے پہونچے، دستک دی، دروازہ کھلا اور ایک غلام اسود نکلا۔

اُس نے پوچھا، تم میں سے دیرِ عاقول کا راہب کون ہے ؟

راہب نے کہا، میں تم پر قربان، راہبِ عاقول میں ہوں۔

غلام نے کہا، اچھا سواری سے اترو۔

غلام نے مجھ سے کہا، تم یہیں اپنی اور ان کی سواریوں کو دیکھتے رہو۔

پھر اُس غلام نے راہب کا ہاتھ پکڑا اور دونوں اندر چلے گئے۔

میں وہیں دروازے پر صبح تک کھڑا رہا، یہاں تک کہ دن چڑھ گیا تو راہب باہر نکلا۔ اُس نے اپنا سارا لباسِ رہبانیت اُتار کر سفید لباس پہنا اور مسلمان ہو گیا۔

راہب نے مجھ سے کہا، اچھا اب تم مجھے اپنے اُستاد کے گھر لے چلو۔

میں اس کو لیکر بختیشوع کے گھر آیا۔

اُس نے جب راہبِ دیرِ عاقول کو آتے ہوئے دیکھا تو فوراً دوڑا ہوا آیا۔ اور بولا:

کیا بات ہوگئی، یہ آپ نے اپنا دین کیوں بدل دیا ؟

راہب نے جواب دیا کہ میں نے حضرت مسیح کو پا لیا، لہٰذا اُن کے ہاتھ پر اسلام لے آیا۔

بختیشوع نے کہا، ارے آپ نے مسیح کو پا لیا ؟

راہب نے کہا، مسیح نہیں تو ان کا مثل ہی سہی۔ کیونکہ اس طرح کی فصد دنیا میں سوائے حضرت مسیح کے اور کسی نے نہیں کھلوائی۔ اور اُن کی نشانیاں اور علامات بتاتی ہیں کہ یہ (حضرت امام حسن عسکری) حضرت مسیح کی نظیر ہیں۔

پھر وہ راہب وہاں سے واپس ہوا، آپؑ کی خدمت میں آیا اور مرتے دم تک آپؑ ہی کی خدمت میں رہا۔

مختار الخرائج صـ ۲۱۳

④ — طی الارض

جعفر بن شریف جرجانی سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حج پر گیا تو سُر من رائے میں حضرت ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں بھی حاضر ہوا میرے اصحاب میں سے کچھ لوگوں نے آپؑ تک پہونچانے کے لیے میرے ساتھ کچھ مال کر دیا تھا میں نے چاہا کہ آپؑ سے دریافت کروں کہ یہ مال کس کے سپرد کر دیا جائے۔

لیکن آپؑ نے میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی فرمادیا' جو مال تمھارے پاس ہے وہ میرے خادم مبارک کے سپرد کر دو۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا' باہر نکلا اور بولا۔ مولا آپؑ کے جرجان کے شیعوں نے آپؑ کو سلام کہا ہے۔

آپؑ نے فرمایا' کیا حج سے فارغ ہونے کے بعد تم جرجان نہیں جاؤ گے؟

میں نے کہا' جی ہاں' جاؤں گا۔

آپؑ نے فرمایا' اچھا سنو! تم آج سے ایک سَو ستّر دن روز جمعہ ۳ ربیع الآخر کو قبل از دوپہر جرجان میں داخل ہو جاؤ گے تو وہاں کے شیعوں کو بتا دینا کہ میں اُسی دن اُن کے پاس دوپہر کے بعد پہونچوں گا' اچھا جاؤ خدا حافظ' تم اور تمھارا سارا مال و اسباب سلامت رہیگا اور تم اپنے اہل و عیال تک بخیر و عافیت پہونچو گے۔ تمھارے فرزند شریف کے ہاں ایک بیٹا تولّد ہوگا' اُس کا نام صلت بن شریف بن جعفر بن شریف رکھنا۔ اللہ اُس سے اپنے دین کی تبلیغ کرائے گا۔ وہ ہمارے دوستوں میں سے ہوگا۔

میں نے عرض کیا' فرزندِ رسولؐ! ابراہیم بن اسماعیل جرجانی آپؑ کا شیعہ ہے' اور آپؑ کے دوستوں میں بہت مشہور ہے وہ اپنے مال میں سے تقریباً ایک لاکھ درہم سالانہ نکالتا ہے اور آپؑ کے دوستوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ ابو اسحاق ابراہیم بن اسماعیل ہمارے شیعوں کے ساتھ بہتر سلوک کرتا ہے' اللہ اُس کے گناہوں کو معاف فرمائے اور اُس کو ایک فرزند عطا کرے جو حق کا قائل ہو۔ اُس سے کہدینا کہ امام حسنؑ بن علیؑ نے کہا ہے کہ جب لڑکا تولّد ہو تو اُس کا نام احمد رکھنا۔

اِس کے بعد میں سر من رائے سے رخصت ہوا' فریضۂ حج ادا کیا اور صحیح و سلامت جیسا کہ آپؑ نے فرمایا تھا روز جمعہ ۳ ربیع الآخر قبل از دوپہر جرجان پہونچا' میرے دوست احباب مجھے مبارک باد کہنے کے لیے آئے۔

میں نے اُن سے کہا کہ امام علیہ السّلام نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ آج سہ پہر میں یہاں تشریف لائیں گے۔ لہٰذا جو بھی مسائل تمھیں پوچھنا ہوں اس کی تیاری کرلو۔

تمام حضرات ظہرین کی نمازیں پڑھ کر میرے گھر میں جمع ہو رہے تھے کہ خدا کی قسم حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السّلام تشریف لائے۔ میرے مکان میں داخل ہوئے جہاں سب لوگ جمع تھے۔

آپؑ نے آتے ہی ابتدائیہ سلام کیا۔ ہم سب لوگوں نے آپؑ کا استقبال کیا۔ آپؑ کے ہاتھوں کو بوسے دیے۔

آپؑ نے فرمایا، کہ میں نے جعفر بن شریف سے وعدہ کیا تھا کہ آج دن کے آخری حصّے میں آکر تم لوگوں سے ملوں گا۔ اس لیے میں نمازِ ظہرین سر من رائے میں پڑھ کر چلا ہوں اور اب پہونچا ہوں تاکہ ایفائے عہد ہو جائے۔ اب اپنے اپنے مسائل اور ضروریات میرے سامنے بیان کرو۔

چنانچہ سب سے پہلے نضر بن جابر نے اپنی حاجت پیش کی اور عرض کیا فرزندِ رسولؐ! ایک ماہ کا عرصہ ہوا کہ میرے لڑکے کی آنکھیں بے نور ہو گئیں۔ آپؑ اللہ سے دعا فرمائیں کہ اُس کی آنکھوں کی بصارت لوٹ آئے۔

آپؑ نے فرمایا، اُسے یہاں لے آؤ۔

وہ آیا تو آپؑ نے اُس کی آنکھوں پر اپنا ہاتھ پھیرا اور اُس کی بصارت لوٹ آئی۔

اس کے بعد تمام لوگوں نے یکے بعد دیگرے اپنے اپنے مسائل و حوائج پیش کیے آپؑ نے سب کی حاجت برآری کی، اُن لوگوں کے لیے دعائے خیر فرمائی اور اسی دن واپس چلے گئے۔

(مختار الخرائج ص ۲۱۳)

۵ = کنویں کا پانی اطاعتِ امام میں اوپر آگیا

محمد بن عبد اللہ سے روایت ہے

اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السّلام ابھی بہت کمسن تھے کہ کنویں میں گر گئے اور آپؑ کے پدر بزرگوار حضرت امام علی النقی علیہ السّلام نماز میں مشغول تھے عورتیں چیخنے چلّانے لگیں۔ آپؑ نے سلام پڑھ کر نماز ختم کی تو فرمایا:

تم سب پریشان نہ ہو۔

یہ کہہ کر آپؑ کنویں کے پاس گئے اور دیکھا تو کنویں کا پانی اوپر تک بلند ہو گیا تھا۔ اور امام حسن عسکری علیہ السّلام پانی کے اوپر کھیل رہے تھے۔

(۶) ـــ عسکریینؑ کے روضے کی کرامت

آپؑ کے معجزات میں سے یہ بھی ہے کہ سر من رائے میں خلفائے بنی عباس کی قبروں پر چمگادروں اور چڑیوں کی بیحد و بیشمار بیٹیں ہوتی ہیں جنھیں روزانہ صاف کیا جاتا ہے اور دوسرے دن پھر چڑیوں کی بیٹوں سے قبریں مملو ہوجاتی ہیں، مگر حضرت امام علی النقیؑ، اور امام حسن عسکری علیہما السّلام کے روضے کے قبّے یا اُن کے آبائے کرام کے روضوں کے قبّوں پر چڑیوں کی ایک بیٹ بھی نظر نہ آئے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان جانوروں اور چڑیوں کو بھی ان حضرات کی عظمت وجلالت کا علم ازروئے الہام ہے۔

(مختار الخرائج صفحہ ۲۱۵-۲۱۶)

(۷) ـــ درندے بھی امامؑ کی معرفت رکھتے ہیں

روایت کی گئی ہے کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السّلام ایک مرتبہ ایک شخص کی قید میں دیدیے گئے۔

اُس کی عورت نے اُس سے کہا: ارے، خدا سے ڈر! تجھے نہیں معلوم کہ تیرے گھر میں کون مقیّد ہے۔ یہ ایک مردِ صالح اور بڑا عبادت گذار ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اس کی وجہ سے کہیں تجھ پر عذاب نازل نہ ہوجائے۔

اُس نے کہا، تو یہ کہتی ہے، میں تو ان کو درندوں کے حوالے کرنے والا ہوں۔

اس کے بعد اُس نے حاکم سے اجازت لیکر امام علیہ السّلام کو درندوں کے کٹہرے میں ڈال دیا، اور جب پورا یقین ہوگیا کہ اب درندے انھیں کھا چکے ہوں گے، وہ انھیں دیکھنے کے لیے گیا اور دوسرے تماشبین لوگ بھی دیکھنے کے لیے پہونچے تو دیکھا کہ امام علیہ السّلام نماز پڑھ رہے ہیں اور تمام درندے آپؑ کو حلقے میں لیے ہوئے آپؑ کی زیارت میں مصروف اور اطاعت میں سرنگوں ہیں۔ اس لیے مجبوراً حکم دیا گیا کہ آپؑ کو اُس کٹہرے سے نکالا جائے۔ کیونکہ اس میں بھی آپؑ کی فضیلت تھی۔

(کافی جلد۱ صفحہ ۵۱۳، مختار الخرائج)

(۸) ـــ زمین نے حسبِ ضرورت سونا اور چاندی اُگل دیا

ابو ہاشم سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السّلام اپنی سواری پر سوار ہوکر صحرا کی طرف تشریف لے جارہے تھے۔ میں بھی اپنی سواری پر سوار ہوکر آپؑ کے ساتھ ہولیا۔

آپؑ آگے آگے چل رہے تھے اور میں آپؑ کے پیچھے پیچھے تھا مگر یہ سوچ رہا تھا کہ مجھ پر قرض ہے جس کی ادائیگی کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

اتنے میں آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، فکر نہ کرو تمہارا قرض اللہ تعالیٰ ہی ادا کرے گا۔

یہ کہہ کر آپؑ زین فرس سے ذرا جھکے اور اپنے تازیانے سے زمین پر ایک خط لگایا اور مجھ سے فرمایا: اے ابو ہاشم! نیچے اترو اور اس خط کے درمیان جو کچھ ہے وہ لے لو۔ اور دیکھو اس بات کو کسی پر ظاہر نہ کرنا۔

میں نیچے اترا اور دیکھا تو وہاں سونے کا ایک ڈلا تھا میں نے اسے اُٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لیا، اور اب پھر سوچنے لگا کہ اگر اس سے پورا قرض ادا ہو گیا تو خیر، ورنہ اپنے قرض خواہ کو کسی نہ کسی طرح راضی کرنا پڑے گا۔ علاوہ ازیں جاڑے کا زمانہ آ رہا ہے اس میں گرم کپڑوں وغیرہ کی ضرورت ہو گی مجھے ان اخراجات کو بھی دیکھنا ہے۔

میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ آپؑ پھر میری طرف متوجہ ہوئے، اس کے بعد جھک کر اپنے تازیانے سے زمین پر ایک خط کھینچا اور فرمایا، اے ابو ہاشم! اپنی سواری سے اترو اور اسے بھی لیلو، مگر کسی سے نہ کہنا، اسے پوشیدہ رکھنا۔

میں سواری سے اترا اور دیکھا تو ایک ڈلا چاندی کا نظر آیا میں نے اُسے اُٹھا کر اپنی دوسری جیب میں رکھ لیا۔ پھر ہم کچھ دور مزید آگے جا کر واپس ہوئے۔ آپؑ اپنے گھر تشریف لے گئے اور میں اپنے گھر واپس آگیا۔

گھر پہونچ کر میں نے اپنے قرض کا حساب لگایا کہ کتنا ہے، پھر سونے کے ڈلے کو وزن کر کے اُس کی قیمت کا اندازہ لگایا تو وہ بالکل قرض کی رقم کے برابر تھی۔ نہ کم تھی اور نہ زیادہ۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ موسم سرما گذارنے کے لیے ہمیں کیا کیا سامان لینا ضروری ہے جس میں اسراف اور فضول خرچی بھی نہ ہو اور کمی بھی نہ رہے، اس پر کتنی رقم خرچ ہو گی۔ پھر میں نے چاندی کے ڈلے کو وزن کر کے اُس کی قیمت کا اندازہ لگایا، تو دونوں رقم برابر ہی نکلیں، نہ چاندی کی رقم زیادہ تھی اور نہ اخراجات و مصارف کی رقم زیادہ تھی۔

(مختار الخرائج)

(۹) = قلم کاغذ پر از خود چلنے اور لکھنے لگا

ابو ہاشم سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابو محمدؐ امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا

اُس وقت آپؑ کچھ تحریر فرما رہے تھے کہ اتنے میں نماز کا وقت آگیا، آپؑ نے اپنے ہاتھ سے قلم و کاغذ رکھا اور نماز پڑھنے کے لیے اُٹھ کر چلے گئے۔ مگر میں نے نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ آپؑ کا قلم خود بخود کاغذ پر چل رہا ہے اور لکھتا جارہا ہے یہاں تک کہ اُس نے تحریر کو آخر تک پہونچادیا۔ یہ دیکھ کر میں سجدے میں گر پڑا۔ جب آپؑ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے اور واپس آئے تو قلم کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور لوگوں کو اذنِ باریابی دیا۔ (عیون المعجزات)

• برسی نے کتاب مشارق میں حسن بن حمدان سے اور انھوں نے ابوالحسن کرخی سے روایت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ میرا باپ کرخ میں بزار کا کام کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اُس نے کپڑے کا ایک گٹھہ سر من رائے لیجانے کے لیے مجھے دیا۔ جب میں وہاں پہونچا تو ایک خادم میرے پاس آیا اور اُس نے میرا اور میرے باپ کا نام لیکر مجھے آواز دی۔

اور بولا: چلو تمھارے مولا نے تمھیں بُلایا ہے۔

میں نے کہا، میرا مولا کون ہے جس کے پاس میں جاوں؟

اُس نے کہا: میرا کام پیغام پہونچانا تھا، اب عمل کرنا یا نہ کرنا آپ کا کام ہے۔

یہ سن کر میں اس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ وہ مجھے ایک ایسے عالی شان محل میں لے گیا کہ جس کے جنّت ہونے میں مجھے کوئی شک نہیں ہوا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ ایک صاحب سبز فرش پر بیٹھے ہوئے ہیں جن کے چہرے کے نور سے آنکھیں خیرہ ہونے لگیں۔

جب میں اُن کے پاس پہونچا تو اُنھوں نے مجھ سے فرمایا، وہ جو کپڑے کا گٹھہ تم لائے ہو اس میں دو چادریں ہیں۔ ایک فلاں جگہ کی بنی ہوئی ہے اور دوسری فلاں جگہ کی۔ اور یہ فلاں کے اسبابِ تجارت میں سے ہے ان میں سے ہر چادر میں ایک رقعہ رکھا ہوا ہے جس پر اُس چادر کی قیمت اور اس پر نفع کی رقم بھی لکھی ہوئی ہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک کی اصل قیمت تیئیس ۲۳ دینار اور نفع دو ۲ دینار مرقوم ہے۔ دوسری کی اصل قیمت تیرہ دینار اور نفع دو دنیار مرقوم ہے۔ جاؤ اور وہ دونوں چادریں لیکر آؤ۔

اُس شخص کا بیان ہے کہ میں وہ دونوں چادریں لیکر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ کے سامنے رکھدیں۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا۔ بیٹھ جاؤ۔

میں بیٹھ گیا، مگر آپؑ کے رُعب وجلال کی وجہ سے ہمّت نہ ہوئی کہ نظر اُٹھا کر آپؑ کی طرف دیکھوں۔

اُس کا بیان ہے کہ پھر آپؑ نے فرش کی ایک جانب ہاتھ بڑھایا، حالانکہ وہاں

کچھ بھی نہ تھا۔ اور ایک مٹھی اٹھا کر فرمایا: لو یہ تمھاری دونوں چادروں کی قیمت منافع کے ساتھ ہے۔

وہ قیمت لیکر میں باہر نکلا اور دروازے پر آکر رقم شمار کی تو واقعاً اصل قیمت مع نفع پوری پوری تھی۔ نہ کم تھی اور نہ زیادہ۔ میرے والد کی تحریر کے بالکل مطابق۔

(مشارق الانوار برسی)

(۱۰) — قید خانہ بھی آپؑ کو پابند نہ کر سکا

ابو نجف مصری سے روایت ہے،

اور وہ اس حدیث کو اپنے رجال کے ذریعے سے ابو یعقوب اسحاق ابن ابان تک پہونچاتے ہیں۔ ابو یعقوب اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام جس وقت قید خانے میں مقید تھے، آپؑ اپنے اصحاب اور اپنے شیعوں کے پاس آدمی بھیج دیا کرتے تھے کہ فلاں رات کو عشاء کے وقت فلاں بن فلاں کے گھر فلاں مقام پر آجانا، تم ہمیں وہاں موجود پاؤگے۔

حالانکہ قید خانے کے پہرے دار آنِ واحد کے لیے بھی قید خانے کے دروازہ سے جُدا نہیں ہوتے تھے۔ نہ دن میں اور نہ رات میں۔

چنانچہ ہر پانچویں روز تمام پہرے دار معزول کر کے دوسرے پہرے دار متعین کیے جاتے اور انھیں سخت تاکید کی جاتی کہ قید خانے کے دروازے سے ہرگز جُدا نہ ہونا۔

دوسری طرف آپؑ کے اصحاب معیّنہ مقام پر پہونچ جاتے اور آپؑ وہاں پر حسب وعدہ تشریف لے جاتے۔ سب لوگ اپنی اپنی حاجتیں آپؑ کے سامنے پیش کرتے اور آپؑ ہر ایک کی حیثیت اور منزلت کے مطابق اُن کی حاجت روائی فرماتے۔ پھر وہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے۔ اور آپؑ قید خانے میں آجاتے۔ (عیون المعجزات)

(۱۱) — سرکش گھوڑا بھی آپؑ کا مطیع ہوگیا

احمد بن حارث قزوینی کا بیان ہے،

کہ میں اپنے والد کے ساتھ سرمن رائے میں رہتا تھا۔ وہاں میرے والد حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصطبل میں نعل بند تھے۔

مستعین کے پاس ایک خچر تھا، جس کے قد کی بلندی اور خوبصورتی میں کوئی اس کا مثل نہ تھا۔ مگر وہ نہ تو اپنی پشت پر زین کسنے دیتا اور نہ منھ میں لگام لگانے دیتا تھا۔ تمام گھوڑوں

اور خچّروں کو سدھانے والے جمع ہو گئے۔ سب نے اپنی اپنی تدبیر کی مگر کوئی بھی اُس کی پشت پر سواری نہ کر سکا۔

مستعین کے بعض مصاحبوں نے کہا، آپ اپنا آدمی بھیج کر حضرت حسن بن الرّضا (امام حسن عسکری علیہ السّلام کو کیوں نہیں بلا لیتے۔ کیونکہ یا تو وہ اس پر سوار ہو جائیں گے ورنہ یہ خچّر اُن کا کام تمام کر دے گا۔

مستعین نے آدمی بھیج کر حضرت ابو محمّد علیہ السّلام کو بلوایا، اور میرے والد بھی آپؑ کے ساتھ مستعین کے پاس گئے۔

جب آپؑ مستعین کے گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا، کہ گھر کے صحن میں وہ خچّر کھڑا ہوا ہے۔ آپؑ نے اپنا ہاتھ اس خچّر کی پشت پر رکھا اور ہاتھ رکھتے ہی خچّر کو پسینہ آگیا آپؑ آگے بڑھے اور مستعین کے پاس پہونچے۔

اُس نے آپؑ کو خوش آمدید کہا اور بولا، ذرا آپؑ اس خچّر کے منہ میں لگام لگا دیں۔

آپؑ نے میرے والد سے فرمایا، جاؤ اس کو لگام لگا دو۔

مستعین نے کہا، نہیں، بلکہ میں چاہتا ہوں کہ آپؑ ہی لگام لگائیں۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا، اگر تم یہی چاہتے ہو تو میں ہی اس کو لگام لگائے دیتا ہوں۔

یہ کہہ کر آپؑ اُٹھے اپنی چادر ایک طرف رکھی اور بڑھ کر اُس خچّر کے منہ میں لگام لگا دی، اور واپس آکر اپنی جگہ بیٹھ گئے۔

مستعین کہا، ذرا اس کی پشت پر زین بھی تو کس دیں۔

آپؑ نے میرے والد سے فرمایا، جاؤ اس پر زین کس دو۔

مستعین نے کہا، نہیں زین بھی آپؑ ہی کس دیں تو بہتر ہوگا۔

آپؑ پھر اُٹھے اور اُس پر زین کس کر پلٹ آئے۔

مستعین نے کہا، کیا آپؑ اس پر سوار بھی ہو سکتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا، کیوں نہیں۔

یہ کہہ کر آپؑ بڑھے، اور خچّر بھی چپ چاپ کھڑا رہا۔ آپؑ بلا مزاحمت اس پر سوار ہو گئے، اُس کو ڈُلکی چال پر ڈالا، تو وہ بہترین رفتار سے چلنے لگا۔ پھر آپؑ اُتر کر واپس آگئے۔

مستعین نے کہا، اس پر آپؑ کو امیر المومنین نے بٹھایا۔

حضرت ابو محمّد نے میرے والد سے فرمایا، جاؤ اس خچّر کی لگام پکڑو اور لیچلو۔

وہ اُس کی لگام پکڑ کر لے آئے۔ (مناقب جلد ۴ ص ۴۳۸، مختار الخرائج)

بحار الانوار

باب ۵

اخبارُ النجُّوم بحارُ العلوم

ANSAR

① — نبی کی ہڈی اور راہب

علی بن حسن بن سابور سے روایت ہے کہ

ایک مرتبہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانے میں سر من رائے کے اندر قحط پڑ گیا خلیفۂ وقت نے اپنے حاجب اور اپنے اہلِ مملکت کو حکم دیا کہ سب لوگ نمازِ استسقاء کے لیے صحرا میں نکلیں۔

چنانچہ یہ لوگ تین دن تک مسلسل استسقاء کے لیے صحرا میں جا کر نماز پڑھتے رہے مگر پانی نہ برسا۔

چوتھے دن جاثلیق اپنے نصاریٰ کے گروہ کے ہمراہ اور راہبوں کے ساتھ نکلا ان کے ساتھ ایک ایسا راہب بھی تھا جب وہ دعاء کے لیے ہاتھ اٹھاتا تھا، تو فوراً بارش ہونے لگتی تھی۔ یہ دیکھ کر بہت سے مسلمانوں کا ایمان خطرے میں پڑ گیا، لوگ حیران تھے اور نصرانیت کی طرف مائل ہوتے جا رہے تھے۔

یہ صورت دیکھ کر خلیفۂ وقت نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے پاس اپنا آدمی بھیجا۔ آپؑ اُس زمانے میں قید تھے۔ آپؑ کو قید سے نکالا گیا۔

خلیفۂ وقت نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! آپؑ اپنے جد کی امّت کی خبر لیجیے ہلاک ہوا چاہتی ہے۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا کل میں صحرا میں جاؤں گا، اور انشاء اللہ تعالےٰ سارے شکوک دُور کر دوں گا۔

چنانچہ دن جاثلیق اپنے راہبوں کے ساتھ پھر نکلا ادھر سے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام بھی اپنے چند اصحاب کو لے کر چلے آپؑ نے دیکھا کہ اس راہب نے اپنے ہاتھ پھیلائے اور بادل گھرنے لگے۔

آپؑ نے اپنے غلام سے کہا جاؤ اور اس راہب کا داہنا ہاتھ پکڑ لو اور اس کی دونوں انگلیوں کے درمیان جو چیز ہے اسے چھین کر میرے پاس لے آؤ۔

غلام گیا اور راہب کی انگلیوں کے درمیان ایک سیاہ رنگ کی ہڈی تھی اُسے نکال لایا۔ امام علیہ السلام نے وہ ہڈی لے لی۔

اس کے بعد آپؑ نے اُس راہب سے فرمایا کہ اب دوبارہ بارش کے لیے دعا کرو تو جانوں کہ تمھاری دعا میں تاثیر ہے۔

راہب نے ندامت کے ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے، بادل، اگرچہ گھرے ہوئے تھے لیکن اب بجائے برسنے کے چھٹنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے آفتاب نکل آیا اور مطلع صاف ہوگیا خلیفۂ وقت یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا، کہنے لگا، اے ابو محمدؑ! یہ ہڈی کیسی ہے؟

آپؑ نے فرمایا، یہ ایک نبی کی ہڈی ہے جو اس راہب کو کہیں سے ہاتھ آگئی ہے اس ہڈی میں یہ صفت ہے کہ جب بھی اِس کو زیرِ آسمان برہنہ کیا جائے گا فوراً ہی رحمتِ باراں کا نزول ہوگا۔ یہی وجہ تھی کہ جب یہ راہب اس ہڈی کو اپنی انگلیوں میں رکھ کر ذرا سا برہنہ کرتا تھا بارش شروع ہو جاتی تھی۔ راہب میں ذاتی کوئی کرامت نہیں ہے۔ صرف اس ہڈی کی وجہ سے نزولِ رحمتِ باراں ہوتا رہا۔ (اس کے بعد جتنے لوگ وہاں جمع تھے سب کو اس پوشیدہ نبی کی ہڈی کا راز بتایا گیا، جس کی بناء پر جو لوگ اپنا عقیدہ چھوڑ کر نصاریٰ ہو رہے تھے پھر اپنے عقیدے پر واپس آگئے اور حقیقتِ امر کو جان گئے۔)

(مختار الخرائج ص ۲۱۴، کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۱۱)

(۲) === جاسوس کی نشاندہی

ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام بھی ہمارے ساتھ قید ہوئے۔ اس قید خانے کا داروغہ صالح بن وصیف تھا۔ قید خانے میں ہمارے ساتھ ایک مردِ جمحی بھی تھا جس کا دعویٰ تھا کہ وہ علوی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام قیدیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اگر تم لوگوں میں ایک شخص ایسا نہ ہوتا جو تم میں سے نہیں ہے تو میں بتاتا کہ تم لوگوں کو رہائی کب نصیب ہوگی۔

یہ کہہ کر آپؑ نے اُس مردِ جمحی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ مجمع سے نکلا۔

آپؑ نے پھر فرمایا، یہ شخص تم میں سے نہیں ہے۔ اس سے احتیاط برتو اور اس کے کپڑوں میں ایک تحریر بھی ہے جس میں اس نے سلطانِ وقت کو مطلع کرنے کے لیے تم لوگوں کی گفتگو درج

کر لیا ہے

یہ سن کر کچھ لوگ اُٹھے، اور اُس کے لباس کی تلاشی لی تو اس میں سے وہ تحریر برآمد ہوئی جس میں اُس نے تمام قیدیوں کی پوشیدہ کارروائی درج کی تھی، جس میں سلطان کو مطلع کیا گیا تھا کہ ہم لوگ قید خانے میں نقب لگا کر بھاگنے کی فکر میں ہیں۔

ابو ہاشم کا بیان ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام روزے رکھتے تھے شام کے وقت آپؑ کا غلام آپؑ کے گھر سے ایک چمڑے کے سربمہر تھیلے میں آپؑ کے لیے کھانا لاتا اور ہم لوگ بھی اُسی میں سے افطار کرتے تھے۔

ایک دن میں ضعف کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکا تو دوسری کوٹھری میں جاکر میں نے سوکھی روٹی کھائی تاکہ کسی کو پتہ نہ چل سکے۔ اس کے بعد میں آپؑ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

آپؑ نے اپنے غلام سے کہا، ابو ہاشم کے لیے کچھ کھانے کی چیز لاؤ۔ یہ روزے سے نہیں ہیں۔

یہ سن کر میں مسکرایا، آپؑ نے پوچھا، ابو ہاشم! کیوں مسکرا رہے ہو، جب تم روزے سے نہیں ہو تو سوکھی روٹی کھانے سے کیا قوّت آئے گی۔ گوشت کھاؤ تاکہ تمھاری کمزوری دور ہو جائے۔

میں نے عرض کیا، واقعًا، اللہ، اُس کا رسولؐ اور آپؑ حضرات سچّے ہیں، آپؑ حضرات کو اللہ سلامت رکھے۔ اور میں نے کھانا شروع کیا۔

آپؑ نے تین بار فرمایا، اب تین دن روزہ نہ رکھنا، اس لیے کہ روزے سے جو کمزوری پیدا ہوتی ہے وہ تین دن سے پہلے دور نہیں ہوتی۔

پھر جب وہ دن آیا جس میں آپؑ کو رہائی ملنے والی تھی۔ آپؑ کا خادم آیا اور پوچھا:
آقا! آپؑ کا کھانا لاؤں؟

آپؑ نے فرمایا، لاؤ۔

ہمارا خیال تھا کہ ہم اس میں سے نہ کھا سکیں گے مگر کھانا ظہر کے وقت آیا، آپؑ روزے سے تھے، عصر کے وقت آپؑ کو رہائی ملی۔

آپؑ نے فرمایا، اب یہ کھانا تم لوگ کھا لینا، اللہ تمہیں مبارک کرے۔

(مختار الخرائج صـ۲۳۹-۲۳۸، مناقب جلد ۴ صـ۴۳۰۔)

- اعلام الورٰی میں بھی ابو ہاشم کی یہی روایت اپنے اسناد سے مرقوم ہے۔

(اعلام الورٰی صـ۳۵۵-۳۵۴)

③ ـــ معتمد کی قید سے رہائی کا علم

محمد بن ابی زعفران نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی والدۂ گرامی سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت ابو محمد نے مجھ سے کہا کہ ۲۶۰ھ میں مجھ پر ایک مصیبت آنی ہے۔ ممکن ہے اس سے چھٹکارہ نہ مل سکے یہ سن کر میں رونے اور چیخنے لگی۔

آپ نے فرمایا، رونے سے کچھ حاصل نہیں۔ یہ حکم ہے جو واقع ہو کر رہے گا۔

چنانچہ جب ۲۶۰ھ کا ماہِ صفر آیا تو اُن کی والدہ کو نہ اُٹھتے کل، نہ بیٹھتے چین۔ بیرونِ مدینہ کے باشندوں کے پاس خبر کے تجسس میں جایا کرتیں۔

ایک مرتبہ انھیں خبر ملی کہ معتمد نے حضرت ابو محمد اور اُن کے بھائی جعفر کو علی بن جرین کی قید میں دیدیا ہے۔ اور وہ علی بن جرین سے ہر لمحہ ان کا حال معلوم کرتا رہتا، اور وہ بتاتا رہتا کہ حضرت ابو محمد دن کو روزہ رکھتے ہیں اور شب بھر نمازیں پڑھتے رہتے ہیں۔

معتمد نے ایک دن پھر اُن کا حال پوچھا۔ علی بن جرین نے وہی بتایا۔

اس نے کہا، اچھا ابھی جا کر اُن سے میرا سلام کہو اور یہ کہدو کہ اب آپ آزاد ہیں۔ اپنے گھر تشریف لے جائیں۔ میں نے آپ کو آج سے اپنا مصاحب بنایا۔

علی بن جرین کا بیان ہے کہ جب میں قید خانہ کے دروازے پر پہونچا تو دیکھا کہ دروازے پر سواری زین کسی ہوئی تیار کھڑی ہے۔ اندر گیا تو دیکھا کہ آپ بھی موزے پہنے، ایرانی سبز چادر دوش پر ڈالے تیار بیٹھے ہیں۔

جب آپ نے مجھے دیکھا تو چلے۔ میں نے آپ کو رہائی کا حکم سُنایا تو سواری پر سوار ہو گئے۔

جب گھوڑے پر سوار ہو چکے تو کھڑے رہے۔

میں نے پوچھا، اب آپ کیوں کھڑے ہیں؟

آپ نے فرمایا، جعفر کے آنے کا انتظار کر رہا ہوں۔

میں نے کہا، مگر رہائی کا حکم تو صرف آپ کے لیے ہوا ہے۔ اس کے لیے تو نہیں ہوا

آپ نے فرمایا، معتمد سے جا کر کہو کہ ہم دونوں ایک گھر سے آئے ہیں، اگر میں جاؤں اور وہ میرے ساتھ نہ ہوگا تو وہاں کیا ہوگا، یہ بات تم سے پوشیدہ نہیں ہے۔

علی بن جرین کا بیان ہے کہ میں معتمد کے پاس گیا اور وہاں سے واپس آکر بتایا کہ معتمد نے

کہا ہے کہ میں نے آپؑ کی وجہ سے جعفر کو بھی رہا کیا۔ اور میں نے آپؑ کو محض جعفر کی حرکتوں ہی کی وجہ سے قید کیا تھا۔

پھر آپؑ جعفر کو لیکر اپنے گھر آئے (مہج الدعوات ص۳۴۳)

• صیمری نے محمودی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت ابومحمد امام حسن عسکری علیہ السلام معتمد کی قید سے رہا ہوئے تو میں نے آپؑ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ تحریر دیکھی۔

"یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ۔" (مہج الدعوات ص۳۴۴)

(۴) — دشمن تو ہماری نسل کو قطع کرنا چاہتے تھے

نصر بن علی جہضمی جو مخالفین میں سے موالید ائمہ کے سلسلہ میں ثقات (معتبرین) میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس نے بیان کیا کہ: امامت کی دلیلوں میں سے ایک وہ روایت بھی ہے جو حضرت حسن بن علیؑ عسکری علیہ السلام سے وقت ولادت حضرت م ح م د (ابن حسنؑ) کے متعلق بیان کی گئی کہ آپؑ نے فرمایا:

"ان ظالموں نے سمجھ لیا تھا کہ وہ مجھے قتل کر کے ہماری نسل کو قطع کر دیں گے لیکن انھوں نے دیکھ لیا ہے کہ اُس قادرِ مطلق کی قدرت کیسی ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے اس مولود کا نام مؤمّل رکھا۔ (مہج الدعوات ص۳۴۵)
(غیبۃ الشیخ ص۱۴۹ – ۱۴۴)

• مختار الخرائج میں بھی محمد بن اقرع کی یہی روایت مرقوم ہے۔

(مختار الخرائج ص۲۱۵، کافی جلد ۱ ص۵۰۹)

(۵) — ہوشیار رہو ٹڈیوں کا خطرہ ہے

کتاب الدلائل میں ابوبکر سے روایت ہے کہ میرے ایک دوست نے میرے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ آؤ ہم اور تم دونوں مل کر مختلف اطراف وجوانب سے باغوں کے پھل خرید یں۔ میں نے حضرت ابومحمد امام حسن عسکری ع کو خط لکھ کر آپؑ سے مشورہ چاہا۔

آپؑ نے فرمایا، اس تجارت میں تم بالکل شریک نہ ہو۔ کیا تمھاری نظر ٹڈیوں اور پھلوں کے سوکھ کر حشفہ بن جانے پر نہیں ہے؟

چنانچہ ایسا ہی ہوا کچھ تو ٹڈیوں نے آکر تباہی مچادی اور کچھ پھل جو باقی رہ گئے تھے وہ سوکھ کر حشفہ بن گئے۔ اور اللہ نے آپؑ کے مشورہ کی وجہ سے مجھے اس نقصان سے بچالیا۔

(کشف الغمہ)

⑥ == علمِ اصلاب وارحام

محمد بن علی بن ابراہیم ہمدانی سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو عریضہ لکھا، جس میں التجا کی کہ آپؑ دعا فرمائیں، اللہ مجھے میری چچازاد بہن کے بطن سے لڑکا عطا فرمائے۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا، اللہ تجھے کئی لڑکے عطا فرمائے۔

چنانچہ آپؑ کی دعا اور اللہ کی عنایت سے میرے یہاں چار بیٹے پیدا ہوئے۔

(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۳۱۰)

⑦ == علمِ ارحام

ابن فرات سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میں سرمن رائے کے محلّے عسکر میں ایک راستے پر بیٹھا ہوا تھا اور مجھے اولاد کی بیحد تمنّا تھی۔ اتفاقاً ادھر سے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی سواری گذری۔

میں نے آپؑ سے عرض کیا، کہ، فرزندِ رسولؐ! آپؑ کے علم کے مطابق میری قسمت میں اولاد ہے یا نہیں؟

آپؑ نے سر ہلاکر فرمایا، ہاں۔

میں نے عرض کیا پھر یہ فرمادیجیے کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی؟

آپؑ نے فرمایا، لڑکا نہیں۔

پھر میرے یہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ (مختار الخرائج ص ۲۱۴)

• کشف الغمہ میں ابنِ فرات کے بجائے جعفر بن محمد سے یہی روایت مرقوم ہے۔

(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۳۰۶)

⑧ == یہ بغیر روشنائی کی تحریر فلاں کی ہے

محمد بن عباس کا بیان ہے کہ ہم لوگ امام حسن عسکری علیہ السلام کے علاماتِ امامت کے متعلق گفتگو کر رہے تھے تو ایک ناصبی (دشمنِ اہلبیت) نے کہا میں بغیر روشنائی کے ایک خط لکھتا ہوں اگر انھوں نے جواب دیدیا تو سمجھوں گا کہ واقعاً وہ امام ہیں۔

چنانچہ اُس نے ایک خط بغیر روشنائی استعمال کیے ہوئے لکھا اور تمام خطوط کے ساتھ اسے بھی رکھ دیا۔

امام علیہ السلام نے ہمارے مسائل کے جواب دیے اور اس کے پرچے پر اس کا اور اس کے والدین کا نام لکھ دیا۔

یہ دیکھ کر اسے غش آگیا۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو آپؑ کے حقیقی امام ہونے کا معتقد ہوگیا۔ (مناقب جلد ۴ صـ ۴۲۴)

۹ — حج کو جاؤ پیاس کا کوئی خطرہ نہیں

ابو علی مطہری کا بیان ہے کہ قادسیہ سے آپؑ کو اطلاع دی گئی کہ حج پر جانے والے یہاں سے واپس آرہے ہیں، انھیں ڈر ہے کہ آگے بڑھے تو پانی نایاب ہو جائے گا، پیاسے مر جائیں گے۔

آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا، واپس نہ آؤ حج کو چلے جاؤ انشاء اللہ اس طرح کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

لہٰذا جو لوگ ابھی واپس نہیں ہوئے تھے وہ حج پر چلے گئے اور صحیح سلامت رہے۔ انھیں پیاس کی کوئی اذیت نہیں ہوئی۔

(کافی جلد ۱ صـ ۵۰۸ تا ۵۰۷ ارشاد صـ ۳۲۲)

۱۰ — مستقبل کا علم

کافور خادم کا بیان ہے کہ یونس نقّاش ہمارے سیّد و آقا کی حاشیہ برداری اور خدمت کیا کرتا تھا۔

ایک دن وہ کانپتا ہوا آیا اور عرض کرنے لگا، اے میرے سیّد و سردار! میں وصیّت کرتا ہوں کہ میرے اہلِ و عیال کا خیال رکھیے گا۔

آپؑ نے فرمایا، کیا بات ہے؟

اُس نے عرض کیا، بس اب میرا اس دنیا سے کوچ کا اہتمام ہوگیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، اے یونس! کیسا اہتمام؟

یہ کہہ کر آپؑ مسکرانے لگے۔

یونس نے کہا، ابنِ بغا (حاکم) نے مجھے ایک نگینہ دیا تھا۔ جب میں اُس پر نقش کرنے لگا تو وہ بیچ سے دو ٹکڑے ہوگیا اس کو کل ہی دینے کا وعدہ ہے۔ اور وہ ابنِ بغا ہے ایک ہزار تازیانوں

یا قتل سے کم سزا نہ دے گا۔

آپؑ نے فرمایا، اپنے گھر جاؤ کل جو اللہ کرے گا وہ بہتر کرے گا۔

دوسرے دن پھر کانپتا ہوا آیا اور بولا کہ ابنِ بغا کا آدمی نگینہ لینے آگیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، اس کے ساتھ جاؤ، اللہ جو کرے گا وہ بہتر کرے گا۔

یونس نے کہا، آقا! میں اُس سے جا کر کیا کہوں گا؟

آپؑ مسکرائے اور فرمایا، تم جاؤ اور سنو کہ وہ کیا کہتا ہے اور جو ہوگا وہ بہتر ہی ہوگا۔

یونس گیا اور خوش و خرّم واپس آیا اور بولا: مولا! ابنِ بغا نے مجھ سے کہا کہ میری کنیزیں آپس میں جھگڑ رہی ہیں، کیا تم سے ممکن ہے کہ اس کے دو ٹکڑے کر دو اور جھگڑا ختم ہو جائے۔

آپؑ نے فرمایا، پروردگارا! تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں ایسے لوگوں میں قرار دیا جو تیرا واقعی شکر ادا کرتے ہیں۔

آپؑ نے پوچھا، پھر تم نے کیا کہا؟

یونس نے کہا کہ میں نے اسے مطمئن کر دیا ہے کہ اچھا، میں کوشش کروں گا۔

آپؑ نے فرمایا، ٹھیک جواب دیا۔ (مناقب آلِ ابی طالب جلد ۴ ص ۴۲۹-۴۲۷)

(نوٹ:) یہی قصّہ بعینہٖ حضرت امام علی النقی علیہ السّلام کے معجزات میں بھی مندرج ہے اور بظاہر وہی درست ہے اس لیے کہ کافور اُن ہی کے اصحاب میں سے تھا۔

(۱۱) — اس گھوڑے کو شام سے قبل ہی فروخت کردو

علی بن زید بن علی بن الحسین بن زید بن علی سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میرے پاس ایک گھوڑا تھا جس پر مجھے بہت ناز تھا اور اکثر مجلسوں اور صحبتوں میں، میں اس کا تذکرہ کیا کرتا تھا۔

ایک دن میں اس پر سوار ہو کر حضرت ابو محمدؑ کے گھر پہونچا۔

آپؑ نے پوچھا، وہ گھوڑا کہاں ہے؟

میں نے کہا، وہ آپؑ کے دروازے پر کھڑا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، اگر کوئی گاہک ملے تو اس کو شام ہونے سے پہلے ہی فروخت کردو۔ اس میں دیر نہ کرو۔

آپؑ ابھی یہیں تک کہنے پائے تھے کہ کوئی آگیا اور بات کٹ گئی۔

راوی کا بیان ہے کہ میں اس فکر میں وہاں سے اُٹھ کر چلا اور جا کر اپنے بھائی سے اس کا

تذکرہ کیا۔

اُنھوں نے کہا، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمھیں کیا رائے دوں۔

میں ابھی اسی پس وپیش میں تھا کہ شام ہوگئی۔ مغرب کی نماز سے فارغ ہوا تو سائیس دوڑا ہوا آیا، اور بولا: آپ کا گھوڑا ابھی ابھی یک بیک مر گیا۔

اب میری سمجھ میں آیا کہ حضرت ابو محمد علیہ السلام نے اسی امر کی طرف اشارہ کیا تھا۔

دوسرے دن میں حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور دل میں یہ کہہ رہا تھا کہ کاش آپؑ اس گھوڑے کی جگہ کوئی دوسرا گھوڑا دیدیتے۔

مگر میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی آپؑ نے فرمایا، ہاں ہاں میں اس گھوڑے کی جگہ تمھیں دوسرا گھوڑا دیتا ہوں۔

یہ کہہ کر آپؑ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ میرا کمیت رنگ کا گھوڑا انھیں دیدو۔

پھر مجھ سے فرمایا، یہ تمھارے اُس گھوڑے سے بہتر ہے اس کی عمر بھی طویل ہے اور اس کی چال بھی اچھی ہے۔ (مختار الخرائج ص ۲۱۴)

- اعلام الوریٰ، ارشاد اور کافی میں بھی علی بن زید سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(اعلام الوریٰ ص ۳۵۲، ارشاد ص ۳۲۳، کافی جلد ۱ ص ۵۱۰)

(۱۲) ــــ علمِ بلایا

دلائلِ حمیری میں علی بن محمد بن زیاد سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میرے پاس حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کا خط آیا کہ تم پر ایک مصیبت آنے والی ہے، گھر ہی چھپے پڑے رہنا۔

اتفاق سے ایک مصیبت وارد ہوئی، میں پریشان ہوا اور حضرت ابو محمد علیہ السلام کی خدمت خط لکھ کر دریافت کیا کہ جس مصیبت کے لیے آپؑ نے فرمایا تھا کیا یہ وہی مصیبت ہے؟

آپؑ نے جواب دیا، نہیں، اس سے بھی سخت مصیبت۔

میں نے جب جستجو کی تو معلوم ہوا کہ یہ اعلان کیا گیا ہے کہ جو مجھے پکڑ لائے اس کو ایک لاکھ درہم انعام ملے گا۔ (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۹۴)

- مختار الخرائج میں بھی علی بن محمد بن زیاد سے اسی کے مثل روایت ہے

(مختار الخرائج)

(۱۴) کس نے کون سا مال چرایا ہے مجھے معلوم ہے؟

ابو ہاشم جعفری کا بیان ہے
کہ جب حضرت (امام علی النقی) ابوالحسن علیہ السلام نے رحلت فرمائی تو ان کے فرزند حضرت ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام اُن کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے، اور آپ کی بید مشغولیت سے آپ کے غلاموں نے یہ فائدہ اُٹھایا کہ آپ کے لباس و نقدیات وغیرہ سب اٹھا کر لے گئے۔

جب آپ اس سے فارغ ہوئے تو اپنی نشست گاہ میں آکر تشریف فرما ہوئے اور اُن سب خادموں کو طلب کیا اور فرمایا: جو کچھ میں پوچھوں گا اگر تم لوگ سچ سچ بتا دو گے تو میری سزا سے محفوظ رہو گے، اور اگر تم لوگ اپنے انکار پر ہی اصرار کرتے رہے تو میں تمھیں خود بتاؤں گا کہ تم میں سے کون شخص کیا چیز لے گیا ہے۔ اور پھر اُس وقت تم میں سے جو شخص جس سزا کا مستحق ٹھہرے گا اس کو وہ سزا دوں گا۔

اس کے بعد فرمایا، اے فلاں! تو یہ یہ چیزیں لے گیا ہے اور اے فلاں تو یہ یہ چیزیں لے گیا ہے۔

اُن سب نے اقرار کیا، کہ، جی ہاں۔

آپ نے فرمایا، اسے واپس کرو۔

پھر آپ سب کو بتاتے گئے اور سب نے تمام چیزیں واپس کر دیں۔

● ——

اسماعیل بن محمد بن علی بن اسماعیل بن علی بن عبداللہ بن عباس سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کے انتظار میں سر راہ بیٹھ گیا جب آپ اُدھر سے گذرے تو میں نے اُن سے اپنی پریشانی کا شکوہ کیا اور قسم کھائی کہ میرے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے، سرِدست میں بہت تنگدست ہوں۔ نہ کھانے کے لیے کچھ ہے نہ دن کو نہ رات کو۔

آپ نے فرمایا تم اللہ کی جھوٹی قسم کھاتے ہو۔ تم نے دو سو دینار تو زمین میں دفن کر رکھے ہیں، یہ میں اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ تمھیں کچھ دینا نہیں چاہتا۔

پھر آپ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ تیرے پاس جو کچھ ہو وہ اسے دیدے۔

آپ کے غلام نے مجھے سو دینار دیے۔

پھر آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، سنو جس وقت تمھیں اپنے دفن کیے ہوئے

دیناروں کی شدید ضرورت پیش آئے گی وہ تمھیں نہ ملیں گے، تم اُن سے محروم رہو گے۔

اور ہوا بھی ایسا ہی۔ آپ نے واقعتاً سچ ہی فرمایا تھا۔ وہ دینار جو آپؑ نے مجھے عطا فرمائے تھے انھیں خرچ کرتا رہا، مگر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مجھے اُن کی شدید ضرورت پیش آگئی، روزی کے تمام دروازے بند ہو گئے تھے۔ میں نے جب اپنے دفن شدہ دیناروں کو کھود کر نکالنا چاہا تو وہ وہاں سے غائب تھے۔ میں نے غور کیا تو سمجھ میں آیا کہ میرے لڑکے معلوم تھا کہ میں نے دینار کہاں دفن کیے ہیں۔ وہ انھیں نکال کر لے گیا۔ اور کہیں بھاگ گیا، میرا اس پر کوئی بس نہ چلا۔

(الارشاد ص ۳۲۳)

- مختار الخرائج میں بھی اسماعیل سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(۱۴) ـــ تیری جائیداد واپس مل جائیگی

عمر بن ابی مسلم کا بیان ہے کہ سرمن رائے میں مصر سے ایک شخص جس کا نام سیف بن لیث تھا، مہتدی کے پاس فریاد لیکر آیا کہ شفیع خادم نے اس کی جائیداد غصب کرلی اور اس کو وہاں سے نکال دیا ہے۔ ہم لوگوں نے اسے مشورہ دیا کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السّلام کو خط لکھ دے تاکہ وہ تیرے حق میں دعاء فرمائیں اور تیرا یہ کام آسان ہو جائے۔

اُس نے خط لکھا، تو آپؑ نے جواب دیا، پریشان نہ ہو اور سلطان کے پاس نہ جا تیری جائیداد تجھ کو واپس مل جائے گی، بلکہ اس وکیل کے پاس جا جس کے قبضے میں اس وقت تیری جائیداد ہے اور اسے سب سے بڑے سلطان خدائے رب العالمین سے ڈرا۔

وہ شخص اس وکیل سے ملا۔

وکیل نے کہا، تیرے جاتے ہی میرے پاس خط آیا کہ میں تیری جائیداد تجھے واپس کردوں۔ قاضی ابن ابی شوارب کا یہ حکم تھا، اور اس پر گواہیاں تھیں۔

پھر اُسے مہتدی کے پاس جانے کی ضرورت ہی نہ پیش آئی اور اس کو اُس کی جائیداد واپس مل گئی۔ (مناقب جلد ۴ ص ۴۳۲)

(۱۵) ـــ آپؑ نے بغیر طلب کے خاتم بخش دی

ابو ہاشم کا بیان ہے کہ جب بھی میں حضرت امام علی النقی یا حضرت امام حسن عسکری علیہما السّلام کی خدمت میں حاضر ہوتا مجھے اُن میں کوئی نہ کوئی امامت

کی نشانی ضرور ملتی۔

چنانچہ میں ایک مرتبہ حضرت ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا میرا ارادہ تھا کہ میں آپؑ سے انگوٹھی کے لیے چاندی وغیرہ مانگوں جس کو برکت کے لیے میں اپنے پاس رکھوں۔ میں آپؑ کے پاس بیٹھ گیا اور باتوں میں یاد نہ رہا کہ میں کس لیے آیا تھا۔ جب وہاں سے چلنے کا ارادہ کیا تو آپؑ نے میری طرف ایک انگوٹھی پھینک دی اور فرمایا:

تو تمہارا ارادہ چاندی مانگنے کا تھا، میں تمھیں بنی بنائی انگوٹھی دیتا ہوں۔ اس میں تمھیں نگینہ اور بنوائی کا بھی فائدہ ہوگیا۔ اللہ تمھیں مبارک کرے۔

(مناقب جلد ۴ صـ ۴۳۷)

(۱۶) ــــ قرآن مخلوقِ خدا ہے

ابو ہاشم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میرے جی میں آیا کہ میں حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام سے دریافت کروں کہ آپؑ کا قرآن مجید کے متعلق کیا خیال ہے؟ وہ مخلوق ہے یا غیر مخلوق (ابھی یہ بات میرے دل ہی میں تھی کہ)

آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ کیا حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادقؑ کی یہ روایت تم تک نہیں پہونچی جس میں آپؑ نے فرمایا کہ "جب سورۂ قُل ھو اللہ احد" نازل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے چار ہزار پر خلق فرمائے اور یہ سورہ ملائکہ کے جس گروہ کی طرف ہوکر گذرتا تھا تو سب نہایت خضوع وخشوع کے ساتھ اس کے سامنے جُھک جاتے اور کہتے کہ اس کی نسبت ربّ العزّت تبارک وتعالیٰ کی طرف ہے۔

(مختار الخرائج صـ ۲۳۹)

(۱۷) ــــ آپؑ کی ٹوپی دلیلِ امامت بن گئی

کتاب الدلائل میں علی بن محمد بن حسن سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ ہمارے اصحاب کی ایک جماعت اہواز سے سرمن رائے آئی میں بھی ان اصحاب کے ساتھ تھا اور خلیفۂ وقت صاحبِ بصرہ کی طرف جارہا تھا۔ ہم لوگ اس لیے نکلے کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی زیارت کرلیں۔ مگر دیکھا کہ آپؑ بھی اس کے ساتھ جارہے ہیں۔ اِس لیے آپؑ کی واپسی کے انتظار میں دو باغوں کے درمیان بیٹھ گئے

تھوڑی دیر میں آپؑ واپس ہوئے اور ہمارے مقابل پہونچکر قریب ہی کھڑے ہوگئے، اپنا ہاتھ بڑھایا، سر سے ٹوپی اُتاری اور دوسرا ہاتھ اپنے سر پر پھیرا اور ہم میں سے ایک شخص کے سامنے تبسّم فرمانے لگے۔

اس شخص نے فوراً کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ واقعاً حجّتِ خدا اور اس کے منتخب بندے ہیں۔

ہم لوگوں نے اُس سے کہا، کہ تجھے یہ ہدایت کیسے ہوگئی؟

اُس نے کہا کہ مجھے حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السّلام کی امامت پر شک تھا لہٰذا میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر آپؑ واپسی میں اپنے سر سے ٹوپی اُتاریں گے تو میں آپؑ کی امامت کا قائل ہو جاؤں گا۔ (کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۳۰۵)

• مختار الخرائج میں بھی علی بن محمّد کی یہی روایت مرقوم ہے۔ (مختار الخرائج صـ ۲۱۵)

(۱۸) = دُعا، دلیلِ امامت

دلائلِ حمیری میں ابو سہل بلخی سے روایت ہے

اُن کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابو محمّد علیہ السّلام کو خط لکھا اور اس میں اپنے والدین کے لیے دُعا کی درخواست کی۔ اُس کی ماں غالیہ تھی اور باپ مومن تھا۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اللہ تیرے باپ پر رحم فرمائے۔

ایک دوسرے شخص نے بھی خط لکھا اور اُس نے بھی اپنے والدین کے لیے دُعا کی درخواست کی۔ اُس کی ماں مومنہ تھی اور اس کا باپ ثنویہ تھا۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اللہ تیری ماں پر رحم فرمائے۔

(کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۳۰۶)

(۱۹) = علمٌ مَا فِی الضَّمیر

ابنِ کردی محمد بن علی بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میں بہت تنگیٔ معاش میں مبتلا ہوا تو میرے والد نے مجھ سے کہا کہ مجھے اُس شخص یعنی حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السّلام کے پاس لے چلو میں نے سُنا ہے وہ بڑے سخی ہیں۔

میں نے پوچھا کیا آپ کا اُن سے تعارف ہے؟

اُنھوں نے کہا، نہیں، میرا اُن سے کوئی تعارف نہیں، بلکہ میں نے تو اُن کو کبھی دیکھا بھی نہیں۔

الغرض ہم لوگ چلے۔ راستے میں میرے والد نے کہا، کاش وہ مجھے پانچ سو درہم دینے کا دے دیں تو دو سو درہم کپڑوں کے لیے، دو سو درہم آٹے کے لیے اور ایک سو درہم دوسرے

اخراجات کے لیے صرف کروں گا۔

اور میں نے اپنے دل میں کہا، کاش مجھے تین سو درہم کا حکم دے دیں تو ایک سو درہم سے گدھا خریدوں گا، ایک سو درہم دیگر اخراجات کے لیے اور ایک سو درہم لباس کیلئے رکھوں گا پھر میں جبل کی طرف (تلاشِ معاش کی غرض سے) چلا جاؤں گا۔

جب ہم لوگ آپؑ کے درِ دولت پر پہونچے تو اندر سے آپؑ کا غلام نکلا۔ اور بولا۔ علی بن ابراہیم اور اس کا لڑکا محمد اندر آجائیں۔

ہم اندر گئے، سلام عرض کیا۔

آپؑ نے میرے والد سے فرمایا: اے علی! تم ابتک ہم سے کیوں نہیں ملے؟

میرے والد نے کہا، اے سیّدو سردار! شرم دامنگیر تھی کہ اس حالت میں آپؑ کی خدمت میں کیسے حاضر ہو جاؤں۔

الغرض جب ہم وہاں سے چلے تو آپؑ کا غلام آیا، اُس نے میرے والد کو ایک تھیلی دی اور کہا، اس میں پانچ سو درہم ہیں۔ دو سو، کپڑوں کے لیے، دو سو آٹے کے لیے اور ایک سو دیگر اخراجات کے لیے ہیں۔

اس کے بعد مجھے بھی ایک تھیلی دیکر بولا، اس میں تین سو درہم ہیں۔ ان میں سے ایک سو درہم کا گدھا خریدنا، ایک سو کپڑوں کے لیے اور ایک سو دیگر اخراجات کے لیے ہیں اور سنو! بلادِ جبل نہ جانا، بلکہ سورا (عراق میں ایک مقام کا نام ہے) جانا۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ سورا چلا گیا، اور وہاں کی ایک عورت سے شادی کر لی اور آج اُس کی آمدنی چار ہزار دینار تک پہونچ چکی ہے، مگر اس کے باوجود وہ واقفیہ ہے۔

محمد بن ابراہیم کردی نے اُس سے کہا کہ کیا اس سے بھی زیادہ واضح امامت کی نشانی کی تمھیں ضرورت ہے؟

اُس نے کہا، تم سچ کہتے ہو، مگر ہم تو پہلے سے ایک راستے پر چلے جا رہے ہیں اسے کس طرح چھوڑ دیں؟ (الارشاد ص ۳۲۱-۳۲۰)

● ــــ ابوبکر فہفکی سے روایت ہے، ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے سرمن رائے سے کسی کام کے لیے باہر جانے کا ارادہ کیا؛ اس لیے کہ وہاں دیر تک قیام کر چکا تھا۔ چنانچہ کوچ کے دن میں نکلا اور ابی قطیعہ ابنِ داؤد کے راستہ پر آکر بیٹھ گیا۔ اتنے میں حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام دربارِ عام میں جانے کے لیے ادھر سے آتے ہوئے نظر آئے۔

میں نے اپنے دل میں کہا، میں آپؑ سے عرض کروں گا کہ مولا، میرے لیے دعا کیجیے کہ

میں سر من رائے سے خیریت کے ساتھ نکل جاؤں۔

یہ سوچ کر میں مسکرایا۔ جب آپؑ میرے قریب آئے تو آپؑ بھی مسکرائے۔ اور میں اُسی دن سر من رائے سے نکل گیا۔

(مختار الخرائج ص۲۱۵)

● علی بن زید بن علی بن الحسین بن زید سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ابھی میں وہاں بیٹھا ہی تھا کہ مجھے یاد آیا کہ میرے رومال میں پچاس دینار تھے۔ وہ اب نہیں ہیں۔ مجھے اس کی بڑی فکر ہوئی، مگر میں نے آپؑ سے نہ اس کا ذکر کیا اور نہ اس کا اظہار ہونے دیا کہ مجھے اس کی فکر لاحق ہے اس کے باوجود آپؑ نے فرمایا: وہ محفوظ ہے انشاء اللہ۔ جب میں گھر واپس آیا تو میرے بھائی نے وہ رقم مجھے دی۔ (مختار الخرائج ص۲۱۵)

● کشف الغمہ میں بھی دلائل حمیری سے یہی روایت مرقوم ہے۔

(کشف الغمہ جلد۳ ص۴۰۵)

● ابو العنیاء محمد بن قاسم ہاشمی سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا، وہاں مجھے پیاس لگتی مگر پانی مانگنا اپنے لیے چھوٹی بات سمجھتا۔

آپؑ فوراً آواز دیتے اے غلام! ان کو پانی پلاؤ۔

کبھی دل میں آتا کہ اب یہاں سے چلوں۔

آپؑ فوراً آواز دیتے، اے غلام ان کی سواری حاضر کرو۔

(مختار الخرائج) (مناقب جلد۴ ص۴۳۳)

● احمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری ؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپؑ میرے سامنے کچھ لکھیں تاکہ جب آپؑ کا خط پہونچے تو میں پہچان لیا کروں کہ یہ آپؑ ہی کا خط ہے۔

آپؑ نے فرمایا، ہاں ٹھیک ہے۔

پھر فرمایا، اے احمد! قلم کے موٹے اور باریک ہونے کی وجہ سے خط مختلف ہوجایا کرتا ہے۔ لہٰذا اس میں شک نہ کیا کرو۔

پھر آپؑ نے قلمدان منگوایا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس وقت آپؑ جس قلم سے لکھیں گے، میں وہ قلم آپؑ سے مانگ لوں گا۔"

جب آپؑ لکھ چکے تو مجھ سے باتیں کرنے لگے اور قلم کو قلمدان کے رومال سے صاف کر کے میری طرف بڑھا دیا اور فرمایا:

اے احمد! اسے لیلو۔ اور اپنے پاس رکھ لو۔

میں نے اسے لے کر رکھ لیا۔ مناقب جلد ۴ صفحہ ۴۳۲

• ـــــ محمد بن احمد انصاری سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ قومِ مفوّضہ اور مقصّرہ کے ایک گروہ نے کامل بن ابراہیم مدنی کو حضرت ابو محمدؑ امام حسن عسکری علیہ السلام کے پاس اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔

کامل کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں آپؑ سے یہ دریافت کروں گا کہ آپؑ یہ فرماتے ہیں کہ جنّت میں صرف وہی داخل ہوگا جس کی معرفت ہماری جیسی ہو اور جس کا قول بھی ہمارے جیسا ہو۔

اُس کا بیان ہے کہ جب میں آپؑ کے پاس پہونچا تو دیکھا کہ آپؑ ایک سفید اور نرم لباس زیبِ تن کیے ہوئے ہیں۔

میں نے اپنے دل میں کہا، بھلا کوئی ولیِ خدا اور حجّتِ خدا ایسا نرم لباس پہنتا ہے؟ ہمیں تو یہ حکم دیتے ہیں کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، اور اس طرح کا لباس پہننے کو منع فرماتے ہیں۔

کامل کا بیان ہے کہ میرے جی میں یہ بات ابھی آئی ہی تھی کہ آپؑ متبسّم ہوئے اور فرمایا: اے کامل! ادھر دیکھو۔

یہ کہہ کر آپؑ نے اپنی دونوں آستینیں اُلٹیں، میں نے دیکھا، آپؑ اُس نرم لباس کے نیچے سیاہ موٹا لباس پہنے ہوئے تھے۔

پھر فرمایا، دیکھو! یہ اندرونی لباس تو اللہ کے لیے ہے اور اوپر والا لباس تم لوگوں کے لیے ہے۔ (غیبۃ طوسیؒ)

(۲۰) ـــــ علمِ انساب

علی بن جعفر نے حلبی سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ محلّہ عسکر میں جمع ہوئے اور حضرت ابو محمدؑ امام حسن عسکری علیہ السلام کی سواری کے دن کا انتظار کرنے لگے۔ تو آپؑ کی تحریر آئی جس میں لکھا تھا کہ:

"خبردار! تم میں سے نہ کوئی ہمیں سلام کرے، اور نہ ہماری طرف کوئی اشارہ کرے، اس میں تمھاری

جانوں کا خطرہ ہے۔

میرے پہلو میں ایک نوجوان کھڑا تھا، میں نے اُس سے پوچھا: تم کہاں کے باشندہ ہو؟

اُس نے کہا، مدینہ کا رہنے والا ہوں۔

میں پوچھا، یہاں کس کام سے آنا ہوا۔ ؟

اُس نے کہا کہ، ہمارے یہاں (مدینہ میں) لوگوں کو حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی امامت کے متعلق اختلاف ہے۔ میں اِس لیے آیا ہوں کہ خود چل کر دیکھوں اور اُن کی باتیں سُنوں یا اُن میں کوئی علامتِ امامت دیکھوں، تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ اور میں حضرت ابوذر غفاری کی اولاد میں سے ہوں۔

ابھی یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ آپؑ اپنے ایک خادم کے ساتھ درِ دولت سے برآمد ہوئے جب آپؑ قریب پہونچے تو ایک نظر اُس نوجوان پر ڈالی اور فرمایا: کیا تم غفاری ہو ؟

اُس نے عرض کیا، جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا، تمھاری ماں حمدویہ کیسی ہے ؟

اُس نے عرض کیا، ٹھیک ہے، صحیح وتندرست ہے۔

آپؑ یہ پوچھ کر آگے بڑھ گئے تو میں نے اُس نوجوان سے پوچھا: کیا تم نے اِس سے پہلے ان کو کبھی دیکھا تھا ؟

اُس نے کہا، نہیں۔

میں نے کہا، پھر یہ تمھارے اطمینان کے لیے کافی ہے۔

اُس نے کہا، جی ہاں، آپ صحیح کہتے ہیں، اب مزید معلومات کی ضرورت نہیں۔

(مختار الخرائج)

(۲۱) ــــ علمِ مافی الضمیر

یحییٰ بن مرزبان سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ اہلِ سبت کے ایک شخص سے ملا جس کا نام ابوالخیر تھا۔

اُس نے بیان کیا کہ میرا چچا زاد بھائی امامت، اور خصوصاً حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی امامت کے متعلق مجھ سے بحث کرتا تھا میں اُس سے کہا کرتا، جب میں خود اُن میں امامت کے آثار وعلامات نہ دیکھ لوں، کچھ نہ کہوں گا۔

چنانچہ میں کسی ضرورت کے لیے محلہ عسکر میں وارد ہوا۔ دیکھا کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام تشریف لا رہے ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا، اگر یہ اپنا ہاتھ اپنے سر کی

طرف بڑھائیں، اسے کھول دیں پھر میری طرف دیکھ کر نظر موڑلیں، تو میں ان کی امامت کا قائل ہوجاؤں گا۔

جب آپؑ میرے قریب پہونچے تو آپؑ نے اپنا ہاتھ اپنے سر کی طرف بڑھایا، سر کھولا، پھر ایک نظر میری دیکھا اور نگاہ موڑلی۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا، اے یحییٰ! تمھارا وہ چچازاد بھائی کیسا ہے جس سے تمھاری امامت کے متعلق بحث ہوتی ہے؟

میں نے عرض کیا، اسے صحیح و تندرست چھوڑ آیا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا، تم اس سے بحث نہ کیا کرو۔

اس کے بعد آپؑ چلے گئے۔ (مختار الخرائج۔ کشف الغمہ جلد ۳ ص ۳۱۱)

(۲۲) ــ علمِ مستقبل

عمر بن ابی مسلم کا بیان ہے کہ سمیع مسمعی نامی شخص مجھے بہت ستاتا تھا اور اس کی طرف سے ایسی ایسی باتیں مجھ تک پہونچتی تھیں کہ مجھے بڑا دکھ ہوتا تھا۔ اُس کا گھر میرے گھر سے بالکل ملا ہوا تھا۔ میں نے حضرت ابو محمد علیہ السلام کو خط لکھا کہ دعا فرمائیں مجھے اس شخص سے چھٹکارا ملے۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا، تمھیں خوشخبری ہو کہ اس سے بہت جلد چھٹکارا ملے گا اور تم اُس کے گھر کے بھی مالک بن جاؤ گے۔

پس ایک ماہ کے بعد وہ مرگیا۔ میں نے اُس کا گھر خرید کر اپنے گھر میں ملالیا۔

(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۰۲)

(۲۳) ــ معتز کی معزولی کی خبر

احمد بن حسین بن عمر بن یزید کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو ہثیم بن سبابہ نے بتایا کہ کوفہ جاتے وقت جب معتز نے آپؑ کو سعید حاجب کے حوالے کرنے کا حکم دیا اور قصر ہبیرہ کا واقعہ پیش آیا تو ابو ہثیم نے آپ کو خط لکھا کہ: میں آپؑ پر قربان، مجھے ایسی اطلاع ملی ہے جس کو سن کر مجھے بیحد قلق ہے۔

آپ نے اُس کو جواب میں تحریر فرمایا۔

اے ابو ہثیم گھبراؤ نہیں، تین دن بعد تم لوگوں کو

خوشخبری ملے گی۔

اور تیسرے ہی دن معتز خلافت سے معزول کر دیا گیا۔ (غیبۃ شیخ ص ۱۳۴)

(۲۴) — مستعین تین دن میں گرفتارِ عذاب ہوگا

راوی کا بیان ہے کہ ایک دن میں ابو احمد عبید اللہ بن عبد اللہ بن طاہر کے پاس گیا۔ اُن کے سامنے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کا ایک رقعہ رکھا ہوا تھا جس میں تحریر تھا کہ "میں نے اس ظالم و سرکش (یعنی مستعین) کے لیے اللہ سے بددعا کی ہے یہ تین دن بعد عذاب میں گرفتار ہو جائے گا۔"

چنانچہ تیسرے ہی دن وہ خلافت سے معزول ہو گیا اور انجام جیسا کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ اُسے واسط لیجا کر قتل کر دیا گیا۔ (مہج الدعوات)

(۲۵) — مہتدی کی مدتِ عمر ختم ہو چکی ہے

صیمری نے ہی یہ بھی روایت ابو ہاشم سے کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں مہتدی کی قید میں حضرت ابو محمد علیہ السلام کے ساتھ تھا۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا "اے ابو ہاشم! یہ ظالم و سرکش آج شب اللہ تعالیٰ سے مذاق کرنا چاہتا تھا، اس لیے اللہ نے اس کی مدتِ عمر ختم کر دی ہے۔ میرے کوئی اولاد نہیں، مگر اللہ اپنے لطف و کرم سے ایک لڑکا عنایت فرمائے گا۔"

غرض جب صبح ہوئی تو ترکوں نے مہتدی پر حملہ کر دیا اور عامۃ المسلمین چونکہ جانتے تھے کہ مہتدی اعتزالی اور قدر کا معتقد ہے، اس لیے سب لوگوں نے ترکوں کا ساتھ دیا۔ اور مہتدی کو قتل کر کے اس کی جگہ معتمد کو مسندِ خلافت پر بٹھایا، اور اس کی بیعت کی۔ مہتدی نے حضرت ابو محمد علیہ السلام کے قتل کا پختہ ارادہ کر لیا تھا، مگر اللہ نے خود اس کو مبتلائے بلا و مصیبت کر دیا اور بالآخر قتل ہوا اور واصلِ جہنم ہو گیا۔ (مہج الدعوات ص ۳۴۳)

(۲۶) — مہتدی کے قتل کی پیشگوئی

احمد بن محمد سے روایت ہے جس وقت مہتدی ترکی موالیوں کے قتل میں ماخوذ ہوا تو میں نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام

کو خط لکھا کہ مولا ! خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس کو خود اپنی فکر میں پھنسا دیا، ورنہ سُنا ہے کہ وہ کہتا تھا کہ خدا کی قسم میں تم لوگوں کو ملک بدر کر کے رہوں گا۔

تو آپؑ نے خود اپنے ہاتھ سے اس کا جواب تحریر فرمایا کہ یہی بات اس کی عمر کے گھٹنے کا سبب بن گئی۔ آج سے پانچ دن اور شمار کر لو، چھٹے دن وہ بڑی بے عزتی اور توہین کے بعد قتل کر دیا جائے گا۔ اور جیسا آپؑ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔

(۲۷) ــــ معتز تین دن میں قتل ہو جائے گا

محمد بن عبداللہ سے روایت ہے

اس کا بیان ہے کہ جب سعید (حاکمِ سامرہ) نے حکم دیا کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکریؑ کو گرفتار کر کے کوفہ بھیجا جائے۔

ابو ہشیم نے آپؑ کو خط لکھا، مولا ! میں آپؑ پر قربان، مجھے ایک خبر ملی ہے جس سے مجھے بڑا دکھ ہوا۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا، تین دن بعد تم کو ایک خوشخبری ملے گی۔ اور تیسرے ہی دن معتز قتل کر دیا گیا۔

(۲۸) ــــ تین دن بعد خوشخبری ملے گی

علی بن محمد بن زیاد صیمری کی کتاب الاوصیاء

میں مرقوم ہے کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السّلام کے متعلق مستعین کی جو نیت تھی وہ ظاہر ہے۔ اس نے اپنے حاجب سعید کو حکم دیا کہ آپؑ کو کوفہ بھیجاؤ اور راستہ میں ان پر کوئی حادثہ وارد کر دو۔

یہ خبر شیعوں میں پھیل گئی۔ جس سے انھیں بڑی فکر ہوئی۔ اور یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جبکہ ابھی حضرت ابو الحسن امام علی النقی علیہ السّلام کی وفات کو پانچ سال بھی نہیں ہوئے تھے۔

چنانچہ محمد بن عبداللہ اور ہیثم بن سبابہ نے آپؑ کو خط لکھا کہ ہم لوگ آپ پر قربان ہم لوگوں کو ایک ایسی خبر ملی ہے کہ جس کا ہمیں بڑا دکھ اور رنج ہے۔

آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا، تین دن بعد تمھیں خوشخبری ملے گی اور آپؑ کے ارشاد کے مطابق مستعین تیسرے ہی دن خلافت سے معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ معتز تختِ خلافت پر متمکن ہوا۔ (مہج الدعوات صـ ۳۴۱)

(۲۹) — گمشدہ غلام کی نشاندہی

راوی کا بیان ہے کہ آپؑ کا ایک چھوٹا سا غلام گم ہو گیا۔ بہت ڈھونڈا گیا، نہیں ملا۔ آپؑ کو خبر دی گئی۔

آپؑ نے فرمایا، اس کو جانوروں کے کٹہرے میں دیکھو۔

وہاں دیکھا گیا تو وہ مُردہ پڑا ہوا تھا۔

• محمد بن صالح خثعمی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھ کر خربوزہ کے متعلق دریافت کیا کہ اس کا میں بیحد شائق ہوں۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اسے نہار منھ نہ کھاؤ اس سے فالج کا خطرہ ہے اس کے علاوہ میرا ارادہ تھا کہ میں صاحبِ زنج جس نے بصرہ سے خروج کیا تھا، اس کے متعلق بھی معلوم کروں مگر بھول گیا لیکن آپؑ نے از خود تحریر فرما دیا کہ صاحبِ زنج اہلبیت میں سے نہیں ہے (کشف الغمہ جلد ۳ صفحہ ۲۰۵)

(۳۰) — علم منایا

جعفر بن محمد قلانشی نے یہ روایت بھی کی ہے کہ میں نے محمد بن عبد الجبار خادم کی معرفت حضرت ابو محمد علیہ السلام کو خط لکھا جس میں بہت سے مسائل دریافت کیے اور یہ بھی تحریر کیا کہ میرا بھائی آرمینہ گیا ہوا ہے۔ دعا فرمائیں، صحیح و سلامت واپس آجائے۔

آپؑ نے میرے خط کا جواب تحریر فرمایا جس میں میرے سارے مسائل کے جوابات تھے مگر اس میں میرے بھائی کے متعلق کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس کے کچھ دنوں بعد آرمینہ سے خبر آئی کہ تیرا بھائی فوت ہو گیا۔

اور وہ اسی دن فوت ہوا تھا جس دن حضرت ابو محمد علیہ السلام نے مجھے خط لکھا تھا اب ہم سمجھے کہ چونکہ آپؑ کو اس کی موت کی خبر تھی اس لیے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

(کشف الغمہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۶)

• علی بن محمد نے ہمارے بعض اصحاب سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ محمد بن حجر نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھا اور اس میں عبد العزیز بن دلف، اور یزید بن عبد اللہ کی شکایت کی۔

آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ عبد العزیز سے تمہیں چھٹکارا مل جائے گا اب رہا

یزید بن عبداللہ تو اس کا اور تمھارا فیصلہ اللہ کے سامنے ہوگا۔
چنانچہ عبدالعزیز مر گیا اور یزید بن عبداللہ قتل ہو گیا۔
(مناقب جلد ۴ صـ ۴۳۳، کافی جلد ۱ صـ ۵۱۲)

• محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن موسیٰ سے روایت ہے کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام نے معتز کی وفات سے تقریباً بیس دن پہلے ابوالقاسم اسحاق بن جعفر زبیری کو خط لکھا "گھر سے باہر نہ نکلنا ایک حادثہ ہونے والا ہے مگر جب بریحہ قتل ہو گیا تو ابوالقاسم اسحاق نے آپؑ کو خط لکھا کہ یہ حادثہ تو رونما ہو چکا، اب میرے لیے کیا حکم ہے۔؟
آپؑ نے اس کے جواب میں لکھا، یہ حادثہ نہیں، دوسرا حادثہ۔
چنانچہ اس کے بعد معتز کا واقعہ پیش آیا۔ (الکافی جلد ۱ صـ ۵۰۶)

• نیز آپؑ نے ایک دوسرے شخص کو خط لکھا کہ "اس کے قتل سے دس دن پہلے محمد بن داؤد قتل ہوگا۔" چنانچہ دسویں دن وہ قتل ہو گیا۔ (ارشاد صـ ۳۲۰)

• ابن فرات سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میرے چچا زاد بھائی پر میرے دس ہزار درہم قرض تھے۔ میں نے حضرت ابو محمد علیہ السلام کو عریضہ لکھا کہ دعا فرمائیں کہ وہ دیدے۔
آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا۔ وہ تمھاری رقم تم کو واپس کردے گا اور جمعہ کے بعد مر جائے گا۔
راوی کا بیان ہے، میرے چچا زاد بھائی نے مجھے میری رقم واپس کردی۔ میں نے اُس سے پوچھا، تمھاری نیت تو واپس کرنے کی نہ تھی، پھر واپس کیسے کردی۔؟ تم نے تو دینے سے انکار کر دیا تھا۔
اُس نے کہا، میں نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اُنھوں نے فرمایا، دیکھ تیری موت قریب ہے اپنے چچا زاد بھائی کی رقم واپس کردے۔
(مختار الخرائج۔ کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۳۱۱)

(۳۱) = اللہ فضل پر رحم کرے (علم منایا)

سعید بن جناح کشی سے روایت ہے
اس کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن ابراہیم وراق سمرقندی کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ میں حج کے لیے وطن سے نکلا اور ارادہ کیا کہ اپنے ایک دوست سے بھی ملتا ہوا جاؤں جو ہمارے اصحاب میں

صدق وصلاح، ورع، تقویٰ ونیکی میں بہت مشہور تھا جس کو لوگ بورق بوشنجانی کے نام سے یاد کرتے تھے۔ بوشنجان، ہرات کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات ہے۔ الغرض ارادہ ہوا کہ اُس سے ملاقات کروں تاکہ عہدِ محبت تازہ ہو جائے۔

میں اس کے پاس پہونچا تو وہاں فضل بن شاذان کا ذکر آیا، تو بورق نے بتایا کہ فضل بن شاذان پیٹ کے شدید مرض میں مبتلا تھا، شب میں قضائے حاجت کے لیے سو ڈیڑھ سو مرتبہ اٹھتا تھا۔

بورق نے یہ بھی بتایا کہ ایک مرتبہ حج کے لیے گیا تو محمد بن عیسیٰ عبیدی سے بھی جا کر ملا دیکھا کہ ساری کیفیت جسے میں دیکھ گیا تھا دور ہو گئی ہے۔ میں نے پوچھا، اب کیا خبر ہے؟

انھوں نے بتایا کہ حضرت ابو محمد علیہ السلام قید سے رہا ہو گئے۔

بورق کا بیان ہے کہ پھر میں وہاں سے سر من رائے آیا، میرے پاس روز و شب کے اعمال کی ایک کتاب تھی، میں اسے لیکر حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا، میں آپ پر فدا ذرا اس کتاب پر نظر فرمالیں۔

آپ نے اس کتاب کا ایک ایک صفحہ اور ایک ایک ورق دیکھا، اور فرمایا۔ یہ صحیح ہے مناسب ہے کہ اس کے مطابق اعمال بجالائے جائیں۔

میں نے عرض کیا، مولا! فضل بن شاذان شدید بیمار ہے لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ وہ یہ کہتا تھا کہ ابراہیم کے وصی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی سے بہتر تھے۔ اس لیے آپ نے اس کے لیے بد دعا کردی، یہ اسی بد دعا کا اثر ہے، حالانکہ، میں آپ پر قربان، یہ بات اُس نے ہرگز نہیں کہی۔ یہ اس پر لوگ جھوٹ اور اتہام لگاتے ہیں۔

آپ نے فرمایا، ہاں، واقعاً جھوٹ و اتہام لگاتے ہیں۔ اللہ فضل پر رحم کرے، اللہ فضل پر رحم کرے۔

بورق کا بیان ہے کہ میں وہاں سے واپس ہوا تو معلوم کہ فضل اُن ہی دنوں میں مرا جن دنوں میں آپ نے فرمایا تھا کہ "اللہ فضل پر رحم کرے۔" (رجال کشی ص ۴۵۱)

دیگر • سیف بن لیث سے روایت ہے، اس کا بیان ہے کہ جب میں مصر سے چلا تو اپنے ایک لڑکے کو علیل چھوڑ چلا تھا۔ میرا ایک اور لڑکا، جو سن میں اس بیمار لڑکے سے بڑا تھا، میرا وصی اور میرے اہل وعیال و جائیداد کا نگراں تھا، صحت مند اور تندرست تھا۔ میں نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھا، اور اپنے بیمار لڑکے کی صحت کے لیے دعا کی درخواست کی۔

آپ نے جواب میں تحریر فرمایا، تمہارا چھوٹا لڑکا اچھا ہو گیا، مگر بڑا لڑکا مر گیا جو تمہارا

وصی اور تمہارے گھر کا نگراں تھا۔ اس پر جزع فزع نہ کرنا، صبر و ضبط سے کام لینا ورنہ تمہارا ثواب حبط ہو جائے گا۔

پھر میرے گھر سے خط آیا کہ تمہارا چھوٹا لڑکا بیماری سے صحتیاب ہو گیا، مگر بڑا لڑکا اُس دن مرا جس دن حضرت ابو محمد علیہ السلام نے مجھے خط تحریر فرمایا تھا۔

(کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۳۰۴)

مناقب میں بھی سیف کی یہی روایت مرقوم ہے۔ (مناقب جلد ۴ صـ ۴۳۳)

(کافی جلد ۱ صـ ۵۰۹)

دیگر • دلائلِ حمیری میں محمد بن حمزہ سروری سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہاشم داؤد بن قاسم کے ہاتھ جس سے میرا بھائی چارہ تھا، ایک خط حضرت ابو محمد امام حسن عسکری ؑ کی خدمت میں روانہ کیا، اور اس میں التجا کی کہ آپؑ دعاء فرمائیں، اللہ مجھے پھر سے غنی کر دے میں مفلس ہو گیا ہوں۔ (تاکہ میرے حالات بہتر ہو جائیں)

آپؑ نے اسی کے ہاتھ میرے خط کا جواب روانہ فرمایا کہ لے! اللہ نے تجھے پھر غنی کر دیا، تیرا چچا زاد بھائی یحییٰ بن حمزہ نے وفات پائی اور ایک لاکھ درہم چھوڑ گیا۔ یہ رقم عنقریب تیرے پاس پہونچنے والی ہے۔ اللہ کا شکر ادا کر، اب فضول خرچی چھوڑ، اعتدال سے خرچ کر۔

اس کے بعد حرّان سے ایک شخص ایک لاکھ درہم کی ہنڈی لیکر آیا، اور اُس سے معلوم ہوا کہ میرا چچا زاد بھائی اُس روز مرا جس روز ابو ہاشم میرے مولا سے میرے خط کا جواب لیکر واپس ہوا تھا۔ بہر حال جیسا کہ مولا نے فرمایا تھا، میرا فقر دور ہوا اور میں پھر غنی ہو گیا۔ اس میں سے میں حقِ اللہ تعؔ نکال دیا، کچھ اپنے بھائیوں کی مدد کی پھر ہاتھ روک لیا۔ جیسا کہ مولا کا حکم تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے میں بڑا فضول خرچ تھا۔ (کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۳۰۴)

دیگر • حجاج بن سفیان عبدی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں اپنے لڑکے کو بصرہ میں علیل چھوڑ کر آیا تھا۔ اس لیے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھا اور آپؑ سے طالبِ دُعاء بھی ہوا۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا، اگر تمہارا لڑکا مومن تھا تو اللہ اُس پر رحم کرے۔

حجاج کا بیان ہے کہ اس کے بعد بصرہ سے خط آیا کہ میرا لڑکا اُسی روز مرا جس دن حضرت ابو محمد علیہ السلام نے مجھے خط لکھا تھا۔ اور واقعاً میرا لڑکا شیعوں میں اختلاف کی بناء پر آپؑ کی امامت میں شک کرنے لگا تھا۔ (مختار الخرائج صـ ۲۱۵)

• کشف الغمہ میں دلائلِ حمیری سے حجاج کی یہی روایت مرقوم ہے۔ (کشف الغمہ صـ ۳۰۱)

دیگر • محمد بن حسن بن وزیر نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ وہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی سُرّ من رائے میں اکثر غاشیہ برداری کیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ آپؑ کے پاس پہونچا تو آپؑ کو گھر موجود پایا اور آپؑ کی سواری خلیفہ کے گھر جانے کے لیے تیار تھی اور آپؑ کا چہرہ غصّے سے سرخ ہو رہا تھا۔ اور آپؑ کے پہلو میں عامہ میں سے ایک ایسا شخص تھا کہ جب آپؑ کہیں جانے کے لیے سوار ہوتے تو دعائیں دیتا اور ایسی ایسی باتیں کرتا جن سے آپؑ کو نفرت ہوتی اور آپؑ ان کو ناپسند کرتے۔

اس دن تو وہ شخص پیچھے ہی پڑا رہا یہاں تک کہ آپؑ ایسی جگہ پہونچے جہاں سے راستہ دو طرف جاتا۔ ایک راستہ سواریوں کی کثرت کی وجہ سے اس شخص کو تنگ نظر آیا تو وہ دوسرے راستے پر چل دیا تاکہ اس طرح آگے بڑھ کر پھر آپؑ سے جا ملے۔

جب وہ اس راستے پر چلا گیا تو آپؑ نے اپنے خادم سے فرمایا: جاؤ اس شخص کو کفن پہنا آؤ۔

خادم اُس شخص کے پیچھے چلا۔ اور ادھر آپؑ بازار تک پہونچ گئے اور اُدھر وہ شخص گلی کے دروازے سے نکلا تاکہ آپؑ سے آکر مل جائے کہ ایک جگہ ایک خچّر بندھا ہوا تھا، اس نے اس کو ایسی لات ماری کہ وہیں مر گیا۔ خادم وہیں ٹھہر گیا اور آپؑ کے حکم کے بموجب اس کو کفن دیا۔ اور ہم لوگ آپؑ کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔ (مناقب جلد ۴ صفحہ ۴۳)

دیگر • علی بن یزید المعروف بہ ابن رمش سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میرا لڑکا احمد بیمار ہوا میں نے حضرت ابو محمد علیہ السلام کو خط لکھا اور اس میں دعا کی درخواست کی۔

اُدھر سے جواب آیا "او ما علم ان لکلّ اجل کتٰب" کیا نہیں معلوم کہ ہر ایک کے لیے ایک مدّت تحریر ہے۔

چنانچہ میرا لڑکا مر گیا۔ (مختار الخرائج، کشف الغمہ اردبیلی جلد ۳ صفحہ ۲۱۰)

دیگر • ابو سلیمان محمودی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو ایک عریضہ میں تحریر کیا، مولا! دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے لڑکا عطا فرمادے۔ (تاکہ نسل آگے بڑھے)

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا، اللہ تمھیں لڑکا عطا فرمائے گا، مگر تمھیں اس کے لیے صبر بھی کرنا ہوگا۔

چنانچہ میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا اور مر گیا۔

کشف الغمہ اردبیلی جلد ۳ صفحہ ۲۱۰

دیگر • اسحٰق بن اقرع کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں خط ارسال کیا، اس میں تحریر کیا کہ آپؑ میری آنکھ کے درد کے لیے دعا فرمائیں۔ اس لیے کہ میری ایک آنکھ تو بیکار ہو ہی گئی تھی، اب دوسری میں بھی تکلیف شروع ہو گئی۔

آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا، اللہ نے تیری آنکھ روک دی۔

چنانچہ۔ وہ صحیح ہو گئی۔ اللہ نے اسے خراب ہونے سے بچالیا۔

خط کے آخر میں آپؑ نے تحریر فرمایا کہ اللہ تجھے اجرِ جزیل اور صبرِ جمیل کرامت فرمائے

مجھے بڑی فکر دامن گیر ہوئی کہ میرے اہلِ خاندان میں سے کون مر گیا، جس کی تعزیت آپؑ ادا فرما رہے ہیں۔ مگر کچھ دنوں بعد مجھے میرے لڑکے طیّب کی موت کی خبر ملی۔ میں سمجھ گیا کہ آپؑ نے اسی کی تعزیت ادا کی تھی۔ (مناقب جلد ۴ صہ ۴۳۲)

(۳۲) مستقبل کا علم

شاہویہ بن عبدربہ کا بیان ہے کہ میرا بھائی صالح قید میں تھا۔ میں نے حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور اس میں مختلف مسائل دریافت کیے۔

آپؑ نے ان سب کے جواب دیے اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ جس دن میرا یہ خط تمہارے پاس پہونچے گا اُس دن تمہارا بھائی قید سے رہائی پائے گا تم مجھ سے اس کے متعلق پوچھنا چاہتے تھے مگر بھول گئے تھے۔ اس لیے لکھ رہا ہوں۔

ابھی میں آپؑ کا یہ خط پڑھ ہی رہا تھا کہ بہت سے لوگ آپہونچے اور مجھے میرے بھائی کی رہائی کی خوشخبری دینے لگے۔ میں بھی پہونچ کر اپنے بھائی سے ملا اور اس کو آپؑ کا یہ خط پڑھ کر سُنایا۔

(مناقب جلد ۴ صہ ۴۳۸)

(۳۳) مِشکوٰۃ سے مراد قلب حضرت محمّدؐ ہے

محمد بن دریاب رقاشی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھا اور اس میں دریافت کیا کہ قرآن مجید کی آیت مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ میں مشکوٰۃ سے کیا مراد ہے۔؟

پھر یہ بھی تحریر کیا کہ میری زوجہ کے لیے دعا فرمائیں وہ حاملہ ہے۔ نیز دعا فرمائیں کہ

فرزند پیدا ہو نیز آپؑ اس مولود کا نام بھی تجویز فرما دیں۔
آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ مِشکٰوۃ سے مراد قلبِ محمدؐ ہے۔
مگر آپؑ نے میری زوجہ کے متعلق کچھ نہ لکھا، بلکہ آخر میں یہ تحریر فرمایا کہ خدا تجھے صبر دے۔ اور تجھے خلف (فرزند سعادتمند) عطا فرمائے۔
پس، زوجہ کے مردہ لڑکا پیدا ہوا، اس کے بعد جب حاملہ ہوئی تو لڑکا پیدا ہوا۔
(کشف الغمہ جلد ۳ صـ۳۱۱)

(۳۴) ـــ کنیز کی موت کا علم

علی بن زید بن علی بن الحسین بن زید بن علی سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جب حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السلام دار العامّہ سے اپنے گھر تشریف لیجانے لگے تو میں آپؑ کے ساتھ ہو لیا، اور آپؑ کو آپؑ کے گھر تک پہونچا کر واپس ہونے لگا:
آپؑ نے فرمایا، ذرا ٹھہرو!
آپؑ اندر داخل ہوئے، مجھے بھی گھر کے اندر بلا لیا اور دو سو دینار عطا کیے۔
پھر فرمایا: تمھاری کنیز تو مر گئی، اب دوسری کنیز کے لیے قیمت لیتے جاؤ۔
حالانکہ جب میں اپنے گھر سے چلا تھا تو وہ بالکل صحیح و سلامت تھی۔ غرض جب میں اپنے گھر پہونچا تو میرے غلام نے اطّلاع دی کہ آپ کی فلاں کنیز ابھی ابھی مر گئی۔
میں نے پوچھا، کیا بات ہوئی، کیسے مر گئی؟
اُس نے کہا، وہ پانی پینے لگی، پانی گلے میں اٹکا اور اُس کا دم نکل گیا۔
(مناقب جلد ۴ صـ۴۳۱، مختار الخرائج صـ۲۱۴)

(۳۵) ـــ عروہ بن یحییٰ کیلئے بد دُعا

علی بن سلیمان بن رشید عطار بغدادی سے روایت ہے کہ حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السلام نے عروہ بن یحییٰ پر لعنت کی تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السلام کا ایک خزانہ (توشہ خانہ) تھا۔ وہ عروہ بن یحییٰ کے سپرد کیا گیا۔ اس نے اس خزانے میں سے بہت سی چیزیں اپنے لیے نکال لیں اور بقیّہ میں حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السلام کو گزند پہونچانے کے لیے آگ لگا دی۔ آپؑ نے اس پر لعنت کی اور اس کے لیے بد دعا بھی فرمائی، اور اس بد دعا کو ابھی

ایک دن اور ایک رات بھی نہیں گذرے تھے کہ اللہ نے اس کو واصل جہنم کیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں اسی رات اللہ سے بددعاء کے لیے اس اس طرح بیٹھا اور ابھی سپیدۂ سحری بھی نمودار نہیں ہوا تھا اور نہ ابھی میرے خزانے میں لگی ہوئی آگ بجھی تھی کہ اللہ نے عروہ بن یحییٰ کو قتل کرادیا۔ اللہ اس پر لعنت کرے۔ (رجال کشی ص ۴۸۰)

(۳۶) زبیری کیلئے بددعاء

دلائلِ حمیری میں محمد بن علی صیمری سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں ابو احمد عبید اللہ بن عبد اللہ کے پاس پہونچا اس کے سامنے حضرت ابو محمد علیہ السلام کا ایک خط رکھا ہوا تھا جس میں تحریر تھا کہ میں نے اس سرکش یعنی زبیری کے لیے اللہ سے بددعاء کردی ہے۔ وہ تین دن بعد مبتلائے عذاب ہوجائے گا۔

چنانچہ تین دن بعد اس کے ساتھ جو ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔

(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۹۵)

(۳۷) ابنِ ہلال سے اظہارِ برأت کا اعلان

محمد بن یعقوب کا بیان ہے کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کا ایک طویل خط عمری کے نام موصول ہوا جس میں یہ بھی تحریر تھا کہ میں ابنِ ہلال لعنۃ اللہ علیہ سے اپنی برأت کا اظہار کرتا ہوں، بلکہ اس شخص سے بھی برأت کا اظہار کرتا ہوں جو ابنِ ہلال سے برأت کا اظہار نہ کرے۔ لہٰذا اسحاق اور اس کے اہلِ شہر کو وہ سب کچھ بتادو جو میں نے اس شخصِ فاجر کے متعلق نہیں بتایا ہے بلکہ ہر اس شخص کو بتاؤ جو تم سے اس شخص فاجر کے متعلق دریافت کرے۔

(غیبتہ طوسی ص ۲۲۸)

بحار الانوار

باب ٦

تفاسیرِ آیاتِ قرآنی

اقوالِ زرّیں اور احکامات

ANSAR

(۱) — اپنے کام سے کام رکھو

ابو ہاشم جعفری نے داؤد بن اسود سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میرے مولا حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السلام نے مجھے بلایا، ایک لمبی گول لکڑی دی جیسے دروازے کی چوکھٹ ہو۔

پھر فرمایا، اسے لیجاؤ، عمری کو دے آؤ۔

میں لیکر چلا۔ ابھی راستے ہی میں تھا کہ میرے سامنے ایک سقا، اپنے خچّر کے ساتھ آگیا۔ خچّر مجھ پر چڑھا آرہا تھا۔

سقے نے آواز دی کہ خچّر سے بچو ہٹو۔

میں نے وہی لکڑی جو میرے پاس تھی اٹھائی اور خچّر کو ماردی وہ لکڑی پھٹ گئی۔ میں نے غور سے دیکھا تو اس لکڑی میں کچھ تحریریں تھیں۔ میں نے جلدی جلدی لکڑی کو اپنے دامن میں سمیٹا اور وہ سقا، پکار پکار کر مجھے اور میرے مالک کو گالیاں دیتا رہا۔

جب میں یہ سب سمیٹے ہوئے آپؑ کے گھر پہونچا تو عیسیٰ خادم مجھے دوسرے دروازے پر ملا، اور بولا: آقا کہتے ہیں کہ تم نے خچّر کو کیوں مارا جس سے لکڑی ٹوٹ گئی۔؟

میں نے عرض کیا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ اس لکڑی میں کیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، تم نے ایسا کام ہی کیوں کیا جس کی تمھیں معذرت کرنی پڑی۔ دیکھو! اب ایسا نہ کرنا۔ اور یاد رکھو! جب سنو کہ کوئی ہمیں گالی دے رہا ہے تو تم وہاں سے اپنا راستہ ہی بدل دو، اور جہاں تمھیں بھیجا گیا ہے وہاں جاؤ۔ جو ہمیں گالی دے رہا ہو، اُس سے دست و گریباں نہ ہو، اور اُسے یہ نہ بتاؤ کہ تم کون ہو، اس لیے کہ ہم ایک بُرے شہر اور بُری آبادی میں ہیں۔ اچھا اب جہاں جا رہے تھے جاؤ اور یہ جان لو کہ تمھاری خبریں اور تمھارے حالات سب ہمارے سامنے پیش ہوا کرتے ہیں۔

(مناقب جلد ۴ ص ۴۲۷ - ۴۲۸)

(۲) = واقفیوں سے ترکِ موالات کرو

احمد بن محمد بن مطہرؒ سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ اہلِ جبل میں سے ہمارے بعض اصحاب نے حضرت ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھ کر ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو حضرت امام موسیٰؑ بن جعفر صادقؑ کی امامت پر آ کر توقّف کرتا تھا (یعنی اُن کے بعد کے ائمہؑ کا قائل نہ تھا) کہ کیا اس سے تولّا رکھا جائے یا اس سے تبرّا کیا جائے؟

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا۔ کیا تم اپنے چچا کے لیے رحمت کی دعاء کرو گے؟ اللہ تمھارے چچا پر رحم نہ کرے گا' اس سے تبرّاء کرو، میں ان (واقفیوں) سے بَری ہوں اِن سے میل ملاپ نہ رکھو' ان کے بیماروں کی عیادت کو نہ جاؤ' ان کے جنازوں میں شریک نہ ہو اور اگر ان میں سے کوئی مر جائے تو ان کی نمازِ جنازہ کبھی نہ پڑھو۔ خواہ ان میں سے کوئی ایسا ہو جو ایسے امام سے انکار کرتا ہو جس کی امامت اللہ کی جانب سے ہے' یا اماموں کی فہرست میں کسی ایسے امام کا اضافہ کرے جو من جانب اللہ امام نہ ہو۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی اللہ سے انکار کرے یا اس کو تین میں سے ایک سمجھے' دونوں برابر ہے۔

یاد رہے کہ جس نے ہمارے آخر کی امامت سے انکار کیا' اس نے گویا پہلے کی امامت سے بھی انکار کر دیا' اور جس نے ہم ائمہؑ کے ساتھ کسی اور کا اضافہ کیا وہ گویا ہم سب کی امامت کا منکر ہے۔

اور وہ سائل نہیں جانتا تھا کہ اُس کا چچا بھی واقفیوں میں سے تھا۔ آپؑ کے اس خط سے اس کو معلوم ہوا۔ (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۳۱۲)

(۳) = انگلی کے اشارے سے ہدایت

کتاب الدلائل میں محمد بن ربیع شیبانی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مقام اہواز میں مجھ سے اور ایک مردِ ثنویہ سے مناظرہ ہوا۔ اس کے بعد میں سر من رائے آیا مگر میرے دل میں اس مردِ ثنویہ کی کچھ باتیں کھٹک رہی تھیں، میں احمد بن خضیب کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام دربارِ عام سے نکل کر ادھر سے گذرے آپؑ نے میری طرف دیکھا اور اپنی انگشتِ سبابہ (کلمہ کی انگلی) سے اشارہ کیا کہ "ایک' ایک' یعنی اللہ کو ایک سمجھو" دیکھ کر میں غش کھا کر گر پڑا (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۳۰۵)

۴ = ایک دوستدار کو دُعاء کی تعلیم

ابوہاشم سے روایت ہے کہ آپؑ کے دوستداروں میں سے کسی نے آپؑ سے درخواست کی کہ آپؑ کوئی دُعاء تعلیم فرمادیں۔

آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ یہ دُعاء پڑھا کرو۔

یَا اَسْمَعَ السَّامِعِیْنَ یَا اَبْصَرَ الْمُبْصِرِیْنَ یَا عَزَّ النَّاظِرِیْنَ یَا اَسْرَعَ الْحَاسِبِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یَا اَحْکَمَ الْحَاکِمِیْنَ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَوْسِعْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ وَمُدَّ لِیْ فِیْ عُمْرِیْ وَامْنُنْ عَلَیَّ بِرَحْمَتِكَ وَاجْعَلْنِیْ مِمَّنْ تَنْتَصِرُ بِهٖ دِیْنَكَ وَلَا تَسْتَبْدِلْ لِیْ غَیْرِیْ •

ترجمہ :" اے سُننے والوں میں سب سے زیادہ سُننے والے، اے دیکھنے والوں میں سب سے زیادہ دیکھنے والے، اے ناظرین میں سب سے زیادہ معزز اے حساب کرنے والوں میں سب سے جلد حساب کرنے والے، اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے، اے فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ! تو اپنی رحمتیں نازل فرما محمدؐ و آلِ محمدؐ پر اور میرے لیے رزق میں وسعت عطا فرما، میری عمر میں اضافہ فرما اور مجھے اپنی رحمت کا واسطہ مجھ پر کرم و احسان فرما، مجھے ان لوگوں میں قرار دے جن سے تیرے دین میں مدد لیجاتی ہے ۔ میرے بدلے میرے غیر کو ان میں قرار نہ دے ۔"

۵ = حزب اللہ میں کس کا شمار ہوگا

ابوہاشم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے دل میں کہا، پروردگارا ! تو مجھے اپنے گروہ اور اپنے حصے میں قرار دے ۔

آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، ہاں، اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو، اُس کے رسولؐ کی رسالت کی تصدیق کرتے ہو، اس کے اولیاء کی معرفت رکھتے ہو، ان کا اتباع کرتے ہو تو تمھیں بشارت ہو کہ تم اللہ کے گروہ اور اس کے حصے میں شامل ہو ۔

(کشف الغمہ جلد۳ ص ۲۹۹)

• محمد بن حسن بن شمون سے روایت ہے ۔ اُس کا بیان ہے کہ میں اپنے فقر و تنگدستی

سے بہت نالاں تھا۔ اس کی شکایت حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السّلام سے کی مگر دل میں کہا (کیوں غم کرتا ہے) کیا حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ "ہمارے ساتھ رہ کر تنگدستی، دوسروں کے ساتھ رہ کر دولتمندی سے زیادہ بہتر ہے اور ہمارے ساتھ رہ کر قتل ہو جانا، ہمارے دشمنوں کے ساتھ رہ کر زندہ رہنے سے کہیں بہتر ہے۔"

۶ — فقر سے گناہ معاف ہوتے ہیں

میرے خط کے جواب میں آپؑ نے تحریر فرمایا، سنو! جب ہمارے دوستداروں کے گناہ بہت ہو جاتے ہیں تو پھر اللہ انھیں فقر و تنگدستی میں مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اُن کے اکثر گناہ معاف کر دیے جائیں، اور جیسا کہ تمھارے دل نے خود کہدیا تھا کہ ہم لوگوں کے ساتھ رہ کر فقر، اور ہمارے دشمنوں کے ساتھ رہ کر دولتمندی سے کہیں بہتر ہے۔ ہم ان لوگوں کے لیے جائے پناہ ہیں جو ہم سے پناہ چاہے۔ ہم ان لوگوں کے لیے نور و روشنی ہیں جو دیکھنا چاہے ان لوگوں کے محافظ ہیں جو ہم سے حفاظت چاہے۔ جس نے ہم سے محبت کی وہ ہمارے ساتھ سنامِ اعلیٰ میں ہوگا، جو ہم سے منحرف ہوا اس کا راستہ جہنم کی طرف ہوگا۔ (کشف الغمہ جلد۳ صـ۲۹۹ مناقب جلد۴ صـ۴۳۵)

- رجال کشی میں بھی محمد بن حسن بن شمّون سے یہی روایت ہے

(رجال کشی صـ۴۴۸ ۔ مناقب جلد۴ صـ۴۳۵)

۷ — شرکِ خفی

سعد نے ابو ہاشم جعفری سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السّلام کو فرماتے ہوئے سنا:

آپؑ نے فرمایا، اُن گناہوں میں سے جو بخشے نہ جائیں گے ایک گناہ یہ بھی ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ کاش مجھ سے اس گناہ کے سوا کسی اور گناہ کا مواخذہ نہ ہوتا۔

'میں نے اپنے دل میں کہا، یہ بات تو مشکل ہے یعنی ہر آدمی کو چاہیے کہ وہ خود سے اپنے تمام امور کا جائزہ لیتا رہے'

میرے دل میں یہ بات آتے ہی آپؑ میری طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا، اے ابو ہاشم! تم صحیح سوچ رہے ہو اور جو کچھ سوچ رہے ہو اس پر کاربند ہو جاؤ کیونکہ شرک انسان کے اندر اس سے بھی زیادہ مخفی چلتا ہے جتنی کوئی چیونٹی کسی سیاہ پتھر پر اندھیری رات میں چلتی ہو۔ (غیبۃ الشیخ صـ۱۳۳)

- کشف الغمہ میں دلائلِ حمیری سے یہی روایت مرقوم ہے۔ (کشف الغمہ جلد۳ صـ۲۹۸)

۷ — حکمِ تقیّہ

محمد بن عبدالعزیز بلخی کا بیان ہے کہ میں ایک دن صبح کو اٹھا اور جاکر شارعِ غنم پر بیٹھ گیا، اتنے میں حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السّلام دربارِ عام میں جانے کے لیے اپنے گھر سے آتے ہوئے نظر آئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں باوازِ بلند پکار پکار کر یہ کہوں کہ لوگو! یہ حجّتِ خدا ہیں انھیں پہچانو۔ تو کیا یہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے؟

مگر جب آپؑ میرے قریب آئے تو آپؑ نے اپنے کلمہ کی انگلی اپنے لبوں پر رکھی اور اشارہ کیا کہ خاموش رہو۔

پھر میں نے شب کے وقت آپؑ کو خواب میں دیکھا کہ آپؑ فرما رہے ہیں کہ اس وقت دو ہی صورتیں تھیں، یا اپنے اعتقاد کو چھپائے رکھنا یا قتل ہو جانا۔ لہٰذا اللہ سے ڈرو اپنی جان بچاؤ۔

(کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۳۰۲)

- مختار الخرائج میں بھی محمد بن عبدالعزیز کی یہی روایت مرقوم ہے (مختار الخرائج صـ ۲۱۵)

۸ — جائز نفع؟ (مسئلہ خرید و فروخت)

ابوہاشم کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ میں حجاج بن سفیان عبدی کو اپنے ساتھ حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری ؑ کی خدمت میں لے گیا۔ اُس نے آپؑ سے خرید و فروخت کے مسائل دریافت کیے اور کہا جب میں لوگوں کے ہاتھ کوئی شے فروخت کرتا ہوں تو کبھی کبھی قیمت اتنی گھٹا دیتا ہوں کہ اصل قیمت کے برابر ہو جاتی ہے

آپؑ نے فرمایا، کوئی حرج نہیں، اگر ایک دینار کی چیز دو دینار میں بھی فروخت کی جائے تب بھی صحیح ہے۔

میں نے اپنے دل میں کہا، پھر یہ تو سود خوروں کے مشابہ ہو گیا۔

میرے ذہن میں یہ بات آئی ہی تھی کہ آپؑ میری طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا، وہ حرام نفع اور ہے جو تمھارے ذہن میں ہے۔ اگر نفع حد سے زیادہ ہو اور اسے گھٹا کر ایک دینار کی چیز دو دینار میں بھی دی جائے تو حرج نہیں ہے۔ (مختار الخرائج صـ ۲۳۹)

۹ — تعویذ برائے نوبتی بخار

حسن بن ظریف سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ دو مسئلے میرے دل میں

خلجان برپا کیے ہوئے تھے۔ ارادہ ہوا کہ بذریعہ خط اس کے متعلق حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام سے معلوم کروں۔ لہٰذا میں نے خط لکھا اور آپؑ سے دریافت کیا۔ یہ فرمائیں کہ جب حضرت قائم آلِ محمدؑ ظہور فرمائیں گے تو وہ اجلاس کہاں کریں گے اور مقدمات کے فیصلوں کی بنیاد کس پر رکھیں گے؟

اور یہ بھی ارادہ تھا کہ باری کے ساتھ ہر چوتھے روز کے بخار کے لیے کوئی تعویذ آپؑ سے مانگوں گا۔ مگر اس بخار کے متعلق میں اپنے خط میں لکھنا بھول گیا۔ اور خط روانہ کر دیا۔

وہاں سے جواب آیا کہ تم نے حضرت قائم آلِ محمدؑ کے متعلق دریافت کیا ہے۔ تو وہ لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح اپنے علم کی بنیاد کریں گے۔ طرفین سے دلیل و گواہ نہیں طلب کریں گے۔

نیز تمہارا ارادہ یہ تھا کہ چوتھیا بخار کے لیے کوئی تعویذ مانگو۔ مگر تم لکھنا بھول گئے خیر کوئی بات نہیں جس کو چوتھیا بخار آرہا ہو اس کے گلے میں ایک پرچہ پر یہ آیت لکھ کر لٹکا دو

"یَا نَارُ کُونِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ"

میں نے یہ آیت ایک پرچے پر لکھ کر مریض کے گلے میں لٹکا دی اور وہ اچھا ہو گیا۔

(مناقب جلد ۴ صـ ۴۳۱، مختار الجرائح)

- اعلام الورٰی۔ ارشاد اور کافی میں حسن بن ظریف کی یہی روایت مرقوم ہے

(اعلام الورٰی صـ ۳۵۷، ارشاد صـ ۳۲۳، کافی جلد ۱ صـ ۵۰۹)

(۱۰) ــ تم لوگ ہمت کرو دشمن کیلئے کافی

علی بن حسین بن فضل سے روایت ہے،

اُن کا بیان ہے کہ آلِ جعفر طیار میں سے ایک جعفری پر ایک خلقِ کثیر نے یلغار کر دی۔ اُس نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھا۔

آپؑ نے جواب میں تحریر کیا انشاء اللہ تم لوگ اُن کے لیے کافی ہو فکر نہ کرو۔

مخالف مجمع بیس ہزار سے زیادہ تھا۔ یہ لوگ ایک ہزار سے بھی کم تھے ہمت کر کے مقابلے پر نکلے اور سب کا استیصال کر دیا۔

(۱۱) ــ لوگوں کے تین طبقے ہیں

قاسم ہروی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ بنی اسباط کے ایک شخص کے

پاس حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کا ایک خط آیا۔ اُس شخص کا بیان ہے کہ میں نے اُن جناب کو خط لکھا تھا کہ آپؑ کے شیعوں اور موالیوں میں بڑا اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ آپؑ اپنی امامت کی کوئی واضح دلیل، کوئی معجزہ ظاہر فرما دیں۔

آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بھی صاحبانِ عقل کو خطاب کرتا ہے اور سنو! کائنات میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو حضرت خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بڑھ کر دلائل و معجزات پیش کرے، مگر اس کے باوجود لوگوں نے اُن کو بھی ساحر، کاہن اور کاذب کہا، تاہم ان ہی میں سے اللہ نے جس کو ہدایت دینی چاہی اس نے ہدایت بھی پائی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ دلائل و معجزات سے اکثر لوگوں کی تسکین ہو جاتی ہے۔ مگر یہاں تو صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب ہمیں حکم دیتا ہے کہ بولو۔ تب ہم لوگ بولتے ہیں جب حکم دیتا ہے کہ خاموش رہو تو خاموش رہتے ہیں۔

اور اگر اللہ حق کو ظاہر نہ کرنا چاہتا، تو اتنے سارے انبیاء کو بشیر و نذیر بنا کر نہ بھیجتا۔ چنانچہ یہ لوگ خواہ بحالت ضعف ہوں، خواہ بحالتِ قوّت، ہر حال میں حق پیش کرتے رہے، تاکہ امرِ الٰہی کی تکمیل اور حکمِ خداوندی کا نفاذ ہو جائے۔

لوگ اس دنیا میں مختلف طبقوں کے ہیں۔ ایک طبقہ وہ ہے جو ہمیشہ نجات کے راستے پر نگاہ رکھتا ہے، حق سے متمسک اور اس کی جڑ سے نکلی ہوئی شاخ سے متعلق رہتا ہے اس میں نہ کبھی شک کرتا ہے اور نہ ریب، بس اسی کو اپنا ملجا، و ماویٰ سمجھتا ہے۔

دوسرا طبقہ وہ ہے جس نے حق کو کبھی اس کے اہل سے نہیں لیا۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی دریا میں اس کشتی پر سوار ہو جس کا کوئی ناخدا (کشتی چلانے والا) نہ ہو۔ دریا متحرک ہو تو وہ بھی متحرک ہو جاتا ہے اور دریا ساکن ہو جائے تو وہ بھی ساکن۔

تیسرا طبقہ وہ ہے جس پر شیطان کا تسلط ہے۔ ان کا کام اہلِ حق کی رد اور مخالفت کرنا ہے، اپنے دلی بغض و حسد کی بِنا، پر باطل کے ذریعے سے لوگوں کو حق سے ہٹانا چاہتا ہے، مگر چھوڑو! یہ نہ دیکھو کہ کون دائیں جانب گیا اور کون بائیں جانب، اس لیے کہ جب چرواہا اپنی منتشر بھیڑوں کو مجتمع کرنا چاہتا ہے تو بہت آسانی سے یکجا کر لیتا ہے۔

تم نے اپنے خط میں ہمارے شیعوں اور موالیوں کے اندر اختلاف کا تذکرہ کیا ہے تو جب وصیّت اور اولادِ اکبر ہونا ہی معیارِ امامت ٹھہرا، تو پھر اب ریب و شک کی کیا گنجائش ہے جو فیصلہ کرنے والا فیصلہ کرنے بیٹھے گا، وہ خود بہترین فیصلہ کرے گا۔ جو تم سے ہدایت کا طالب ہو اس کی بہترین ہدایت کرو۔ اشاعت اور طلبِ ریاست سے دور رہو، یہ دونوں چیزیں

باعثِ ہلاکت ہیں۔
تم نے یہ بھی لکھا ہے کہ تم فارس جانا چاہتے ہو، جاؤ اللہ تمھاری مدد کرے گا مصر جاؤ گے انشاء اللہ امن وسکون پاؤ گے۔ میرے موالی اور شیعوں میں سے جس پر تمھیں وثوق ہو اس کو میرا اسلام پہونچا دینا، اُنھیں خوفِ خدا اور ادائے امانت کا حکم دینا اور انھیں بتا دینا کہ ہمارے خلاف پروپیگنڈا کرنا درحقیقت ہم سے جنگ کے مترادف ہے۔
راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے آپؑ کے خط میں یہ پڑھا کہ "فدخل مصر انشاء اللہ امناً" تو میں سمجھ نہ سکا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔
الغرض میں بغداد گیا، ارادہ تھا کہ وہاں سے فارس چلا جاؤں گا مگر اس کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی، اور مجھے مصر جانا پڑا۔ (کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۲۹۳)

• مختار الخرائج میں بھی ابو القاسم ہروی کی یہی روایت مرقوم ہے۔
(مختار الخرائج صـ ۲۹۱)

(۱۲) — حدیث من کنت مولاہ کا مطلب

حسین بن طریف سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھ کر دریافت کیا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول یعنی حدیث "من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ" کا کیا مطلب ہے۔
آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ جب مسلمانوں میں فرقہ بندی اور گروہ بندی ہو تو حضرت علی علیہ السلام الٰہی گروہ کی علامت قرار پائیں۔
(کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۳۰۳)

(۱۳) — قرآنی آیت میں ولیجة سے مراد

سفیان بن محمد ضبعی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام سے خط لکھ کر یہ دریافت کیا کہ اللہ تعالےٰ کے اس قول میں "وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً" (سورہ توبہ آیت ۱۵)
میں ولیجة سے کیا مراد ہے۔؟ نیز میں نے اپنے دل میں کہا، کاش یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہاں مومنین سے کون لوگ مراد ہیں۔
آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ ولیجة ولیٔ امر کا نائب ہوتا ہے۔ اور تمھارے

دل میں یہ سوال بھی تھا کہ مومنین سے اس جگہ کون لوگ مراد ہیں؟ تو وہ ائمۂ طاہرین ہیں جو اللہ پر ایمان لائے ہیں اور وہ ہم (ائمہ) ہیں۔ (مناقب جلد ۴ صـ ۴۲۲)

(۱۴) = آیۂ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ کی تفسیر

روایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ ابوہاشم نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام سے مندرجۂ ذیل آیت کی تفسیر دریافت کی: "ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ" (سورہ فاطر آیت ۳۲)

ترجمہ: (پھر ہم نے جنھیں اپنے بندوں میں سے منتخب کرلیا، اُنھیں کتاب کا وارث بنادیا۔ پس اُن میں سے کچھ تو اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور کچھ میانہ رَو ہیں۔ اور کچھ اللہ کے حکم سے نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں۔)

آپؑ نے فرمایا اس آیت میں ظالم لنفسہ سے مراد وہ ہیں جو امام کا اقرار نہیں کرتے۔ مقتصد سے وہ مراد ہیں جو امام کی معرفت رکھتے ہیں اور سابق بالخیرات سے مراد خود امام ہیں۔

یہ سن کر میں اپنے دل میں سوچنے لگا کہ یہ بڑی چیز ہے جو آلِ محمدؐ کو اللہ نے عطا کی ہے! اور یہ سوچ کر میں رونے لگا۔

آپؑ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا، سنو! آلِ محمدؐ کی عظمتِ شان جو تمھارے ذہن میں ہے اس سے ایک بڑی چیز ہے اور وہ یہ کہ تم اللہ کا شکر ادا کرو اُس نے تمھیں آلِ محمدؐ کے دامن سے متمسک رہنے کی توفیق عطا فرمائی۔ قیامت کے دن جب تمام لوگ اپنے اپنے امام و سردار کے ساتھ بُلائے جائیں گے تو تم آلِ محمدؐ کے ساتھ بلائے جاؤ گے۔ تمھارا انجام بخیر ہے۔ (مختار الخرائج صـ ۲۳۹)

(۱۵) = اللہ کی عفو و بخشش کا مطلب (تفسیر آیت)

ابو ہاشم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت

اس قدر عفو سے کام لے گا کہ اُس کا عفو بندوں پر محیط ہو جائے گا اور یہ دیکھ کر مشرک بھی کہنے لگیں گے کہ "وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ (سورۃ الانعام آیت ۲۳)
(ہمارا رب بھی اللہ ہی ہے، ہم مشرک نہیں ہیں)

یہ سن کر مجھے ایک واقعہ یاد آیا کہ ہمارے اصحاب میں سے مکّہ کے باشندے نے یہ بات کہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی قرأت فرمائی ہے کہ:
"اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا (سورۃ الزمر آیت ۵۳)
یعنی "اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا۔) مگر سوال یہ ہے کہ وہ شخص جس نے شرک اختیار کیا ہے اس کا کیا ہو گا۔؟

یہ سن کر میں نے اس کی یہ بات ناپسند کی اور اسے ڈانٹا تھا۔

ابھی میں اپنے دل میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری ع نے میری طرف دیکھا اور اس آیت کی تلاوت فرمائی: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (سورۃ النساء آیت ۴۸)
ترجمہ (بیشک اللہ مشرک کو معاف نہیں کرے گا، اس کے علاوہ جس کو چاہے گا معاف کر دے گا۔)

واقعاً اس شخص نے تم سے کتنی غلط بات کہی تھی۔ (مختار الخرائج صـ ۲۳۹)

(۱۶) = (آیۃ) لِلّٰهِ الْاَمْرُ کی تفسیر (علم مافی الضمیر)

ابو ہاشم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ محمد بن صالح نے حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی "لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ (سورہ روم آیت ۴)
ترجمہ: (اللہ ہی کا حکم ہے اوّل و آخر)

آپ نے فرمایا کہ حکم دینے سے پہلے بھی اس کو اختیار ہے کہ حکم دے یا نہ دے اور حکم دینے کے بعد بھی اُس کو اختیار ہے کہ اُسے باقی رکھے یا منسوخ کر دے۔

یہ سن کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دوسرے مقام پر بھی ارشاد ہے "اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ"
(سورۂ الاعراف آیت ۵۴)
ترجمہ: (آگاہ ہو جاؤ اسی کے لیے خلق ہے اور اسی کے لیے امر ہے پاک ہے اللہ رب العالمین)

میرے دل میں یہ آیت آتے ہی آپؑ میری طرف متوجّہ ہوئے، اور فرمایا: "جو کچھ تمھارے دل میں آیا وہ صحیح ہے۔ "اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبَارَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۔"

میں نے عرض کیا" میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ حجتِ خدا ہیں اس کی مخلوق میں۔

(مختار الخرائج ص ۲۳۹)

(۱۷) ـــ (آیۃ) یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ کی تفسیر (علم ما فی الضمیر)

ابو ہاشم کا بیان ہے

کہ ایک مرتبہ محمد بن صالح نے حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السّلام سے آیۃ ...

" یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتٰبِ (سورۃ الرعد آیت ۳۹)

ترجمہ (اللہ جسے چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اور اُسی کے پاس اُم الکتاب ہے۔)

کی تفسیر پوچھی، اور کہا، اللہ اپنی کتاب سے اسی چیز کا نام تو مٹاتا ہے جو ہو چکی اور اسی چیز کا نام ثابت رکھتا ہے جو ابھی نہیں ہوئی ہے ؟

یہ سن کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہشام بن حکم اس قول کے خلاف ہے، کہ جبتک کوئی شے پیدا نہ ہو جائے، وہ اس کا علم نہیں رکھتا۔

میرے دل میں یہ بات ابھی آئی ہی تھی کہ آپؑ نے مجھے دیکھا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ جبّار و حاکم و عالم ہے، وہ چیزوں کے پیدا ہونے سے پہلے اس کا علم رکھتا ہے۔

یہ سن کر میں نے کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ حجّتِ خدا ہیں۔ (آپؑ کو میرے دل کی بات کا علم ہو گیا۔)

(مختار الخرائج ص ۲۳۹)

(۱۸) ـــ قرآن مجید مخلوق ہے (علم ما فی الضمیر)

ابو ہاشم کا بیان ہے

کہ ایک مرتبہ میں سوچ رہا تھا کہ معلوم نہیں قرآن مجید مخلوق ہے یا غیر مخلوق ..؟

آپؑ نے فرمایا: اے ابو ہاشم! سنو، خدا خالق ہے اور اس کے سوا جتنی چیزیں ہیں وہ سب مخلوق ہیں۔

(مناقب جلد ۴ ص ۴۳۶)

آپ کے خطوط

(۱۹) ـــ اہلِ قُم واہلِ آبہ کے نام

حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام نے اہلِ قُم اور اہلِ آبہ کو ایک خط میں تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر یہ بہت کرم و احسان ہے کہ اُس نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا اور تم لوگوں کو اُن کے قبول کرنے کی توفیق اور اُن سے ہدایت حاصل کرنے کا شرف دیا، اور تمھارے گذشتہ وموجودہ اسلاف رحمۃ اللہ علیہم نے اپنی طویل عمریں اللہ کی اطاعت میں بسر کیں۔ اُن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے عترتِ طاہرہ ہادیہ کی محبت کی شجر کاری کی اور اسی راہِ صدق و صواب پر چلتے ہوئے ان میں بہت سے راہیٔ عدم ہوئے اور اس مقام پر پہونچے جہاں فائز المرام لوگ پہونچتے ہیں، اور وہاں انھیں اُن کے نیک اعمال کا پھل ملا۔

اس کے بعد مسلسل ہم لوگوں کے ارادے مستحکم ہوتے گئے، ہمارے دلوں کو تم لوگوں کے نیک خیالات سے سکون ملتا رہا۔ نیز ہمارے اور تمھارے درمیان ملی اور گتھی ہوئی قرابتیں قوی ہوتی گئیں، اس لیے کہ ہمارے اور تمھارے اسلاف و بزرگ اس کی وصیت اور اس کی ہدایت کر کے گئے تھے۔ چنانچہ یہ اعتقاد مسلسل پختہ اور کامل ہوتا گیا۔ اور آج جو اللہ نے ہمارے درمیان یہ قرب، ہمدردی اور مواسات پیدا کی ہے یہ اُسی کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ عالم (حضرت امام جعفر صادق) علیہ السلام کا ارشاد ہے "ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی بالکل ویسا ہی ہوتا ہے جیسے ایک ماں باپ سے دو سگے بھائی پیدا ہوتے ہیں۔ (مناقب آل ابی طالب جلد۴ ص۴۲۵)

(۲۰) ـــ علی بن حسین بن بابویہ قمی کے نام

حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام نے علی ابن الحسین بن بابویہ قمیؒ کو یہ خط تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں اللہ رب العالمین کی حمد کرتا ہوں، نیک انجام صاحبانِ تقویٰ کا ہے۔ جنت موحدین کے لیے ہے۔ جہنم ملحدین کے لیے ہے۔ اور سوائے ظالموں کے اور کسی پر سزا میں زیادتی نہ ہوگی۔ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے جو احسن الخالقین ہے۔ اس کی بہترین مخلوق محمدؐ اور اُن کی عترتِ طاہرین پر درود ہو۔

تم پر لازم ہے کہ صبر سے کام لو اور عہد فَرَج وکشادگی کا انتظار کرو۔ اور اب جبتک میرا فرزند ظہور نہ کرے گا، جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ وہ زمین کو قسط و عدل سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہوگی۔ اس وقت تک ہمارے شیعہ مسلسل محزون رہیں گے۔

لہٰذا اے میرے شیخ! اے ابوالحسن علی! ہمارے تمام شیعوں کو صبر کی ہدایت کردو، اس لیے کہ یہ زمین خدا کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کا وارث بنائے اور نیک انجام متقی اور پرہیزگاروں کے لیے ہے۔ تم پر اور ہمارے تمام شیعوں پر میری طرف سے سلام ہو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں اور درود ہو محمدؐ اور ان کی آل پر۔

(مناقب صـــ ۴۲۶ - ۴۲۵)

(۲۱) = قاسم بن علاء کے نام

علی بن محمد بن قتیبہ نے احمد بن ابراہیم مراغی سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ حضرت ابومحمد امام حسن عسکری علیہ السلام کا ایک خط قاسم بن علاء، کے پاس آیا جس میں ابن ہلال پر لعن مرقوم تھا۔

اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ آپؑ نے عراق کے اندر اپنے وکیلوں کو تحریر فرمایا کہ اس بناوٹی اور مصنوعی صوفی سے بچ کر رہنا۔

اور احمد بن ہلال کا حال یہ تھا کہ وہ چوّن[۵۴] حج کر چکا تھا جن میں سے بیس[۲۰] حج اُس نے پاپیادہ کیے تھے۔ عراقی راویان حدیث بھی اس سے ملاقات کرتے اور اس کی بیان کردہ حدیث کو لکھ لیا کرتے تھے۔ اس کے متعلق جب مندرجۂ بالا تحریر پہونچی تو لوگوں کو تعجب ہوا، اور قاسم بن علاء پر زور ڈالا کہ ابنِ ہلال کے متعلق امامؑ سے پھر رجوع کریں۔

اُنھوں نے آپؑ سے دریافت کیا۔

آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ اس مصنوعی صوفی، ابنِ ہلال کے متعلق میرا حکم تم کو پہونچ چکا ہے، میں اس کو پہلے ہی سے جانتا ہوں، اللہ نہ اُس پر رحم کرے گا اور نہ اُس کے گناہوں کو معاف کرے گا، نہ اس کو عذاب سے رہائی دے گا۔ وہ ہماری اجازت اور مرضی کے بغیر ہمارے معاملات میں دخیل ہوتا، اور اپنی رائے چلاتا ہے۔ ہم نے اس پر صبر کیا، یہانتک کہ ہماری بددعاء سے اللہ نے اس کی عمر کا سلسلہ منقطع کردیا۔

اور اللہ اُس پر رحم نہ کرے، میں نے تو اس کی زندگی میں ہی اپنے دوستداروں کے ایک گروہ کو اس کے متعلق بتادیا تھا، اور یہ کہہ دیا تھا کہ یہ بات وہ ہمارے مخلص دوستداروں

کو بھی بتا دیں، اور ہم ابنِ ہلال سے (اللہ اس پر رحم نہ کرے) اللہ کی بارگاہ میں اپنی برأت کا اظہار کرتے ہیں، بلکہ اس سے بھی برأت کا اظہار کرتے ہیں جو ابنِ ہلال سے برأت کا اظہار نہ کرے۔

جو بات میں نے تم کو اس فاجر (ابنِ ہلال) کے متعلق بتائی ہے وہ تم اسحاقی اور اُس کے اہلِ خاندان کو بھی بتا دو۔ بلکہ ہر اُس شخص کو بتاؤ جو تم سے ابنِ ہلال کے متعلق دریافت کرے خواہ وہ اس کے اہلِ شہر ہوں خواہ باہر کے۔ نیز اُن لوگوں کو بھی جنھیں تم مطلع کرنے کا اہل سمجھو۔ نیز ہمارے دوستداروں کو ان لوگوں کی باتوں پر شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں جن کے متعلق انھیں معلوم ہے کہ وہ ہمارے نزدیک مُوثّق ہیں، ہم اپنے اسرار اُن کو تفویض کرتے ہیں اور وہ اسرار ہمارے دوستداروں تک پہونچاتے ہیں۔ اور انشاء اللہ اس کے متعلق پھر بتائیں گے۔

ابو حامد کا بیان ہے کہ اس کے باوجود ایک گروہ امام علیہ السلام کی تحریر سے انکار پر اڑا رہا، اور اُنھوں نے خود اس کے متعلق آپؑ سے رجوع کیا۔

آپؑ نے تحریر فرمایا: اس شخص کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے جس کے دل کو اللہ ہدایت کے بعد گمراہ ہونے کے لیے نہیں چھوڑتا اور اسے نعمت ہمیشہ کے لیے دیتا ہے عارضی طور پر نہیں دیتا۔ تم لوگوں کو معلوم ہے کہ دہقان (اللہ اس پر لعنت کرے) کا باوجود خدمت اور طویل صحبت، کیا انجام ہوا۔ اس کے کرتوت کی وجہ سے اللہ نے اس کے ایمان کو کفر سے بدل دیا، اس کو مزید مہلت نہ دی، فوراً مبتلائے عذاب کیا۔ (رجال کشی ص ۴۴۹)

(۲۲) ــــ اسحاق بن اسماعیل کے نام ایک طویل خط

نیشاپور کے بعض ثقات نے بیان کیا ہے کہ اسحاق بن اسماعیل کے نام حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کا ایک خط آیا جس میں تحریر تھا کہ اے اسحاق بن اسماعیل! اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں دونوں کو اپنے دامنِ رحمت کے زیرِ سایہ رکھے اور اپنی قدرت سے تمھارے جمیع امور میں تمھاری مدد کرے۔ اللہ تم پر رحم فرمائے تمھارا خط کاشف بمافیہ ہوا۔ واضح ہو کہ ہم لوگ بحمد اللہ اُس کے کرم سے اہلِ بیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو اپنے دوستداروں پر بہت مہربان ہیں اور جب سُنتے ہیں کہ ان پر اللہ کا فضل و کرم مسلسل ہو رہا ہے تو خوش ہوتے ہیں۔ اور جو نعمتیں اللہ انھیں دیتا ہے، اُن کو شمار کرتے رہتے ہیں۔

تم لوگ اور وہ لوگ جو تمھارے جیسے ہیں جن پر اللہ نے رحم کیا ہے تمھاری جیسی بصیرت رکھتے ہیں، باطل سے کنارہ کش ہیں، نافرمانی اور سرکشی میں اندھے نہیں ہو رہے ہیں، ان پر در حقیقت اللہ نے نعمت تمام کر دی ہے اس لیے کہ تمام نعمت جنت میں داخل ہوتا ہے اور ہر نعمت خواہ وہ بڑی ہو

یا چھوٹی، اس پر ادائے شکر ضروری ہے۔

چنانچہ اللہ نے جو نعمت تم کو دی ہے، تمھیں ہلاکت سے بچایا ہے اور راہِ عقبےٰ کو تمھارے لیے آسان کر دیا ہے اس پر ہم الحمد للہ کہتے ہیں جس طرح اللہ کی حمد کرنے والے تا ابد حمد کرتے رہیں گے اور خدا کی قسم، آخرت کی گھاٹی بڑی سخت ہے، اس پر چلنا بہت مشکل ہے اس میں طویل مصائب ہیں جن کا ذکر سابقہ الہامی کتابوں میں بھی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے پہلے کے زمانے اور آج کے زمانے میں بھی تم لوگوں کے حالات ایسے نہ تھے جو قابلِ تعریف رہے ہوں اور اللہ کی پوری توفیق تمھارے شاملِ حال رہی ہو۔ اے اسحاق! یقین کرو کہ جو اس دنیا میں اندھا بن کر رہے گا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا، اور اُسے راہِ نجات نہ ملے گی۔

اے ابن اسماعیل! یہاں اندھا ہونے کا مطلب آنکھوں سے اندھا نہیں، بلکہ اُن دلوں کا اندھا ہونا ہے جو سینوں کے اندر ہیں۔ چنانچہ ایسے ظالم کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی کتابِ محکم میں ارشاد فرماتا ہے کہ وہ قیامت کے دن کہے گا:

"رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی وَقَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا ۝ قَالَ کَذٰلِکَ اَتَتْکَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا وَکَذٰلِکَ الْیَوْمَ تُنْسٰی ۝" (سورہ طٰہٰ آیت ۱۲۶)

(پروردگارا! تو نے مجھے اندھا کیوں محشور کیا، جبکہ (دنیا میں) میں آنکھ والا تھا؟ اللہ کہے گا، اس لیے کہ جس طرح تیرے پاس ہماری نشانیاں آئیں اور تو نے انھیں بھلا دیا، بس آج کے دن اسی طرح ہم نے تجھے بھلا دیا۔)

(اب تم ہی انصاف سے کہو) جو ذات اپنے آبائے اولین یعنی انبیاءؑ اور آبائے آخرین یعنی اوصیاء علیہم السّلام اللہ تعالےٰ کی تمام مخلوقات پر اللہ کی حجت ہو، اللہ کی طرف سے اللہ کے مُلک کا امانت دار ہو، اللہ کی طرف سے اللہ کے بندوں کے اعمال کا شاہد ونگراں ہو، اس سے بڑھ کر اللہ کی نشانی اور آیت کون سی چیز ہو سکتی ہے؟

لہٰذا تم اُدھر کیوں سرگرداں ہو؟ جانوروں کی طرح کدھر رُخ کیا، اُدھر کہاں چلے جا رہے ہو؟ حق سے کیوں رُوگرداں ہو؟ باطل پر کیوں ایمان لائے ہو؟ اللہ کی اس نعمت سے کیوں انکار کرتے یا اُسے جھٹلاتے ہو؟ یہ بتاؤ، جو شخص کتابِ خدا کی بعض باتوں پر ایمان رکھے اور بعض سے انکار کرے، اُس کی سزا سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ دنیاوی زندگی میں بھی ناکام رہے اور آخرت کے اندر طویل عرصے تک عذاب میں مبتلا رہے۔ خدا کی قسم! یہ تو سب سے بڑی ناکامیابی ہے۔

بیشک اللہ کا یہ بڑا افضل و کرم ہے کہ اس نے تم لوگوں پر چند فرائض عائد کیے ہیں اس لیے نہیں کہ اُسے اس کی کوئی ضرورت ہے، بلکہ یہ اُس خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی تم لوگوں پر مہربانی ہے کہ اللہ خبیث اور طیّب کو جُدا جُدا کردے، تمہاری نیتوں کا امتحان لیلے، تمہارے دلوں کو گندگیوں سے پاک کرے، تاکہ تم لوگ اللہ کی رحمت کے حصول میں ایک دوسرے پر سبقت کرو اور جنّت میں تمہاری منزلیں ایک دوسرے سے اونچی ہوں۔

چنانچہ اللہ نے تم لوگوں پر حج، عمرہ، اقامتِ نماز، ادائیگیٔ زکوٰۃ، روزہ اور ولایت کو فرض کیا۔ اور ان سب کے لیے اُس نے تمہارے لیے ایک دروازے کو کافی قرار دیا تاکہ اس کے ذریعے سے فرائض کے تمام دروازے کھل جائیں اور راہِ خدا کی کنجی تمہارے ہاتھ آجائے واقعاً اگر حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے بعد اُن کے اوصیاء نہ ہوتے تو تم لوگوں کا حال جانوروں جیسا ہوتا، اور ان فرائض میں سے کوئی فریضہ صحیح طور پر نہ سمجھ سکتے، اور کسی شہر میں اُس کے دروازے ہی سے تو داخل ہوا جاتا ہے ..!

اللہ نے اپنے نبیؐ کے بعد اپنے اولیاء کی ولایت و امامت تم پر قائم کردی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا " اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ

(سورۂ مائدہ آیت ۳)

ترجمہ: (آج کے دن میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کردیا، اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی اور میں نے تمہارے لیے دینِ اسلام کو پسند کرلیا۔)

اولیاء کے حقوق تم پر فرض کیے اور ان حقوق کی ادائیگی کا تمھیں حکم دیا تاکہ تمہارے اصلاب و ارحام سے پیدا ہونے والے بچے، تمہارے اموال، تمہارے کھانے پینے کی چیزیں سب حلال ہوجائیں اور تمھیں معلوم ہوجائے کہ اس سے تمہاری دولت و ثروت میں کتنی ترقی اور کتنی برکت ہوتی ہے اور وہ یہ دیکھے کہ تم میں سے حکم غیب کی کون اطاعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: " قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی "

(سورۂ شوریٰ آیت ۲۳)

ترجمہ (کہدو اے رسول" میں اس کا تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے قریبیوں کی مودّت کے۔)

یہ سمجھ لو کہ اس میں جو بخل کرے گا وہ درحقیقت اپنے ساتھ بخل کرے گا، اللہ غنی ہے تم لوگ فقیر ہو، سوائے اس کے کوئی اور اللہ نہیں ہے۔

ہمارے اور تمھارے درمیان گفتگو بہت طویل ہوگئی جس میں تمہارے فائدے

اور نقصان کی دونوں طرح کی باتیں آگئیں، اور اگر اللہ کی طرف سے اتمام نعمت وہدایت فرض نہ ہوتا تو پدر بزرگوار کی وفات کے بعد تم لوگ نہ میرا کوئی خط دیکھتے نہ مجھ سے کوئی ایک حرف سنتے۔

درحقیقت تم لوگ اپنے معاد سے غافل ہو۔ میرا دوسرا فرستادہ تم لوگوں کے پاس گیا، پھر میں نے ابراہیم بن عبدہ کو مقرر کیا اور اس کا خط محمد بن موسیٰ نیشاپوری کی معرفت تم لوگوں تک پہونچایا۔ اور اللہ ہر حال میں مددگار ہے مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ زیادتی کر رہے ہو خیر تم لوگ خود گھاٹے میں رہوگے۔

جو شخص اللہ کی اطاعت سے منھ موڑے گا، اُس کے اولیاء کی نصیحتوں کو نہ سُنے گا وہ رحمتِ خدا سے دور اور بہت دور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو حکم دیا ہے کہ "اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی اطاعت کرو، اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔"

اللہ تم لوگوں کے ضعف اور بےصبری پر رحم کرے، تم لوگوں کے حق میں میری دعا قبول کرے، میرے ہاتھوں تمھارے امور کی اصلاح کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَوْمَ نَدْعُ كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ (سورۂ الاسرا آیت ۷۱)

ترجمہ: (روزِ قیامت ہم ہر شخص کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔)

اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

"جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط (سورۃ البقرۃ آیت ۱۴۳)

ترجمہ: (تم لوگوں کو ہم نے ایک درمیانی اُمت قرار دیا ہے تاکہ تم لوگ انسانوں کے اعمال کے شاہد ہو اور رسولؐ تم لوگوں کے اعمال کا شاہد بنے۔)

نیز یہ بھی فرماتا ہے:

"كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (سورہ آلِ عمران آیت ۱۱۰)

ترجمہ: (تم بہترین اُمت ہو، جو اس لیے پیدا کیے گئے ہو کہ لوگوں کو نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو۔)

لہٰذا میں تو یہی چاہوں گا کہ قیامت کے دن جب اللہ مجھے بلائے اور میرے ساتھ میرے اہلِ زمانہ میں سے جس کو بلائے تو یہ دیکھ لے کہ میرا اس سے کتنا تعلقِ خاطر تھا، اور اس کو ہمارے ساتھ دنیا و آخرت میں رہنے کی کتنی آرزو و تمنا تھی۔

اے اسحاق! اللہ تم پر اور تمھارے بچوں پر رحم فرمائے میں نے تم سے ہر بات وضاحت سے بیان کر دی ہے۔ اس طرح بیان کر دی ہے جیسے کسی ایسے شخص کے سامنے بیان کی جائے جو اس امر امامت کو بالکل سمجھا ہی نہ ہو اور ایک لمحہ کے لیے بھی اس معاملے میں اس نے قدم نہ رکھا ہو اور بعض باتیں تو اس خط میں ایسی ہیں کہ اگر ان کو سخت سے سخت پتھر بھی سمجھ لے تو یقین ہے کہ خوفِ خدا اور قلق کے مارے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور فوراً اطاعتِ الٰہی کی طرف راجع و مائل ہو جائے۔ اب اس کے بعد تم لوگ جو چاہو کرو۔ اللہ اور اس کا رسولؐ اور مومنین تمھارے اعمال کو دیکھیں گے۔ اس کے بعد تم لوگ اُس خدا کی طرف پلٹائے جاؤ گے جو غیب و شہودُ ظاہر و باطن سب کا جاننے والا ہے اور اس وقت وہ تم لوگوں کو بتائے گا کہ تم نے کیا کیا اعمال کیے ہیں، عاقبت متّقیوں کے لیے ہے اور بہت زیادہ حمد خدائے رب العالمین کے لیے ہے۔

اے اسحاق! تم ہمارے پیغام رساں ہو، تم ابراہیم بن عبدہ کو میرا پیغام پہونچا دو اور اللہ اسے توفیق دے کہ وہ ان باتوں پر عمل کرے جو میں انشاء اللہ محمد بن موسٰی نیشاپوری کی معرفت بذریعہ خط اس کو مطلع کروں گا۔ یہ پیغام تمھارے لیے اور تمھارے سارے اہلِ شہر کے لیے بھی ہے کہ وہ ان احکامات پر عمل کریں جو میں خط میں لکھ کر انشاء اللہ روانہ کروں گا۔

ابراہیم بن عبدہ کو چاہیے کہ وہ میرا خط اپنے اہلِ شہر کو بھی پڑھ کر سُنا دے تاکہ وہ باز پرس سے بچیں اور اللہ کی اطاعت سے متمسک ہو جائیں۔ ابراہیم بن عبدہ پر اور تم پر اللہ کی طرف سے سلامتی اور برکت نازل ہو، نیز میرے دوستداروں کو بہت بہت سلام کہنا، اللہ تعالیٰ اپنی توفیق تم سب لوگوں کے شاملِ حال کرے۔

تمھارے اہلِ شہر میں سے ہمارا جو دوستدار ہمارے اِس خط کو پڑھے یا تمھارے اطراف کے وہ لوگ جو حق سے انحراف نہیں رکھتے، اُن پر لازم ہے کہ وہ ہمارے حقوق ابراہیم کے حوالے کر دیں اور ابراہیم پر لازم ہے کہ وہ اسے رازی تک پہونچائے، یا رازی جس کا نام بتائیں اُس تک پہونچائیں اِس لیے کہ یہ میرے حکم اور میری رائے سے ہے (انشاء اللہ)

اے اسحاق! تم میرا یہ خط بلالی کو بھی پڑھ کر سُنا دو، وہ بھی ایک مردِ ثقہ، پرہیزگار اور اپنے فرائض کو خوب جانتا ہے۔ نیز محمودی کو بھی پڑھ کر سُنا دو، وہ بھی اپنی اطاعت کی وجہ سے ہمارے نزدیک ممدوح ہے اور جب تمھارا ارادہ بغداد جانے کا ہو تو ہمارے موثّق وکیل دہقان جو ہمارے دوستداروں سے ہمارے حقوق کی رقم جمع کرتا ہے اسے بھی پڑھ کر سُنا دینا، بلکہ ہمارے دوستداروں میں سے جن کو بھی پڑھ کر سُنانا ممکن ہو سُنا دینا، بلکہ جو اس خط کی نقل لینا چاہتا ہو اُس کو اِس کی نقل بھی دے دینا، یا جو اس کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہو اُسے بھی دکھا دینا، اُن سے نہ

چھپانا۔ ہاں جو لوگ تمھارے مخالفین میں سے ہیں اُن کو دکھانے کی ضرورت نہیں، اِن موتیوں کو خنازیر کے پیروں تلے نہ بکھیر دینا ان میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

میں نے تمھارے اس خط میں وصولیابی بھی لکھ دی ہے اور تمھارے لیے اور جس کے لیے تم نے دعا کی درخواست کی تھی، اس کے لیے دعا بھی کر دی ہے۔ ہم نے سعید کو اُس کے مسائل کے جوابات بھی دیدیے ہیں، مگر حق کو چھوڑنے کے بعد سوائے گمراہی کے اور کیا رہ جاتا ہے۔ تم اپنے شہر سے اس وقت تک ہرگز باہر نہ جانا جبتک کہ عمری سے ملاقات نہ کر لو تاکہ تم دونوں کا ایکدوسرے سے تعارف ہوجائے۔ وہ ایک طاہر، امین اور پاکدامن شخص ہیں جو ہمارے مقرب ہیں۔ اطراف و جوانب سے جو نذر و تحفے وغیرہ ہمارے لیے آئیں وہ بالآخر ان تک پہونچنا چاہیے تاکہ وہ ہم تک پہونچا دیں، اور اللہ کی بہت بہت حمد۔

اے اسحاق! اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں اپنی رحمت کے دامن میں چھپائے رکھے۔ تمھارے تمام امور میں اپنی قدرت سے تمھاری مدد کرے۔ تم پر اور میرے تمام دوستداروں پر میرا سلام ہو، اللہ کی رحمت اور اس کی برکت نازل ہو۔ اور درود و سلام ہمارے سید و سردار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (رجال کشی ص ۴۸۵ - ۴۸۱)

(۲۳) سادات کا احترام ضروری ہے

حسن بن محمد قمی نے اپنی کتاب "تاریخِ قم" میں تحریر کیا ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے قم کے بزرگوں سے سنا ہے کہ حسین بن حسن بن جعفر بن محمد بن اسماعیل بن امام جعفر صادق علیہ السلام قم میں رہتے تھے اور علانیہ شراب نوشی کرتے تھے۔ ایک دن وہ کسی کام کے لیے احمد بن اسحاق وزیرِ اوقافِ قم کے دروازے پر پہونچے لیکن انھیں ملاقات کی اجازت نہیں ملی۔ محزون و مغموم اپنے گھر واپس آئے۔

اس کے بعد احمد بن اسحاق حج کے ارادے سے نکلے، جب سُر من رائے پہونچے تو حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام سے ملاقات کی اجازت چاہی۔ آپؑ نے اجازت نہ دی۔ احمد بن اسحاق دیر تک وہیں کھڑے روتے اور گڑگڑاتے رہے۔ بالآخر آپؑ نے انھیں اجازت دیدی۔

جب اندر داخل ہوئے تو عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! میں تو آپؑ کے شیعوں اور دوستداروں میں سے ہوں، آپؑ نے مجھے حاضرِ خدمت ہونے سے کیوں منع فرما دیا تھا؟

آپؑ نے فرمایا، اِس لیے کہ تم نے میرے ابنِ عم کو اپنے دروازے سے بھگا دیا تھا۔

یہ سن کر احمد بن اسحاق رونے لگے اور حلف کے ساتھ کہا کہ میں نے تو صرف اِس لیے

داخلے کی اجازت نہیں دی تھی تاکہ وہ شراب نوشی سے توبہ کرلیں۔

آپؑ نے فرمایا، تم سچ کہتے ہو مگر تم پر لازم ہے کہ ان لوگوں کا اکرام و احترام کرو، ان کی تحقیر و توہین نہ کرو، اس لیے کہ یہ سب ہماری طرف منسوب ہیں، ورنہ تم خائب و خاسر رہو گے۔

الغرض جب احمد بن اسحاق حج سے قم واپس آئے تو اشرافِ قم اُن سے ملنے کے لیے آئے اور ان کے ساتھ حسین بن حسن بھی تھے۔ جب احمد نے انھیں آتے ہوئے دیکھا تو فوراً اُٹھ کر اُن کی طرف دوڑے، اُن کا استقبال کیا اور بہت عزّت و احترام کے ساتھ انھیں صدرِ مجلس میں بٹھایا حسین بن حسن کو یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا اور اس کا سبب پوچھا۔

احمد نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور اُن کے درمیان جو کچھ ہوا تھا وہ بیان کر دیا۔

حسین بن حسن نے جب یہ سُنا، تو اپنے افعالِ قبیحہ پر بہت نادم ہوئے، اس سے توبہ کرلی، اپنے گھر واپس آئے، جتنی شرابیں تھیں سب پھینک دیں۔ اس کے سارے برتن توڑ دیے اور صاحبانِ تقویٰ و پرہیزگاری، اور صلحاء و عبّاد کی صفوں میں شمار ہونے لگے۔ انھوں نے مسجد اختیار کرلی، اعتکاف میں بیٹھنے لگے، یہاں تک کہ وفات پائی اور حضرت فاطمہ (معصومۂ قم) کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔ (تاریخِ قم)

بحار الانوار

باب

آپ کی وفات
اور
حکومت کا ردِّعمل

ANSAR

① ـــ تاریخ وفات

مصباح میں مرقوم ہے کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات یکم ربیع الاوّل کو ہوئی اور اسی روز سے حضرت امام قائم آلِ محمدؐ کا دورِ امامت شروع ہوا۔ (کافی جلد ۱ صہ ۵۰۳)

دیگر • محمد بن جریر طبری نے کتاب التعریف میں اور محمد بن ہارون تلعکبری و حسین بن حمدان خطیب نے، نیز شیخ مفید علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب مولد النبیؐ و الاوصیاء میں، شیخ نے تہذیب میں، حسین بن خزیمہ و نصر بن علی جہضمی نے کتاب المو الید میں اسی طرح خشاب نے اپنی کتاب موالید میں، اور ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب المو الید میں تحریر کیا ہے کہ: حضرت امام حسن عسکری کی وفات ۸ ربیع الاول کو ہوئی۔

(اقبال الاعمال)

دیگر • کتاب الدروس میں مرقوم ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے بروز بکشنبہ سُرمن رائے میں وفات پائی اور شیخ مفید علیہ الرحمہ کا قول ہے کہ آپؑ کی وفات ۸ ربیع الاول بروز جمعہ ۲۶۰ھ میں ہوئی۔ (کتاب الدروس)

دیگر • کتاب کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات ۸ ماہِ ربیع الاول ۲۶۰ھ میں ہوئی، اور اس وقت آپؑ کی عمر ۲۸ سال تھی۔ آپؑ سُرمن رائے کے اندر اپنے گھر میں اپنے پدرِ بزرگوار کے پہلو میں دفن ہوئے۔ (کافی جلد ۱ صہ ۵۰۳)

دیگر • روضۃ الواعظین میں بھی اسی کے مثل روایت ہے۔ نیز یہ ہے کہ آپ کا عہدِ امامت چھ سال رہا۔ یکم ماہِ ربیع الاوّل کو بیمار ہوئے اور بروزِ جمعہ انتقال فرمایا۔

(روضۃ الواعظین)

دیگر • مصباح کفعمی میں مرقوم ہے کہ آپؑ نے یکم ربیع الاوّل میں وفات پائی، اور ایک دوسرے مقام پر ہے کہ ۸ ربیع الاول روزِ جمعہ وفات پائی، معتمد نے زہر سے شہید کیا۔

دیگر • عیون المعجزات میں احمد بن اسحاق بن مصقلہ سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا: اے احمد! اُس وقت تم لوگوں کا کیا حال ہوگا جب لوگ شک و ریب میں مبتلا ہوں گے؟

میں نے عرض کیا کہ جب بذریعے خط حضرت (امام قائمؑ) کی اطّلاع ملی تو اُس وقت ہمارے مردوں، عورتوں اور بالغ الفہم لڑکوں میں کوئی ایسا نہ تھا جو حق کا قائل نہ ہو گیا ہو۔

آپؑ نے فرمایا، ٹھیک ہے۔ کیا تم لوگوں کو نہیں معلوم کہ زمین کبھی حجّتِ خدا سے خالی نہ رہیگی

پھر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے ۲۵۹ھ میں اپنی والدہ کو حج کے لیے بھیجا اور انھیں بتا دیا کہ ۲۶۰ھ میں کیا ہونے والا ہے۔ پھر آپؑ نے اسمِ اعظم و بزرگوں کے تبرکات اور سلاح وغیرہ سب حضرت امام قائم علیہ السلام کے سپرد فرمائے، اور آپؑ کی والدۂ ماجدہ مکّہ روانہ ہو گئیں۔ آپؑ نے ماہِ ربیع الآخر ۲۶۰ھ میں وفات پائی اور سُر من رائے میں اپنے پدرِ بزرگوار کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ وقتِ وفات آپؑ کی عمر ۲۹ سال تھی۔ (عیون المعجزات)

(۲) — اپنی والدۂ گرامی کو اپنی موت کی اطّلاع

محمد بن ابی زعفران نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی والدۂ گرامی سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک دن میرے فرزند ابو محمدؑ نے مجھے بتایا کہ ۲۶۰ھ میں مجھ پر ایک مصیبت آئے گی ڈر ہے کہ وہ میرا خاتمہ نہ کردے۔ اگر اس سے بچ گیا تو پھر ۲۷۰ھ میں تو یقینی ہے۔

اُن کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں نے گریہ وزاری شروع کر دی۔

آپؑ نے فرمایا، گریہ وزاری نہ کریں، یہ امرِ الٰہی وقوع پذیر ہو کر رہے گا۔

جب ماہِ صفر کے بعد بھی امام علیہ السلام نہ آئے تو وہ بیحد مضطرب ہو گئیں۔ نہ کھڑے چین تھا نہ بیٹھے سکون۔ جبل کی آبادیوں میں جاتی تھیں اور پوچھتی تھیں کہ میرے فرزند کے متعلق کوئی اطّلاع تو نہیں آئی۔

اُن کا یہ سلسلہ امام علیہ السلام کی وفات کی اطّلاع ملنے تک جاری رہا۔

(۳) — جعفر بن علی نقیؑ اور عہدۂ امامت کی بے سود سعی

حضرت امام ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام ماہِ ربیع الاوّل ۲۶۰ھ کی ابتدائی تاریخوں

ہیں بیمار ہوئے اور اسی سن میں اسی مہینے کی آٹھ تاریخ بروزِ جمعہ وفات پائی۔ وقتِ وفات آپؑ کی عمر اٹھائیس ۲۸ سال کی تھی اور سُرّ من رائے کے اندر اسی گھر میں دفن کیے گئے جس میں آپؑ کے پدرِ بزرگوار مدفون ہیں۔

آپؑ نے اپنے بعد اپنے فرزند امام قائم المنتظرؑ کو حکومتِ حق کے قیام کے لیے چھوڑا۔ امام قائم المنتظر کی ولادت اور اُن کے معاملات کو پوشیدہ رکھا گیا، اس لیے کہ زمانہ بہت سخت آگیا تھا۔ بادشاہِ وقت کو آپؑ کی بڑی شدت سے تلاش تھی۔ وہ آپؑ کے معاملے کو معلوم کرنے کی شدید جدوجہد کررہا تھا۔ کیونکہ مذہبِ شیعہ میں آپؑ کے متعلق بہت سی روایات مشہور تھیں اور وہ لوگ آپؑ کے انتظار میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس لیے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنی زندگی بھر اُنؑ کی ولادت کو پوشیدہ رکھا اور آپؑ کی وفات کے بعد یہ امر عوام سے پوشیدہ ہی رہا۔

پھر جعفر بن امام علی النقیؑ اپنے بھائی حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کے تمام ترکے پر قابض ہو گیا۔ اُن کی ساری کنیزوں کو محبوس کرنے کی اور ان کے حلائل پر بندش لگانے کی سعی کی اور اُن کے اصحاب پر جو اُن کے فرزند (امام عصرؑ) کے انتظار میں تھے اور اُن کے وجود اور اُن کی امامت کا قطعی یقین رکھتے تھے، طعن و تشنیع کی، اُن کے خلاف قوم کو بھڑکایا، اُنھیں ڈرایا، دھمکایا اور اس کی پاداش میں انھیں قید و بند، تہدید و تحقیر، استخفاف و تذلیل، غرض ہر طرح کے مصائب برداشت کرنے پڑے، مگر وہ لوگ اپنے اس اعتقاد سے باز نہ آئے اور بادشاہِ وقت ان کو اس سے روکنے میں قطعی ناکام رہا۔

جعفر بن امام علی النقیؑ نے اپنے بھائی کے ظاہری ترکے پر قبضہ کرنے کے بعد بڑی کوشش کی کہ اُن کی جگہ اب امام مجھے تسلیم کر لیا جائے، مگر اس کی امامت کسی نے قبول نہ کی۔ جب اس کی امامت کا کوئی معتقد نہ ہو سکا تو مجبوراً سلطانِ وقت کے پاس پہونچا اور اُس سے درخواست کی کہ میرے بھائی کے بعد آپ مجھے اُن کا عہدۂ امامت سپرد کر دیں۔

اس کام کے لیے بڑی بڑی رقمیں خرچ کیں، جن لوگوں کے لیے گمان ہوا کہ یہ سلطان کے مقربین میں سے ہیں انھیں ہموار کرنے کی کوشش کی۔ مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔

جعفر بن امام علی النقیؑ کے متعلق اس قسم کی بہت سی روایات ہیں جن کی تفصیل یہ کتاب برداشت نہ کر سکے گی، اس لیے چھوڑتا ہوں۔ وہ روایاتِ امامیہ اور عامّہ میں سے اُن میں جنھیں تاریخ سے دلچسپی ہے بہت مشہور ہیں۔

(الارشاد شیخ مفیدرحمہ ص ۳۲۵)

(۴) = امامِ عصرؑ نے آپؑ کی نمازِ جنازہ پڑھائی

ابوالادیان سے روایت ہے
اُن کا بیان ہے کہ میں حضرت امام حسن عسکری بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ علیہ السلام کا خدمتگار تھا۔ آپؑ کے خطوط شہروں میں لیجایا کرتا تھا۔

چنانچہ آپؑ کی اس بیماری کے عالم میں جس کے اندر آپؑ نے انتقال فرمایا، میں حاضرِ خدمت ہوا۔

آپؑ نے کئی خطوط تحریر فرما کر میرے سپرد کیے اور فرمایا، انھیں مدائن لیجاؤ تم یہاں سے پندرہ دن غائب رہو گے، مگر جب پندرہویں دن یہاں واپس آؤ گے تو سنو گے کہ میرے گھر سے گریہ و زاری کی آواز بلند ہے اور میں تختۂ غسل پر ہوں۔

ابوالادیان کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا آقا! اگر ایسا ہوا، تو پھر آپؑ کے بعد (امام) کون ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا، وہ ہوگا جو میرے ان خطوط کا جواب تم سے طلب کرے گا۔

میں نے عرض کیا، کچھ اور وضاحت فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا، میرے بعد وہ امام ہوگا جو میری نمازِ جنازہ پڑھائے گا۔

میں نے عرض کیا، کچھ مزید وضاحت فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا، میرے بعد وہ شخص امام ہوگا جو بتائے گا کہ تھیلی میں کتنی رقم ہے؟

اس کے بعد آپؑ کی ہیبت و رُعب کی وجہ سے یہ نہ پوچھ سکا کہ تھیلی میں کتنی رقم ہو گی؟ میں تمام خطوط لیکر مدائن پہونچا، وہاں سے ان خطوط کے جوابات لیکر پندرہویں دن سُرّمن رائے واپس آیا، تو وہی دیکھا جو آپؑ نے فرمایا تھا۔ یعنی آپؑ کے گھر سے گریہ و زاری کی آوازیں بلند تھیں۔ اور آپؑ کے بھائی جعفر گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے اور شیعہ آپ کے گرد رسمِ تعزیت کے لیے جمع تھے۔

جب ہم سب گھر کے اندر پہونچے تو دیکھا کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی میّت کو کفن پہنایا جا چکا ہے۔ جعفر آگے بڑھے کہ اپنے بھائی کی نمازِ جنازہ پڑھائیں۔ جیسے ہی اُنھوں نے تکبیر کہنے کا ارادہ کیا، ویسے ہی اندر سے ایک کمسن صاحبزادے برآمد ہوئے (جن کا رنگ گندمی، سر پر گھنگھریلے بال، کھڑکی نما دانت تھے) اُنھوں نے آکر جعفر بن امام علی النقیؑ کا دامن کھینچا، پھر فرمایا، چچا جان! میں اپنے والدِ بزرگوار کی نمازِ جنازہ پڑھانے کا آپؑ سے زیادہ حقدار ہوں

چنانچہ جعفر اپنا منہ بنائے ہوئے پیچھے ہٹ گئے اور اُن صاحبزادے نے آگے کھڑے ہو کر نمازِ جنازہ پڑھائی، اور آپؑ کے پدرِ بزرگوار کے پہلو میں آپؑ کو دفن کر دیا گیا۔

تدفین سے فارغ ہونے کے بعد ان صاحبزادے نے فرمایا "اے بصری! میرے والدِ بزرگوار کے خطوط کے جوابات جو تمھارے پاس ہیں مجھے دکھاؤ۔

میں نے وہ اُنؑ کے حوالے کیے اور دل میں کہا 'یہ دو باتیں تو ہو گئیں' اب صرف ہمیان یعنی تھیلی کی بات رہ گئی۔

اس کے بعد میں وہاں سے نکل کر جعفر کے پاس آیا۔ وہ لمبی لمبی آہیں بھر رہے تھے۔

حاجز وشاء نے ان سے پوچھا، جنابِ عالی! یہ صاحبزادے کون تھے؟ جنھوں نے نمازِ جنازہ میں امامت فرمائی۔؟

جعفر نے جواب دیا، واللہ، نہ میں نے اُن کو کبھی دیکھا تھا اور نہ انھیں پہچانتا ہوں۔

ابھی ہم لوگ بیٹھے ہی ہوئے تھے کہ قم سے کچھ لوگ آئے اُنھوں نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خیریت دریافت کی۔ انھیں بتایا گیا کہ آپؑ کا انتقال ہو گیا ہے۔

اُنھوں نے پوچھا، پھر آپؑ کے بعد (امام) کون ہے؟

لوگوں نے جعفر بن علی النقیؑ کی طرف اشارہ کیا۔

اُن لوگوں نے انھیں سلام کیا، اور رسمِ تعزیت ادا کی اور کہا، ہمارے پاس کچھ خطوط اور رقوم ہیں، آپ بتائیں کہ یہ کن کے خطوط ہیں اور کتنی رقوم ہیں؟

یہ سن کر وہ دامن سمیٹتے ہوئے اُٹھے اور بولے، اب لوگ چاہتے ہیں کہ میں انھیں غیب کی بھی باتیں بتاؤں۔

اتنے میں ایک خادم اندر سے برآمد ہوا اور بولا، تم لوگوں کے پاس فلاں فلاں کے خطوط ہیں اور ایک تھیلی ہے جس میں ایک ہزار دینار ہیں جن میں سے دس دیناروں کے نقوش مٹے ہوئے ہیں۔

اُنھوں نے وہ خطوط اور رقم خادم کے حوالہ کی اور کہا جس نے تجھے اس کے لیے بھیجا ہے واقعتاً وہی امامِ عصرؑ ہے۔

اس کے بعد جعفر بن امام علی النقیؑ، معتمد کے پاس گئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔

معتمد نے فوراً اپنے خدام روانہ کیے، انھوں نے آکر صیقل کنیز کو گرفتار کیا اور اس سے اُن صاحبزادے کا مطالبہ کیا۔

صیقل نے انکار کیا، اور کہا کہ میرے پاس کوئی صاحبزادہ نہیں ہے ابھی تو میں حاملہ ہوں۔

چنانچہ صیقل کو ابنِ ابی شوارب کی نگرانی میں دے دیا گیا۔ اسی اثناء میں ان لوگوں کو عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کی موت کا حادثہ پیش آگیا۔ ادھر بصرہ سے صاحب زنج نے خروج کیا اس پریشانی میں وہ لوگ صیقل کنیز سے غافل ہو گئے۔ اور خدائے رب العالمین لاشریک لہٗ کا شکر کہ وہ ان لوگوں کی قید سے نکل بھاگی۔ (کمال الدین ص ۱۵۰ - ۱۵۲)

" علامہ مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسی مضمون کی چند روایات حضرت امام قائم ع سے ملاقات کرنے والوں کے باب میں بھی تحریر کی ہیں، جو انشاء اللہ دوسری جلدوں میں ہدیۂ ناظرین کی جائیں گی۔ "

⑤ آپ ع کی وفات پر حکومتِ وقت کا ردِّ عمل

احمد بن عبید اللہ کا بیان ہے جب حضرت امام حسن عسکری ع بیمار ہوئے تو میرے والد کے پاس آدمی آیا کہ ابن رضا یعنی امام حسن عسکری علیہ السلام بیمار ہیں میرے والد سوار ہو کر فوراً دار الخلافہ پہونچے اور وہاں سے بہت جلد واپس ہوئے، ان کے ساتھ امیر المومنین کے خاص اور باوثوق پانچ خدام تھے جن میں ایک نحریر بھی تھا، آتے ہی میرے والد نے حکم دیا کہ یہ سب حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے مکان پر رہیں اور ان کی دیکھ بھال کرتے رہیں۔ پھر چند اطباء کے پاس آدمی بھیجا کہ وہ آکر صبح و شام انھیں دیکھتے رہیں۔

دو دن گذر جانے کے بعد ایک شخص نے آکر خبر دی کہ آپ ع پر ضعف طاری ہے۔ صبح ہوتے ہی میرے والد آپ ع کے گھر پہونچے، اطباء کو حکم دیا کہ مسلسل یہاں رہیں۔ قاضی القضاۃ کے پاس آدمی بھیجا اور اس سے بُلا کر کہا کہ اپنے اصحاب میں سے دس اشخاص ایسے چُن کر لائے جن کے دین و امانت و زہد و تقویٰ پر اُسے کامل بھروسہ ہو۔

پھر اُن دس آدمیوں کو بھی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے گھر بھیج دیا، اور اُنھیں حکم دیا کہ وہ دن رات وہیں موجود رہیں۔

چنانچہ یہ تمام لوگ مسلسل وہیں رہے یہاں تک کہ سنہ ۲۶۰ ھ میں ماہِ ربیع الاوّل کے چند دن گذرنے کے بعد آپ ع نے وفات پائی، سارے سُرّ من رائے میں ایک کہرام مچ گیا کہ ہائے ابنِ رضا نے انتقال فرمایا۔

ادھر سلطان (حاکم) نے فوراً چند آدمی بھیجے کہ جا کر آپ ع کے مکان اور حجروں وغیرہ کی تلاشی لو اور جو چیز بھی ہے اس کو سربمہر کر دو، اور اُن کے فرزند کو تلاش کرو۔ پھر حمل پہچاننے والی عورتیں آئیں۔ اُنھوں نے اندر جا کر آپ ع کی کنیزوں کو دیکھا کہ اُن میں کوئی حاملہ تو نہیں۔ ان عورتوں میں

سے کسی نے کہا کہ ایک کنیز ہے جو حاملہ معلوم ہوتی ہے۔

چنانچہ اس کنیز کو حجرے میں بند کر کے اس پر تحریر اور اس کے ساتھیوں کا پہرہ بٹھا دیا، اور عورتوں کو بھی وہیں رکھا۔ اس کے بعد آپؑ کے غسل و کفن کا اہتمام ہونے لگا۔ تمام بازار بند ہو گئے۔ میرے والد تمام بنی ہاشم، سرداران لشکر اور حکومت کے محرّرین، بلکہ تمام لوگ آپؑ کے جنازے کے ساتھ تھے ایسا معلوم ہوتا تھا، گویا سُرّ من رائے میں قیامت برپا ہو گی۔

جب غسل و کفن ہو چکا تو سلطان نے ابو عیسیٰ ابن متوکل کے پاس آدمی بھیجا اور حکم دیا کہ نمازِ جنازہ پڑھا دو۔

چنانچہ جب آپؑ کا جنازہ نماز کے لیے رکھا گیا تو ابوعیسیٰ قریب گیا، چہرے سے کفن ہٹایا اور تمام علویوں، عباسیوں، بنی ہاشم، سردارانِ لشکر، حکومت کے محرّرین، قاضیوں اور فقہاء کو دکھایا اور کہا کہ دیکھ لو، یہ حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن رضاؑ ہیں جو اپنی طبعی موت سے مرے ہیں اور وقتِ وفات امیرالمؤمنین کے خدّام میں سے فلاں فلاں ثقہ لوگوں میں سے فلاں فلاں اطبّاء میں سے فلاں فلاں اور قاضیوں میں سے فلاں فلاں موجود تھے۔

پھر ابنِ عیسیٰ نے آپؑ کے چہرے پر کفن ڈال دیا، کھڑے ہو کر نمازِ جنازہ پڑھی جس میں پانچ تکبیریں کہیں، اس کے بعد حکم دیا کہ جنازہ اٹھاؤ۔

آپؑ کا جنازہ آپؑ کے گھر کے درمیانی حصّے سے اُٹھایا گیا، اور جہاں آپؑ کے پدرِ بزرگوار حضرت امام علی النقی علیہ السلام مدفون تھے وہاں دفن کیا گیا۔

جب سب دفن وغیرہ سے فارغ ہو کر جا چکے تو سلطان اور ان کے اصحاب حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے صاحبزادے کی تلاش کے لیے بیحد بیتاب ہوئے۔ مختلف گھروں کی تلاشی لی اور اُن کی میراث کی تقسیم کو ملتوی کیا، جس کنیز پر حاملہ ہونے کا شُبہ تھا، اُس پر دو سال بلکہ اس سے زیادہ عرصے تک نگران عورتیں اور مرد مقرّر کیے گئے۔ جب یہ واضح ہو گیا کہ اس کنیز کے حمل نہیں ہے تو اس کے بعد آپؑ کی میراث آپؑ کے بھائی جعفر اور آپؑ کی والدہ پر تقسیم کر دی۔ مگر آپؑ کی والدہ نے آپؑ کی وصیّت کا دعویٰ کیا اور قاضی کے سامنے اس وصیّت کو ثابت کیا۔

سلطان بہت تلاش میں رہا کہ کہیں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے صاحبزادے کا پتہ و نشان مل جائے۔

میراث کی تقسیم کے بعد جعفر میرے والد کے پاس آیا اور بولا: آپ مجھے وہی مرتبہ اور مقام دیدیں جو میرے بھائی اور میرے والد کا تھا۔ (یعنی امامت) میں آپ کو بیس ہزار دینار سالانہ دیتا رہوں گا۔

میرے والد نے اُسے ڈانٹا اور کھری کھری سُنائی اور کہا "اے احمق! جو لوگ تیرے باپ اور تیرے بھائی کو امام مانتے تھے اُن پر سلطان نے نوع بہ نوع مظالم ڈھائے تاکہ وہ اپنے اس اعتقاد سے باز آجائیں۔ مگر یہ ممکن نہ ہوسکا، وہ ان لوگوں کو اُن دونوں کی امامت کے اعتقاد سے نہ ہٹا سکا۔ پس اگر تو اپنے باپ اور اپنے بھائی کے شیعوں کے نزدیک امام ہے تو پھر تجھے اس کی کیا ضرورت ہے کہ سلطان تجھے یہ مرتبۂ امامت عنایت کرے، اور اگر تو اُن کے شیعوں کے نزدیک امام نہیں ہے تو سلطان کے امام بنانے سے کیا فائدہ، وہ لوگ تو تجھے ہرگز امام تسلیم نہ کریں گے۔

اِس کے بعد میرے والد نے اس کو بہت ذلیل کیا اور حکم دیا کہ آئندہ اگر یہ مجھ سے ملنے کے لیے آئے تو اجازت نہ دی جائے۔

چنانچہ میرے والد جب تک زندہ رہے، اُس سے ملاقات نہیں کی۔ معاملہ اسی طرح چلتا رہا اور آج تک سلطان، حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے صاحبزادے کی تلاش میں ہے۔ (کمال الدین جلد ۱ ص ۱۲۵ — ۱۲۰)

- حسن بن محمد اشعری اور محمد بن یحییٰ وغیرہ سے روایت ہے ان سب کا بیان ہے کہ احمد بن عبید اللہ بن خاقان قم میں خراج اور مالگذاری کی تحصیل پر مقرر تھا اور اس کے بعد اسی کے مثل روایت کی ہے۔ (اعلام الوریٰ ص ۳۵۷، کافی جلد ۱ ص ۵۰۳ ارشاد ص ۳۲۰ — ۳۱۸)

(۶) حکومتِ وقت کو آپ کے فرزند کی تلاش

میں نے محمد بن حسین بن عباد سے خود تو یہ روایت نہیں سُنی مگر تاریخ کی بعض کتابوں میں دیکھا ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات روز جمعہ نمازِ صبح کے وقت ہوئی۔ اُس شب کو آپ نے اہلِ مدینہ کے نام بہت سے خطوط خود اپنے ہاتھ سے تحریر فرمائے۔ یہ واقعہ ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ کا ہے۔ وقتِ وفات آپ کے پاس صیقل نامی کنیز اور عقید نامی خادم کے سوا اور کوئی نہ تھا، اور اگر ان کے علاوہ کوئی دوسرا بھی رہا ہو تو اس کا علم اللہ کو ہے۔

عقید خادم کا بیان ہے کہ آپ نے مصطکی کے ساتھ اُبلا ہوا پانی منگوایا۔ میں نے پانی حاضر کیا، پھر فرمایا: میں نماز پڑھوں گا۔

ہم لوگوں نے آپ کے حجرے میں ایک رومال بچھا دیا۔ آپ نے صیقل سے پانی لیا، چہرہ دھویا۔ دونوں ہاتھ ایک ایک مرتبہ دھوئے، سر کا مسح کیا، دونوں پاؤں کا مسح کیا پھر

اپنے بستر ہی پر نمازِ صبح ادا کی۔ اس کے بعد پینے کے لیے ایک پیالے میں پانی لیا۔ جوں ہی پیالہ منھ کو لگایا، آپؑ کے دندانِ مبارک پیالے پر بجنے لگے، ہاتھ کانپنے لگا صیقل نے فوراً آپؑ کے ہاتھ سے پیالہ لے لیا، اور فوراً آپؑ کی روحِ مقدس پرواز کر گئی، اور جوارِ رحمتِ الٰہی میں جا پہونچی۔ سُرّ من رائے میں آپؑ کے والدِ بزرگوار کے پہلو میں آپؑ کو دفن کر دیا گیا۔ اُس وقت آپؑ کی عمر کامل انتیس ۲۹ سال تھی۔

اسی روایت کے ضمن میں ابنِ عباد کا بیان ہے کہ حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری ع کی والدۂ گرامی مدینہ سے سُرّ من رائے تشریف لائیں اور میراث کے متعلق آپؑ کے بھائی جعفر کے ساتھ اُن کے بڑے قضیے رہے جس کا بیان باعثِ طوالت ہے۔

جعفر نے سلطان کے پاس جا کر چغلی کھائی اور وہ راز جسے اللہ نے چھپانے کا حکم دیا تھا، اس کو افشا کر دیا۔

مگر اس راز کو چھپانے کے لیے اس وقت صیقل کنیز نے دعویٰ کر دیا کہ میں حاملہ ہوں۔ لوگ اس کو معتمد کے گھر پکڑ کر لے گئے اور معتمد کی عورتیں، اس کی خادمائیں، مُوفّق کی عورتیں، اُس کی خادمائیں، قاضی ابنِ ابی شوارب کی عورتیں ہمہ وقت اُس کی نگرانی کرنے لگیں کہ اسی اثنا میں صفّار نے عباسیوں کے خلاف خروج کر دیا۔ پھر عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان یک بیک مر گیا۔ ادھر شاہ زنج نے بصرہ پر حملہ کر دیا اور ان لوگوں کو سُرّ من رائے سے نکلنا پڑا، اور صیقل کی طرف سے ان لوگوں کی توجہ ہٹ گئی۔ (کمال الدین جلد ۲ صفحہ ۱۵۰-۱۴۹)

"مروّج الذہب" میں ہے کہ حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السلام نے عہدِ خلافتِ معتمد میں ۲۶۰ھ میں وفات پائی اور اس وقت آپؑ کی عمر ۲۹ سال تھی۔ فرقۂ قطعیہ یعنی جمہور شیعہ کے نزدیک آپ بارہویں امام حضرت امام مہدی منتظر کے والدِ گرامی ہیں۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد ان لوگوں میں حضرت امامِ منتظرؑ کے متعلق اختلاف ہوا اور یہ بیس فرقوں میں بکھر گئے۔

نوٹ: حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد لوگ متعدد فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔

(۱) ایک فرقے نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات سے انکار کیا، اور کہا کہ وہ غائب ہیں اور وہی قائم منتظر ہیں۔

(۲) دوسرے فرقے نے آپؑ کی موت کا اقرار کیا، مگر اُن کا خیال ہے کہ وہ از سرِ نو زندہ ہوں گے اور وہی امام منتظر ہیں۔

(۳) تیسرا فرقہ اس عقیدہ پر متفق ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام پر آلِ محمدؐ کی امامت کا سلسلہ منقطع ہو گیا، اب اُمت کے لیے مرجع اہلبیت علیہم السلام کی صرف روایات ہیں

(۴) چوتھے فرقے کا خیال ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی وصیت کے مطابق آپؑ کے بعد عہدۂ امامت آپؑ کے بھائی جعفر کا حق ہے۔

(۵) پانچواں فرقہ بھی جعفر ہی کی امامت کا قائل ہے مگر بربنائے وصیتِ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ہے

(۶) چھٹا فرقہ یہ کہتا ہے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعد آپؑ کے صاحبزادے علی امام ہیں اور وہی مہدی منتظر ہیں۔ اُن میں اور قطعیہ امامیہ کے درمیان لفظی اختلاف ہے۔ یعنی یہ کہتے ہیں کہ ان کا نام علی ہے اور امامیہ کہتے ہیں کہ ان کا نام، م ح م د ہے۔

(۷) ساتواں فرقہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ہی کو امام نہیں تسلیم کرتا، وہ کہتا ہے کہ امام وہی ہو گا جس کے کوئی فرزند ہو، تاکہ اپنے باپ کی حیات تک وہ امام صامت رہے اور اس کے بعد امامِ ناطق، اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے بظاہر کوئی اولاد ہی نہیں ہوئی، پھر وہ کیسے امام ہو سکتے ہیں؟ اُن لوگوں کا دعوٰی ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے بھائی محمد بن علی النقیؑ نے اپنے والد کے انتقال کے بعد اُن کے غلام نفیس کو ہدایت کی کہ یہ خاندانی کتابیں، یہ خاندانی اسلحے جعفر بن علیؑ کو دیدو یہ بات اُن کے اور اُن کے والد امام علی النقیؑ کے درمیان طے ہو چکی تھی۔ اس لیے جعفر بن علیؑ اپنے والد حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے بعد امام ہوئے۔

(۸) آٹھواں فرقہ وہ ہے جو ریب و شک میں مبتلا ہے، اس کو نہیں معلوم کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے انتقال کے بعد امامت اُن کے صلب میں ہے یا اُن کے بھائی جعفر بن علی اور اُن کی اولاد کے حصے میں ہے۔ اس لیے وہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام پر توقف کرتے ہیں۔ آگے کے لیے کچھ نہیں کہتے۔

ان کے علاوہ شیعوں میں اور بھی متعدد فرقے ہیں۔

(۷) — شیعوں میں افتراق

ابو غانم سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا، آپؑ نے فرمایا کہ سنہ ۲۶۰ھ میں ہمارے شیعوں میں افتراق پیدا ہو گا۔

چنانچہ اسی سنہ میں آپؑ نے وفات پائی اور آپؑ کے شیعوں اور نصرت کرنے والوں میں افتراق پیدا ہو گیا۔ کچھ جعفر کی طرف مائل ہو گئے، کچھ نے اس کو امام مان لیا، مگر شک میں رہے، کچھ گومگو میں رہے، کچھ لوگ اللہ کی توفیق سے اپنے دین پر ثابت قدم رہے۔

(کفایۃ الاثر ص ۳۲۶)

• اُبی اور ابن ولید دونوں سعد بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں۔ اُس کا بیان ہے کہ جو لوگ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے وقت موجود اور اُن کے دفن میں شریک تھے اُنھوں نے مجھ سے بیان کیا، اور وہ اتنے تھے کہ جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا، اور ان میں ایسے بھی لوگ تھے کہ اُن جیسوں پر کذب و دروغ کے الزام لگانے کا کوئی جواز نہیں۔

الغرض حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے اٹھارہ یا اس سے کچھ زیادہ سال بعد ۲۷۸ھ میں ہم احمد بن عبید اللہ ابن خاقان کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ وہ اس وقت صوبۂ قُم پر خلیفۂ وقت کی طرف سے خراج و مالگذاری وصول کرنے کے لیے عامل مقرر تھا، مگر وہ اوّل درجہ کا ناصبی اور آلِ ابوطالب کا شدید ترین دشمن تھا۔ دورانِ گفتگو میں آلِ ابی طالب میں سے اُن لوگوں کا ذکر چھڑ گیا جو سُر من رائے میں مقیم ہیں، وہ یہ کہ ان کا مذہب کیا ہے؟ ان میں صلاحیت کیسی ہے اور بادشاہ کے نزدیک ان کی قدر و منزلت کیا ہے۔

احمد بن عبید اللہ نے بتایا کہ میں نے سُرّ من رائے میں علویوں کے اندر اہلِ بیت وسلطانِ وقت اور تمام بنی ہاشم کے نزدیک ہدایت و خاموشی و عفّت و کرم میں حضرت امام حسن بن علیؑ بن محمدؑ بن رضا علیہ السلام جیسا شخص نہ دیکھا، نہ سُنا۔ یہ لوگ اپنے بزرگوں پر بھی اُن ہی کو مقدّم سمجھتے تھے اور اسی طرح سردارانِ لشکر اور وزراء، و کاتبین اور عوام الناس بھی ان کا احترام کرتے تھے۔

احمد بن عبید اللہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں اپنے والد کے پسِ پشت کھڑا تھا۔ اس روز دربارِ عام تھا کہ حاجبینِ دربار آئے اور عرض کیا کہ حضرت ابن رضاؑ دروازے پر ہیں۔

میرے والد نے باوازِ بلند کہا، انھیں فوراً آنے کی اجازت دو۔

پھر میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان، سرمگیں آنکھیں، میانہ قد، حسین چہرہ، گداز بدن چہرے سے ہیبت و جلال آشکارا، اندر داخل ہوئے۔ میرے والد نے جب انھیں آتے ہوئے دیکھا تو اُن کے استقبال کے لیے اُٹھ کر خود چند قدم آگے بڑھے۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ اُنھوں نے بنی ہاشم میں سے کسی کے لیے یا کسی سردارِ لشکر کے لیے یا کسی ولی عہد کے لیے ایسا کیا ہو۔ جب میرے والد اُن کے قریب پہونچے تو گلے لگایا۔ اُن کے چہرے اور دونوں کاندھوں کو بوسہ دیا، اُن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں ڈالا اور انھیں لاکر اپنے مصلّے پر بٹھایا، جس پر وہ خود بیٹھے ہوئے تھے، اور اُن کے

پہلو میں اُن کی طرف رُخ کرکے بیٹھ گئے، اُن سے باتیں کرنے لگے اور نام کے بدلے احتراماً اُن کی کنیت استعمال کرتے اور کہتے کہ میرے ماں باپ آپؑ پر فدا ہوں۔ مجھے یہ دیکھ کر بیحد تعجب ہوا اتنے میں چند حاجبینِ دربار آئے اور بولے امیر موفّق آیا ہے۔

امیر موفّق جب میرے والد کے پاس آیا کرتا تو اس کے لیے حاجبین اور مخصوص خدّام آگے بڑھ کر استقبال کرتے، نیز میرے والد کی مجلس (جائے نشست) اور گھر کے دروازے کے درمیان دو پردے لٹکا دیتے، تاکہ بے تکلّف آنا جانا رہے۔

ابھی میرے والد اس نوجوان سے مصروفِ گفتگو ہی تھے کہ اُن کی نظر موفّق کے خادمِ خاص پر پڑی۔

اُنھوں نے اُس نوجوان سے کہا، اے ابو محمّدؑ! میں آپؑ پر قربان، اگر آپؑ چاہیں، تو یہاں سے اُٹھ کر دوسری طرف چلے جائیں۔

پھر اپنے غلام سے کہا، انھیں پردوں کے پیچھے لیجاؤ تاکہ موفق کی نظر ان پر نہ پڑ سکے۔

اِس کے بعد میرے والد نے اُٹھ کر انھیں گلے لگایا، اُن کی پیشانی کو بوسہ دیا، اور وہ پسِ پردہ چلے گئے۔

میں نے اپنے والد کے حاجبوں اور غلاموں سے پوچھا، یہ بتاؤ کہ یہ کون ہیں جن کے ساتھ میرے والد اس طرح پیش آئے۔

اُنھوں نے عرض کیا، یہ ایک مردِ علوی ہیں، ان کا نام حسنؑ بن علیؑ ہے مگر ابن الرضا کے نام سے مشہور ہیں۔

یہ سن کر مجھے اور تعجّب ہوا۔ میں دن بھر اس نوجوان کے اور اپنے والد کے درمیان ان روابط پر سوچتا اور غور کرتا رہا، یہاں تک کہ رات ہوگئی۔ میرے والد کی عادت تھی کہ بعد نمازِ عشا بیٹھتے اور ضروری حکم احکامات کو، نیز جو معاملہ سلطان کے سامنے پیش کرنا ہوتا اسے دیکھتے تھے۔

اب جبکہ وہ ان تمام امور سے فارغ ہو کر بیٹھے، تو میں بھی اُن کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ تاکہ کچھ دریافت کروں۔

میرے والد نے کہا، احمد! کیا تمھیں کچھ کام ہے؟

میں نے کہا، جی ہاں، بابا۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو ایک بات پوچھوں۔

اُنھوں نے کہا، ہاں ہاں، پوچھو۔

میں نے کہا، بابا وہ کون شخص تھا جس کو میں نے دیکھا کہ آپ اس کے ساتھ بڑے

احترام واکرام کا سلوک کر رہے تھے ؟ اور فرمارہے تھے کہ میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ۔

اُنھوں نے کہا، بیٹے ! وہ ابنِ رضا ہیں جو رافضیوں کے امام ہیں!

پھر تھوڑی دیر خاموش رہے، اس کے بعد بولے ، بیٹے ! اگر یہ خلافت بنی عباس سے نکلی تو بنی ہاشم میں اس خلافت کا مستحق ان کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے ۔ اور یہ استحقاق ان کو اپنے فضل و شرف، اپنی عفت و ہدایت، اپنی صیانتِ نفس، اپنی پرہیزگاری اور عبادت، اپنے بہترین اخلاق و صلاحیت کی بناء پر ہے ۔ تم انھیں جب دیکھو گے تو یہ سمجھو گے کہ ایک مردِ جلیل و شریف اور عالم و فاضل کی زیارت سے مستفیض ہو رہا ہوں ۔

جب میں نے اپنے والد سے ان کے متعلق یہ سُنا تو مجھے اپنے والد پر غصہ آیا۔ لیکن میں ان کے حالات لوگوں سے دریافت کرتا اور ان کے متعلق بحث کرتا رہا۔ میں نے بنی ہاشم سردارانِ لشکر، کاتبانِ حکومت، قاضیانِ مملکت، فقہائے عصر اور تمام لوگوں میں جس کسی سے بھی ان کے متعلق دریافت کرتا، یہی معلوم ہوتا کہ ان لوگوں کے نزدیک ان کا درجہ اعظام و اکرام ہے، سب ان کو اچھے الفاظ سے یاد کرتے ہیں ۔ اور اہلِ بیت اپنے بوڑھوں اور بزرگوں پر بھی انھیں مقدّم سمجھتے ہیں ۔ مگر ہر ایک یہی کہتا کہ وہ رافضیوں کے امام ہیں ۔ پھر تو میرے نزدیک ان کی قدر و منزلت اور بڑھ گئی ۔ میں نے اُن کے تمام دوست اور دشمن سب کو دیکھا کہ وہ سب اُن کے مدّاح تھے ۔

ایک مرتبہ میرے والد کی مجلس میں کچھ اشعری بھی موجود تھے ۔

اُن میں سے ایک نے پوچھا، اے ابوبکر ! یہ بھی تو بتائیں کہ اُن کے بھائی جعفر کا کیا حال ہے ؟

اُنھوں نے کہا، جعفر کون ہے جس کا حال معلوم کیا جائے، یا جس کا نام اُن کے ساتھ لیا جائے ۔ جعفر بالاعلان فسق و فجور میں مبتلا رہتا ہے، بے شرم و بے حیا اور شارب الخمر ہے تم نے ایسے لوگ کم ہی دیکھے ہوں گے ۔ وہ نرا گدھا اور احمق ہے ۔

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar No.2
Karachi
7211795

ایک شُبہے کا ازالہ

واضح ہو کہ ۱۱۰۶ھ میں سُرّ مَن رائے کے اندر روضۂ منورۂ عسکریین ایک عظیم حادثے سے دوچار ہوا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ سر من رائے پر رومیوں اور اجلافِ عرب نے غلبہ پالیا۔ اُن کے ظلم وستم سے عاجز آکر وہاں کے سادات واشراف اپنا گھر بار چھوڑ کر کہیں اور چلے گئے ان رومیوں اور اجلافِ عرب نے روضۂ مقدس کے احترام واکرام میں بے توجہی سے کام لیا۔

چنانچہ ایک شب روضہ کے اندر چراغ کسی نامناسب جگہ رکھ دیا گیا اور اُس کا جلتا ہوا فتیلہ اتّفاقاً گر پڑا جس سے روضہ کے فرش اور لکڑیوں نے آگ پکڑلی چونکہ روضہ کے آس پاس کوئی رہ نہ گیا تھا جو اُس کو بروقت بجھا دیتا، اس لیے روضہ کے سارے فروش، دروازے اور مقدس صندوق وغیرہ جل گئے۔ یہ چیز ضعیف العقل شیعوں کے اعتقادات میں کمزوری اور مخالفین و ناصبیوں میں بیباکی وگستاخی میں اضافہ کا سبب بن گئی۔ حالانکہ ان جاہلوں کو یہ نہیں معلوم کہ ایسی چیزوں سے اللہ کی بارگاہ میں ان ذواتِ مقدسہ کی بلندئ مقام اور رفعتِ شان میں کوئی فرق نہیں آتا، بلکہ یہ حادثہ وہاں کے موجود باشندوں سے اللہ کی ناراضگی کی علامت ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر وقت معجزہ ہی ہوتا رہے۔ کیونکہ معجزہ مصالحِ کلّیہ اور اسرارِ خفیّہ کے تابع ہوتا ہے۔ ایسے واقعات وحادثات سے مکلفین کو اُن کے فریضہ کا احساس دلانا اور اُن کی تنبیہ وآزمائش بھی مقصود ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں ایسے واقعات وحادثات تو مدینۂ منوّرہ کے اندر روضۂ مقدسہ نبویّہ میں بھی پیش آچکے ہیں۔ چنانچہ شیخ کامل وفاضل یحییٰ بن سعیدؒ اپنی کتاب "جامع الشرائع" باب اللّعان" میں تحریر فرماتے ہیں کہ مدینہ جانے کا موقع ملے تو مستحب ہے کہ آنحضرتؐ کے منبر کے پاس نماز پڑھی جائے۔ اور اس کے بعد لکھتے ہیں کہ: مگر اس سال یعنی ۶۵۴ھ میں ماہِ رمضان کے اندر منبرِ رسولؐ اور مسجدِ رسولؐ کی چھتیں سب جل گئیں اور اب اس کے بدلے دوسرا منبر بنایا گیا ہے"

نیز صاحبِ کتاب "عیون التواریخ" جو فاضل مخالفین میں سے ہیں وہ ۶۵۴ھ کے واقعات کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ "شبِ جمعہ یکم ماہِ رمضان ۶۵۴ھ میں مسجد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آگ لگی اور اس کی ابتدا شمال مغرب کے گوشے سے ہوئی۔ ایک شخص مسجد کے خزانے میں داخل ہوا اُس کے ساتھ آگ بھی اُس سے وہاں کی بعض چیزوں نے آگ پکڑلی اور پھر

دیکھتے ہی دیکھتے تیزی کے ساتھ چھت بھی جلنے لگی پھر وہاں سے تیزی کے ساتھ آگے بڑھی لوگوں نے آگ بجھانے کی فوراً کوشش کی مگر مسجد کی ساری چھتیں جل گئیں، بلکہ بعض ستونوں کے سیسے بھی پگھل گئے، اور یہ سب کچھ لوگوں کے سونے سے پہلے ہوگیا۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرے کی چھت بھی جل گئی اور لوگوں نے جمعہ کو نمازِ صبح دوسری جگہ پڑھی۔ بلکہ تاریخ کی کتابوں میں تو یہاں تک ہے کہ "قرامطہ نے خانۂ کعبہ کو مسمار کیا اور حجرِ اسود وہاں سے اُٹھا کر لے گئے اور اُسے مسجدِ کوفہ میں نصب کر دیا" مگر اُن میں سے کسی موقع پر کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا اور اللہ کی طرف سے ان مواقع پر فوراً کوئی روک ٹوک نہیں ہوئی، بلکہ کچھ زمانے کے بعد ان شہروں میں وہاں کے باشندوں پر غضبِ الٰہی کے آثار ظاہر ہوئے جس طرح سامرہ میں روضۂ عسکرین کے جلنے کی وجہ سے غضبِ الٰہی کا اظہار اس طرح ہوا کہ روم پر عربوں کو فتح ہوئی، اُن کے کئی شہر اُنھوں نے چھین لیے، اُن کے بےشمار آدمی قتل ہوئے اور یہ جنگ کی آگ ان اطراف میں تیز سے تیز تر ہوتی گئی۔

پھر اُن کی سلطنت پر افرنگی قابض ہوگئے، اور اُنھوں نے بھی اُن کے بےشمار آدمی قتل کیے، اور یہ سب نتیجہ تھا اس امر کا کہ انھوں نے امورِ دین میں تساہلی برتی اور ائمہ علیہم السّلام کے احترام میں بےتوجہی سے کام لیا۔

امورِ متذکرۂ بالا ہی غضبِ الٰہی کی شہادت کے لیے کافی ہیں۔ اس کے علاوہ بخت نصر کا بیت المقدّس پر قابض ہونا، اس کو منہدم کرنا، اس کے احترام کو برباد کرنا، حالانکہ بیت المقدّس انبیاء اور اوصیاء کا تعمیر کردہ تھا۔ وہ سب سے بڑی عبادت گاہ اور سب سے بڑی مسجد تھی قبلۂ اوّل تھا، مگر بخت نصر نے وہاں کئی ہزار بنی اسرائیل کے اصفیاء و صلحاء و اخیار اور رہبان کو قتل کر ڈالا۔ یہ بھی اس لیے ہوا کہ بنی اسرائیل نے اپنے انبیاء کی نافرمانی کی، اُن کی مدد نہیں کی، اُن کی شان میں گستاخیاں کیں اور انھیں قتل کیا تھا۔

بہرحال جب سُرّمن رائے میں روضۂ عسکریّین کے جلنے کی خبر جب سلطان حسین کو پہونچی تو اُنھوں نے اس روضہ کی تعمیرِ نو کو اپنے لیے فرضِ عین سمجھا، اور حکم دیا کہ چاروں صندوقوں کی ترصیص و تزئین کر دی جائے اور قبر کے گرد جالی دار ضریح بنادی جائے جو انتہائی خوش کن اور دیدہ زیب ہو۔

(فقط) تمت بالخیر

حنیف نصیر